حکیمانہ اقوال
نصائح اور واقعات

اردو ترجمہ

سمیر المؤمنین
وانیس الصالحین

تالیف : عبداللہ بدران
مترجم : اہلیہ دانش کمال

حکیمانہ اقوال
نصائح اور واقعات

اردو ترجمہ

سمیر المؤمنین
وانیس الصالحین

تالیف : عبداللہ بدران

مترجم : خدیجہ فرحین

نام کتاب حکیمانہ اقوال نصائح اور واقعات
مصنف عبداللہ بدران
مترجم خدیجہ فرحین
ناشر دارالاشاعت، اردو بازار، کراچی
کمپوزنگ منظور احمد
سنِ اشاعت ۲۰۰۰ء

ملنے کے پتے

- ادارۃ المعارف، جامعہ دارالعلوم کراچی
- بیت القرآن، اردو بازار، کراچی
- ادارہ اسلامیات، ۱۹۰-انارکلی لاہور
- کتب خانہ رشیدیہ، راجہ بازار، راولپنڈی
- کشمیر بک ڈپو، چنیوٹ بازار، فیصل آباد
- مکتبۂ سیّد احمد شہید، الکریم مارکیٹ، لاہور
- بیت العلوم، نیا روڈ، لاہور

عرضِ ناشر

نحمدہ ونصلی علی رسولہ الکریم

اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ :

"لوگوں کو حکمت اور وعظِ حسنہ کے ذریعے اپنے رب کے راستے کی طرف بلاؤ"

ہماری پیش کردہ یہ کتاب "حکیمانہ اقوال، نصائح اور واقعات" میں بھی در حقیقت لوگوں کو بزرگوں کے مدبرانہ اقوال کے ذریعے "اللہ کے راستے کی طرف" بلانے کی کوشش کی گئی ہے۔ یہ ہمارے اسلاف کے وہ جواہر پارے ہیں جو آبِ زر سے لکھے جانے کے قابل ہیں اور یہ وہ دُرِ نایاب ہیں جو انسان کی اصلاحِ ظاہر و باطن کیلئے اکسیر کا درجہ رکھتے ہیں۔

اس موضوع پر مارکیٹ میں بے شمار کتب دستیاب ہیں مگر یہ کتاب کئی اعتبار سے انفرادیت کی حامل ہے :

» تمام واقعات کے مصادر و مراجع کو ہر واقعہ کے بعد بیان کرنے کے علاوہ کتاب کے آخر میں بھی انہیں لکھ دیا گیا ہے۔

» جہاں کہیں کسی مشہور بزرگ کا ذکر آیا ہے، حاشیہ میں ان کی شخصیت پر ایک مختصر سا تعارفی نوٹ بھی دے دیا گیا ہے۔

» قرآن و حدیث کے متن کی درستگی کا بطورِ خاص خیال رکھا گیا ہے۔

» کتابِ ھذا کو اردو کے قالب میں ڈھالنے کیلئے صاحبِ زبان مترجم کی خدمات حاصل کی گئی ہیں تاکہ عربی کی بلاغت و فصاحت کی جھلک اردو میں بھی نظر آئے۔

ہم اللہ تعالیٰ کے انتہائی مشکور ہیں کہ اس کے لطف و کرم کے طفیل ہماری مطبوعات میں ایک قابل قدر کتاب کا اضافہ ممکن ہوا۔ الحمد للہ

میری قارئین سے درخواست ہے کہ دورانِ مطالعہ اگر زبان و بیان میں کوئی خامی محسوس کریں تو ازراہ کرم ضرور مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں اس کا ازالہ کیا جاسکے۔

خلیل اشرف عثمانی

عرضِ مترجم

الحمدللہ رب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمد و علی آلہ واصحٰبہ أجمعین وبعد!

الحمد للہ، یہ تیسری کتاب بھی ترجمہ کے مراحل سے گذر کر آپ کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہے، اور امید ہے کہ آپ کی توقعات پر پوری اُترے گی۔

زیرِ نظر کتاب، اپنے موضوع کے لحاظ سے گذشتہ دو کتابوں (ازواجِ صحابہ) اور (ازواج الانبیاء) سے قدرے مختلف ہے، اس اعتبار سے کہ اس میں کسی مخصوص دور یا عہد سے متعلق مسلسل واقعات، یا حالاتِ زندگی کا ذکر نہیں کیا گیا، بلکہ یہ کتاب ایک خوش رنگ تصویر کی صورت آپ کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے، جس میں آپ کو زندگی کا ہر رنگ جھلکتا ہوا محسوس ہوگا، اور یہ مختلف رنگ، کسی ایک دور یا عہد سے متعلق ہرگز نہیں ہیں، بلکہ ہم انہیں تاریخ کے مختلف ادوار سے چرا کر لائے ہیں، کہیں واقعات کی شکل میں، تو کہیں احادیث نبویہ کی صورت میں، کہیں حکیمانہ اقوال کی شکل میں تو کہیں منظوم اشعار کی صورت میں، مگر ان سارے مختلف رنگوں میں، کوئی نہ کوئی نصیحت، سبق، عبرت اور پیغام چھپا ہوا ہے، کیونکہ قلب انسانی کو متأثر کرنے کیلئے، عملی مثالوں کو پیش کرنے سے بڑھ کر کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، جو کہ براہِ راست وعظ یا نصیحت کرنے سے زیادہ مؤثر اور کارگر ثابت ہوتا ہے۔

اس کتاب کے ترجمہ کے دوران، مجھے جہاں جہاں بھی اشعار سے واسطہ پڑا، وہاں میں نے حتی الامکان اس بات کی کوشش کی ہے کہ صحیح ترجمہ کے ساتھ ساتھ، ان میں وزن اور قافیہ کا بھی اہتمام ہو جائے تاکہ قارئین کیلئے اس کتاب کا مطالعہ کسی لطیف اور دلچسپ تجربہ سے کم نہ ہو۔

یہ کتاب، ایک لطیف ہوا کے جھونکے کی مانند ہے، جو دلوں کو گدگداتی روح کی گہرائیوں میں اُترتی، بڑی خوبصورتی کے ساتھ وعظ و نصیحت کے تقاضوں کو پورا کرتی ہے، ایک مخلص اور دلچسپ دوست اور ساتھی کی طرح کہ جس کی صحبت کا کوئی بھی لمحہ

دل و دماغ پر بوجھ نہیں بنتا۔

اور ہر مرتبہ کی طرح، آج بھی حق تعالیٰ سے میری یہی دعا ہے کہ وہ میری اس ادنیٰ سی کوشش میں اخلاص پیدا فرما کر اسے شرف قبولیت عطا کریں اور ہم سب کو اس سے فیضیاب ہونے اور اس کے ذریعہ صحیح راہ منتخب کر کے اس پر چلنے اور عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، (آمین ثم آمین)

خدیجہ فرحین

عرضِ مصنف

الحمدﷲرب العالمین، والصلاۃ والسلام علی سیدنا محمدوعلی آلہ وصحبہ أجمعین..وبعد

اللہ ﷻ کا عظیم کرم واحسان ہے اس پوری بشریت پر کہ جس کو حق تعالیٰ نے ایک ایسی لازوال شریعت سے نوازا، جو سب لوگوں کیلئے باعثِ ہدایت بن کر آئی اور انسان کی قدرو منزلت بڑھا کر.. اسکے ذہن وعقل کو روشن کر کے، اُس کا ہاتھ تھام کر جادۂ حق کی جانب لیکر چلی۔

اور ایک سمجھدار، عاقل وبالغ انسان بخوبی اندازہ لگا سکتا ہے.. کہ وہ تعلیمات، فضائل ومناقب، اور اخلاقِ حمیدہ جو شریعتِ اسلامیہ اپنے دامن میں لے کر آئی، اور لوگوں کو ان پر عمل کرنے کی دعوت دی.... کسی انسانی ذہن کی تخلیق، کسی فلسفی کا فلسفہ، یا کسی کاہن ونجومی کے خیالات وتصورات کا مجموعہ ہرگز نہیں. بلکہ یہ ایک لازوال آسمانی شریعت ہے، جو اللہ تعالیٰ نے جبریل علیہ السلام کو بھیج کر، بذریعۂ وحی اپنے پیارے حبیب محمد ﷺ پر نازل فرمائی۔

اور ایسے ان گنت، واضح اور جلی ثبوت موجود ہیں جو اس حقیقت پر شاہد ہیں، اور جن سے انکار کرنا، یا نظر انداز کرنا، کسی بھی ملحد یا ہٹ دھرم کے بس کی بات نہیں۔

اور اس مکمل شریعت کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے، اس کی جامعیت...!! جی ہاں، بڑی جامع شریعت ہے یہ، کہ جس نے حیات انسانی کا کوئی بھی پہلو نظر انداز نہیں کیا، ایسا نہیں ہوا کہ اس نے اپنا سارا زور فقط ایک روحانیت پر صرف کر دیا ہو، اور صرف روحانی پہلو کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی ہو.. بلکہ اس نے روح کو اتنا ہی دیا جتنا اُس کے لئے مناسب تھا، اور سکون، اطمینان، راحت اور خوشی جیسے احساسات اُسے عطا کیئے۔

اور بالکل اسی طرح، وہ صرف جسمانی پہلو کی طرف بھی نہیں جھکی اور نہ ہی انسان کی انا کو بڑھاوا دیکر اسے صرف اور صرف اپنا آپ منوانے کی دعوت دی... بلکہ اُسے ایسے اُصول وضوابط کی راہ دکھائی کہ جن کو اپنا کر انسانی جسم اپنے لیئے ایسی پاک صاف

اور آئینے کی مانند شفاف زندگی کے خطوط استوار کر سکے کہ جس میں کوئی بال نہ ہو، اور نہ ہی کسی قسم کے شک، شبہ یا اضطراب کی گنجائش ہو۔

اور صرف یہی نہیں بلکہ جسم اور روح میں ایک توازن قائم کرنے کے علاوہ بھی اُس نے زندگی کے مختلف پہلوؤں پر توجہ دی اور معاشی، معاشرتی، سیاسی، تربیتی اور ثقافتی شعبہ ہائے زندگی پر روشنی ڈالی اور بڑی تفصیل کے ساتھ ہر شعبہ کی کامیابی اور قوت کے اسباب و عوامل مرتب کیئے اور ان شعبوں کو کھوکھلا اور کمزور کرنے والے عوامل سے خبردار کرتے ہوئے، ان امراض کی تشخیص بھی کی جو اس کمزوری کا باعث ہوتے ہیں اور ان کے لئے کامیاب دوائیں اور حفاظتی تدابیر تجویز کیں۔

مسلمانوں نے اس شریعت کو اپنی زندگی کے ہر پہلو میں دل و جان سے اپنایا اور اسے اپنے روم، روم میں بسایا۔

تفسیر، حدیث، تاریخ، تراجم اور ادب کی کتابوں اور سفرناموں میں، ایسی خوبصورت تصویریں اور زندہ مثالیں ہر سو بکھری ہوئی ہیں، جو ہمیں بتاتی ہیں کہ ہمارے اسلاف اور بزرگوں نے، کس طرح سے اس شریعت کو اپنا جزوِ زندگی بنایا اور اس پر عمل کیا۔

ان تصویروں میں ہمیں کہیں تو ایک مخلص عالم باعمل کی جھلک دکھائی دے گی تو کہیں ایک دیانت دار تاجر نظر آئے گا، کہیں عدل و انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے والا قاضی... تو کہیں اپنے بچوں کو بہترین تربیت سے آراستہ کرنے والا باپ ملے گا، کہیں حکمت سے مالا مال شاعر اور محسن و جواد سخی، تو کہیں بہادر شہ سوار نظر آئے گا، کہیں گریہ وزاری کرتا ہوا عابد، تو کہیں متقی و پرہیزگار زاہد دکھائی دے گا، کہیں ایک مخلص و سمجھ دار بیوی ملے گی تو کہیں ادب و تہذیب سکھلاتی ایک ماں نظر آئے گی، کہیں ذہین و سمجھدار بچہ دکھائی دے گا، تو کہیں فہم و دانائی سے آراستہ ایک نوجوان ملے گا، اور ان کے علاوہ اور بہت سی ایسی حیران کن مثالیں اور تصویریں نظر آئیں گی جو اس آسمانی شریعت کی عظمت پر دلالت کرتی ہیں، اور دکھاتی ہیں کہ عمل کرنے والوں نے اس پر کس طرح عمل کیا؟

اور یہ کتاب جو اب آپ کے ہاتھوں میں ہے، میری ایک ادنیٰ سی کوشش ہے، جس میں میں نے مذکورہ بالا تصویروں میں سے مختلف رنگوں کو جمع کر کے ایک مناسب ترتیب میں وضع کیا ہے اور ایک مخصوص نہج کو اپناتے ہوئے.. سب سے پہلے میں نے ہر مضمون کی مناسبت سے ایک عنوان مرتب کیا اور اس کے بعد مضمون کی صحت کو متأثر کیئے بغیر تھوڑے سے تصرف کے ساتھ میں نے مضمون لکھا اور آخر میں اس مصدر کا ذکر کیا، جس سے یہ مأخوذ تھا، اس کے بعد حاشیہ میں مشکل اور مبہم الفاظ کے معنیٰ لکھے اور کہیں کہیں کچھ شخصیتوں کا تعارف بھی کرایا ہے اور آخر میں میں نے ان مصادر اور مراجع کا بھی ذکر کیا ہے جن سے میں نے استفادہ حاصل کیا ہے، تاکہ اگر قارئین ان کتابوں سے بذاتِ خود استفادہ حاصل کرنا چاہیں تو انہیں آسانی ہو جائے۔

اللہ عزوجل سے میری یہی دعا ہے کہ وہ میری اس کاوش کو خالصۃ لوجہ اللہ تعالیٰ اور تمام مسلمانوں کیلئے منفعت کا باعث بنائیں (آمین)۔

واللہ ولی التوفیق

عبداللہ بدران

فہرستِ مضامین

ثمرۂ اخلاص

ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتﷺ نے ارشاد فرمایا:

تین آدمی صحرا کی طرف نکلے... کہ اچانک آسمان سے بارش شروع ہو گئی.. تو وہ لوگ پناہ لینے کیلئے ایک غار میں داخل ہو گئے.. اور بارش کے تھمنے کا انتظار کرنے لگے.. وہ لوگ اسی حال میں بیٹھے تھے کہ ایکدم پہاڑ سے ایک بھاری پتھر گرا اور غار کا دہانہ بند ہو گیا.. یہ صورتحال دیکھ کر یہ لوگ اپنی زندگی سے مایوس ہو گئے.. کہ ان میں سے ایک آدمی بولا: تم میں سے ہر ایک کو چاہئے کہ وہ اپنا بہترین عمل یاد کرے اور حوالہ دے کر حق تعالیٰ سے دعا مانگے تاکہ وہ ہم پر رحم فرمائیں اور ہمیں اس مشکل سے نجات دلائیں۔

تو ایک شخص کہنے لگا:

میرے اللہ! تو تو جانتا ہے کہ میں اپنے والدین کا کتنا فرمانبردار تھا.. میں رات کو ان کے لئے پانی لے کر آتا تھا اور وہ پیتے تھے.. مگر ایک رات.. جب میں ان کے لئے پانی لے کر آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ دونوں سو چکے ہیں.. اُن کو نیند سے جگانا مجھے گوارہ نہ ہوا.. اور نہ ہی واپس جانا مجھے اچھا لگا.. میں اِسی حال میں وہاں کھڑا رہا.. یہاں تک کہ صبح ہو گئی.. تو اگر میں نے یہ عمل صرف تیری رضا کے حصول کیلئے کیا تھا.. تو ہماری مشکل آسان فرما دے۔

پتھر اپنی جگہ سے ذرا سا سرکا.. اور روشنی کی ہلکی سی رمق اندر داخل ہوئی۔

دوسرا شخص بولا:

میرے اللہ! تو جانتا ہے کہ میں نے ایک عورت سے محبت کی.. اور اُسے حاصل کرنے کیلئے بڑی مصیبتیں جھیلیں.. یہاں تک کہ میں اُسے حاصل کرنے میں کامیاب بھی ہو گیا.. مگر محض تیرے ڈر اور خوف کی وجہ سے میں نے اُسے چھوڑ دیا.. تو اگر تیرے علم میں ہے کہ میں نے ایسا صرف تیرے ڈر سے کیا تو ہماری مشکل آسان فرما دے.. پتھر اپنی جگہ سے تھوڑا اور سرکا.. اتنا کہ اگر یہ لوگ نکلنا چاہتے تو نکل سکتے تھے۔

تیسرے نے کہا:

میرے اللہ!! تو جانتا ہے کہ میں نے کچھ مزدور کام پر رکھے.. جنہوں نے میرا کام کیا اور میں نے ان کو انکی پوری پوری اُجرت بھی دیدی... علاوہ ایک آدمی کے.. جو اپنی اُجرت میرے پاس چھوڑ کر.. ناراض ہو کر چلا گیا.. میں نے اس کی اُجرت کی حفاظت کی.. یہاں تک کہ وقت کے ساتھ ساتھ بڑھ کر وہ اچھی خاصی رقم بن گئی.. کہ اچانک وہ مزدور آپہنچا... اور اپنی اُجرت کا مطالبہ کیا.. تو میں نے کہا: جو کچھ تم دیکھ رہے ہو یہ سب تمھارا ہے.. تو اگر میں نے یہ عمل صرف تیرے لیے کیا تھا تو ہماری مشکل آسان فرمادے۔

پھر اپنی جگہ سے ہٹ گیا اور وہ لوگ صحیح سالم وہاں سے نکل گئے۔

یہاں آکر آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

"جس نے سچ کہا... اس نے نجات پائی"۔ (متفق علیہ)

تم نے اِس کو اِس کے شوہر سے جدا کر ڈالا!!

ابو سلمہ رضی اللہ عنہ نے (مدینہ منورہ) ہجرت کرنے کا ارادہ کیا.. تو انہوں نے اپنی اہلیہ (ام سلمہؓ) کیلئے سواری کے طور پر اپنا اونٹ تیار کیا اور ان کو اس پر... سوار کرا کے اپنے بیٹے (سلمہ) کو ان کی گود میں دے دیا.. اور اُونٹ کی لگام تھام کر چل دیئے جیسے ہی (ام سلمہؓ) کی قوم (بنی المغیرہ) کی اُن پر نظر پڑی.. وہ اُن کی طرف آئے اور بولے:

تم پر تو ہمارا کوئی زور نہیں.. مگر ہم اپنی اس رشتہ دار (یعنی ام سلمہؓ) کو کیسے تمہارے ساتھ جانے دیں؟ ام سلمہؓ کا کہنا ہے کہ: اُن لوگوں نے میرے شوہر کے ہاتھوں سے اونٹ کی لگام چھینی.. اور مجھے زبردستی اپنے ساتھ لیجانے لگے... یہ صورتحال دیکھ کر بنو عبد الاسد (یعنی ام سلمہؓ کے سسرال والوں کو) غصہ آ گیا اور وہ بولے: قسم خدا کی! جب تم نے اِسے ہمارے ساتھی سے چھین ہی لیا ہے تو ہم بھی اپنا بیٹا اِس کے پاس نہیں چھوڑیں گے۔

اور یہ کہہ کر انھوں نے ننھے (سلمہ) کو میری گود سے زبردستی چھین لیا.. اسی کھینچا تانی میں اس معصوم بچہ کا ہاتھ بھی اتر گیا.. اور بنو عبد الاسد اسے لیکر چل دیئے۔

مجھے بنو المغیرۃ نے زبردستی اپنے پاس روک لیا.. اور میرے شوہر مدینہ منورہ

ہجرت کر گئے.. اور یوں مجھے میرے شوہر اور بچے سے جدا کر دیا گیا۔
ام سلمہؓ روزانہ دن میں صحرا میں نکل جاتیں.. اور روتی رہتیں یہاں تک کہ شام ہو جاتی.. اِسی حال میں تقریباً ایک سال کا عرصہ بیت گیا.. کہ اُن کے ایک رشتہ دار کو اُن کی حالتِ زار پر رحم آ گیا۔
اور وہ اپنی قوم کے پاس جا کر بولا: کیا تم اس بیچاری کو آزاد نہیں کرو گے؟ تم لوگوں نے اِس کو اس کے شوہر اور بچے سے جدا کر ڈالا۔
تو وہ لوگ ام سلمہؓ کے پاس جا کر بولے: اگر تم چاہو تو اپنے شوہر کے پاس جا سکتی ہو! اُس وقت بنو عبد الاسد نے بھی اُن کا بیٹا اُنہیں واپس لوٹا دیا.. اور ام سلمہؓ) اپنے بیٹے کے ساتھ مدینہ منورہ ہجرت کر گئیں.. اور حق تعالیٰ نے اُن کے شوہر کی شہادت کے بعد اُنہیں بہترین صلہ عطا فرمایا.. کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کر لیا اور وہ امہات المؤمنین کے زمرے میں شامل ہو گئیں۔ (قبسات من حیاۃ الرسول ﷺ، ص: ۶۲)

تم لوگ شکست کیوں کھا جاتے ہو؟

روم کی شکست خوردہ فوج (انطاکیہ) شہر واپس پہنچی تو روم کے بادشاہ (ہر قل) نے فوج کے اعلیٰ افسران کو بلوا بھیجا.. اور جب وہ آ گئے.. تو نہایت غصہ سے پوچھا: کیا تم لوگ مجھے بتانا پسند کرو گے کہ آخر تم کن لوگوں سے جنگ کرتے ہو؟ کیا وہ تم لوگوں کی طرح انسان نہیں ہیں؟
تو وہ لوگ بولے: بالکل ہیں۔ ہر قل پھر گویا ہوا: تعداد میں کون زیادہ ہے.. تم یا وہ لوگ؟ تو وہ بولے: ہم اُن سے کئی گُنا زیادہ ہیں! اس پر ہر قل جھلا کر بولا: تو پھر کیا وجہ ہے.. جو تم لوگ جب بھی ان سے جنگ کرتے ہو.. شکست سے دوچار ہو کر آتے ہو؟
ان لوگوں سے کوئی جواب نہ بن پڑا.. اور وہ سب خاموش رہے۔ مگر ان میں سے ایک بزرگ آدمی بولا:
حضور میں آپ کو بتاتا ہوں کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ تو ہر قل اس کی طرف متوجہ ہوتا ہوا بولا: بتاؤ! وہ آدمی کہنے لگا:
دراصل بات یہ ہے کہ جب ہم لوگ ان پر حملہ کرتے ہیں تو وہ لوگ صبر و

ہمت سے کام لیتے ہیں اور جب وہ لوگ ہم پر حملہ کرتے ہیں.. تو پوری سچائی اور دلجمعی کے ساتھ ایسا کرتے ہیں... جبکہ ہم لوگ بڑی بے دلی کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوتے ہیں.. اور جب وہ لوگ ہم پر حملہ کرتے ہیں تو ہم سے صبر نہیں ہوتا۔

تو ہرقل بولا: اس کی وجہ کیا ہے کہ تم لوگ ایسے ہو.. جبکہ وہ لوگ ایسے نہیں ہیں؟! تو وہ آدمی بولا: حضور میرا خیال تھا کہ آپ کو یہ راز معلوم ہوگا۔

ہرقل سوالیہ انداز میں اس کی طرف دیکھتا ہوا بولا: کیسا راز؟! تو وہ بولا:

حضور.. وہ لوگ دن میں روزہ رکھتے ہیں..رات میں تہجد پڑھتے ہیں... عہد کی پاسداری کرتے ہیں.. نیکی کا حکم دیتے ہیں گناہوں اور برائیوں سے روکتے ہیں.. کسی پر ظلم نہیں کرتے.. اور آپس میں عدل و انصاف کا معاملہ کرتے ہیں۔

جبکہ ہم لوگ، شراب پیتے ہیں.. زنا کرتے ہیں.. ظلم کرتے ہیں.. حرام کاری کرتے ہیں.. ناراض کرنے والی چیزوں کا حکم دیتے ہیں.. اور زمین پر فساد پھیلاتے ہیں۔

ہرقل اس کی بات سن کر بولا:

تم نے سچ کہا!

قسم خدا کی میں اس بستی کو چھوڑ کر نکل جاؤں گا.. تم لوگ ایسے ہو تو تمہاری صحبت میں میرے لئے کوئی بھلائی نہیں۔

تو وہ لوگ سب بولے:

حضور.. ہم خدا کو گواہ بنا کر کہتے ہیں.. کہ آپ سوریا کو چھوڑ کر جا رہے ہیں.. جبکہ دنیا میں اگر کہیں جنت ہے تو وہ یہیں ہے.. اور آپ کے گرد.. کنکر.. مٹی.. اور آسمان کے ستاروں کی برابر.. آپ کے چاہنے والے روم باشندوں کا جمگھٹا ہے.. ؟ مگر بادشاہ واپس نہیں آیا؟ (عیون الاخبار: ۲/۱۲۶)

کل پچھتاؤ گے!

عبد اللہ بن المعلم کہتے ہیں :

ہم لوگ حج کرنے کی نیت سے مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے.. تو ہمارے ساتھ بنی ہاشم (بن العباس بن عبد المطلب) کا ایک آدمی تھا.. جو دنیا سے بیزار تھا اور آخرت کا دم بھرتا تھا۔ سفر کے دوران میں اُس سے گھل مل گیا.. اور کہا :

کیا آپ میرا ساتھ دینا پسند کریں گے؟ میری سواری میں کافی گنجائش ہے!

تو اس نے مجھے دعا دی اور مجھ سے باتیں کرنے لگا.. اسی دوران اس نے مجھے بتایا : میں العباس کی اولاد میں سے ہوں.. میری رہائش بصرہ شہر میں تھی.. میں نہایت امیر کبیر.. زمینوں جائیدادوں کا مالک.. بے انتہا مغرور اور فضول خرچ آدمی تھا.. ایک روز میں نے اپنے خادم کو حکم دیا کہ وہ میرے لیئے ایسا بستر تیار کرے جس کا گدا ریشم سے بھرا گیا ہو.. اور تکیہ گلاب کے پھولوں سے اس نے حکم کی تعمیل کی.. میں جب سونے کیلئے لیٹا تو مجھے اندازہ ہوا کہ میرا خادم جلدی میں ایک گلاب کی ڈنڈی تکیہ کے اندر ہی بھول گیا ہے.. میں غصہ میں اُٹھا اور اُسے خوب مارا.. اور پھر تکیہ میں سے ڈنڈی نکال کر دوبارہ سونے کے لئے لیٹ گیا... خواب میں دیکھا کہ نہایت خوفناک شکل وصورت کا آدمی میرے پاس آیا اور مجھے ہلا کر اٹھایا اور بولا : اپنی نیند سے جاگ اور اپنی بے ہوشی سے باہر نکل... پھر یہ اشعار پڑھے :۔

اے دوست! آج تکیۂ گُل تیرا سرہانہ ہے
کل تپتی ہوئی چٹان ہوگی.. کیا تم نے جانا ہے
نیکیوں کا لگا بستر، گر چاہتا ہے خوش رہنا
ورنہ آنے والا کل.. تیرے پچھتاؤں کا فسانہ ہے

میں ایک دم ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا.. اور اُسی لمحے سے میں نے دنیاوی آسائشوں سے کنارہ کر لیا.. اور اپنے پروردگار کی پناہ میں آگیا!

(قصص العرب: ۱/۱۲۰)

میں تم پر اسلام پیش کرتا ہوں

جب ہرمزان کو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یک قیدی کی حیثیت سے پیش کیا گیا تو.. حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا گیا:

یا امیر المؤمنین یہ آدمی عجم کا سردار اور رستم[1] کا دوست ہے.. تو حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا:

تمہارے حال اور مستقبل کی بہترائی کیلئے میں تم پر اسلام پیش کرتا ہوں.. تو ہرمزان نے جواب دیا: میں اپنے عقیدہ پر قائم ہوں.. اور ڈر کر اسلام لانے میں مجھے کوئی رغبت نہیں... تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تلوار طلب کی.. اور اس کو قتل کرنے کا ارادہ کیا تو وہ ایکدم بولا:

یا امیر المؤمنین: مجھے پیاسا مارنے سے بہتر ہے کہ پانی پلا کر ماریں.. تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کیلئے پانی لانے کا حکم دیا، اس نے ان کے ہاتھ سے پانی لیا اور بولا:

یا امیر المؤمنین:

کیا میں جب تک پانی نہ پی لوں میری جان محفوظ ہے؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں، تو اس نے وہ پانی پھینک دیا اور بولا:

یا امیر المؤمنین وفاداری ایک نور عیاں ہے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جواب میں کہا: ہم تمہارے معاملے پر نظر ثانی کریں گے، اور حکم دیا کہ اس پر سے تلوار ہٹالو۔

تو ہرمزان بولا: یا امیر المؤمنین:

اب میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں (یعنی اس نے کلمہ پڑھ لیا) اور یہ بھی کہا کہ وہ جو کچھ بھی لیکر آئے ہیں، اللہ تعالیٰ کا پیغام، وہ برحق ہے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

1: رستم اہل فارس کا ایک عظیم الشان آدمی اور جنگ قادسیہ میں فارسی فوجوں کا سپہ سالار تھا، یہ جنگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں ہوئی اور مسلمانوں کو فتح حاصل ہوئی، جبکہ رستم اس جنگ میں مارا گیا!!

تم بہترین طریقہ سے اسلام لائے ہو مگر تم نے اتنی دیر کیوں کر دی ؟

تو اس نے کہا :

مجھے یہ گوارہ نہ تھا کہ میرے بارے میں یہ خیال کیا جاتا کہ میں نے تلوار کے ڈر سے اسلام قبول کیا۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ :

اہلِ فارس ایسے ذہن اور عقول کے مالک ہیں کہ جس کی وجہ سے وہ مستحق تھے اس عظیم الشان سلطنت کے جوان کو عطا کی گئی تھی۔

اور پھر اس کی خاطر تواضع کا حکم دیا !! (قصص العرب: ۱؍ ۱۸۲)

اگر تم پر کوئی غم آپڑے

صالحین میں سے ایک بزرگ کا واقعہ ہے، کہ ان پر کوئی مشکل آپڑی اور معاملات اتنے بگڑے کہ ان پر مایوسی طاری ہوگئی، ایک دن وہ کہیں جارہے تھے اور یہ کہتے جا رہے تھے :۔

ذلت کی شام ہونے سے پہلے!
موت آ جائے تو بہتر ہے!

کہ اتنے میں انہیں ایک سرگوشی سنائی دی، مگر کوئی دکھائی نہیں دیا۔یا پھر نیند کی حالت میں انہوں نے کسی کو کہتے ہوئے سنا :۔

ارے اے نادان انسان سن!
اگر تجھ پر آپڑا کوئی غم!
الم نشرح کا کر خیال!
جب بھی تیرا سینہ ہو تنگ!

اُن بزرگ کا کہنا ہے : کہ اس کے بعد سے میں نے اپنی ہر نماز میں الم نشرح کی قرأت کو اپنا معمول بنالیا تھا.. اس کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے میرے سینہ کی تنگی، میرا رنج و غم دور فرمائے اور میرے معاملات آسان فرمائے۔ (الفرج بعد الشدۃ ۱/ ۱۰۸)

تم فضیلت کے زیادہ حقدار ہو

حسین بن ابی طالب ؓ اور ان کے بھائی محمد بن الحنفیہ ؓ کے درمیان کچھ تلخ کلامی ہو گئی، جس کی وجہ سے دونوں ایک دوسرے سے ناراض ہو کر اپنے اپنے گھر چل دیئے.. جب محمد ؓ اپنے گھر پہنچے تو انہوں نے ایک رقعہ لکھا، جس میں لکھا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم، محمد بن ابی طالب ؓ کی طرف سے بھائی حسین بن علی ابی طالب ؓ کیلئے، اما بعد:

تمہیں وہ مقام، رتبہ اور فضیلت حاصل ہے کہ جہاں تک پہنچنا میرے بس کی بات نہیں، اسی لیے، جیسے ہی میرا یہ رقعہ پڑھو اپنی چادر اوڑھو اور چپل پہنو اور مجھے منانے کیلئے چلے آؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں پہل کر جاؤں اور مجھے وہ فضیلت حاصل ہو جائے جس پر صرف اور صرف تمہارا حق ہے، والسلام

جیسے ہی حسین ؓ نے یہ رقعہ پڑھا... اپنی چادر اوڑھی، چپل پہنے اور اپنے بھائی کے پاس آ کر انہیں منا لیا۔ (ثمرات الاوراق: ۳۰۵)

تم سب نے ہی اس کی تعریف کی

قاضی محمد بن یوسف الازدی اپنے کچھ نائبوں اور دوستوں کیساتھ بیٹھے ہوئے تھے، جن سے وہ کافی انس و محبت رکھتے تھے کہ انکی خدمت میں یمن کا بنا ہوا ایک بیش قیمت کپڑا پیش کیا گیا.. جس کی قیمت انہیں پچاس دینار بتائی گئی، مجلس میں شامل سب ہی لوگوں نے اس کپڑے کو پسند کیا اور اس کی تعریف کی۔

قاضی محمد بن یوسف نے اپنے خادم سے کہا:

اے لڑکے.. ذرا ٹوپیاں بنانے والے کو تو لاؤ

وہ حاضر خدمت ہو گیا.. تو قاضی نے اس سے کہا:

اس کپڑے کو کاٹ کاٹ کر اس کی ٹوپیاں بنا ڈالو.. اور یہاں بیٹھے ہوئے ہمارے سب ہی دوستوں میں ایک ایک ٹوپی بانٹ دو۔

پھر اپنے دوست احباب کی طرف متوجہ ہو کر بولے:

بھئی تم سب نے ہی اس کپڑے کو پسند کیا اور اس کی تعریف کی، اگر کوئی ایک ایسا کرتا تو میں یہ کپڑا اسے ہدیہ کے طور پر دے دیتا، مگر جب تم سب کی مشترکہ پسند دیکھی تو میرے پاس اس کے علاوہ اور کوئی طریقہ نہیں تھا کہ تم سب کو اس میں سے کچھ نہ کچھ ملتا۔ (نشوار المحاضرۃ:۳۹۰۲۱)

میں کیا کروں؟

حسن بن عیسیٰ نیشاپوری کہتے ہیں کہ: میں نے عبداللہ بن المبارک[1] سے ایک مرتبہ دریافت کیا کہ میرا پڑوسی آکر میرے بیٹے کی شکایت کرتا ہے، کہ اس نے اس کیساتھ کوئی شرارت کی ہے، جبکہ میرا بیٹا انکار کرتا ہے کہ اس نے ایسا نہیں کیا، اب اگر مارتا ہوں تو یہ خیال آتا ہے کہ کہیں وہ واقعی بے قصور نہ ہو، اور اگر اسے بغیر کچھ کہے سنے چھوڑ دیتا ہوں، تو خیال آتا ہے کہ میرے پڑوسی کو دکھ ہوگا، تو بتائیے کہ آخر میں کیا کروں؟

توانھوں نے جواب دیا: تمہارا بیٹا کبھی تو ایسی حرکت ضرور کرے گا جس پر اسے سرزنش کی جائے، تو اسوقت اسے کچھ نہ کہو.. اور چپ ہو جاؤ، پھر جب کسی موقع پر تمہارا پڑوسی اس کی شکایت لیکر تمہارے پاس آئے تو اسے اس گذرے ہوئے واقعہ پر سرزنش کرو اور پٹائی کرو.. یوں تمہارا پڑوسی بھی خوش ہو جائیگا اور اس کی کی ہوئی شرارت کی اُسے سزا بھی مل جائے گی۔ (المنتقی من مکارم الاخلاق: ۵۸)

میں نے ساری دولت اس پر خرچ کردی

کہاجاتا ہے کہ: فردخ اباعبدالرحمٰن (ابا ربیعۃ): بنوامیہ کے دور حکومت میں خراسان جانے والی فوج کے ساتھ غازی بن کر روانہ ہوئے تو ان کی اہلیہ حاملہ تھیں، انھوں نے اپنی بیوی کے پاس تیس ہزار دینار چھوڑے اور جہاد پر روانہ ہوگئے اس کے بعد ستائیس سال کے طویل عرصہ کے بعد وہ مدینہ واپس لوٹے تو اپنے گھوڑے پر سوار

[1] عبداللہ بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے عالم، فقیہ، اور زاہد گذرے ہیں اور علم وفضل میں انہیں بڑا بلند مقام حاصل تھا!!

تھے اور ان کے ہاتھ میں ایک نیزہ تھا.. گھر کے پاس پہنچ کر وہ اپنے گھوڑے پر سے اترے اور ہاتھ میں نیزہ سنبھال کر بڑھے ہی تھے کہ ان کے بیٹے (ربیعہ) گھر سے باہر نکلے اور بولے :

اے دشمن خدا کیا میرے گھر پر حملہ کرنا چاہتا ہے ؟

تو انہوں نے جواب دیا نہیں اور بولے :بلکہ اے دشمنِ خدا تو نے میرے گھر کی حرمت کو پامال کیا ہے۔

اور یہ کہہ کر دونوں آپس میں گتھم گتھا ہو گئے.. یہ منظر دیکھ کر پاس پڑوس والے جمع ہو گئے.. اور یہ اطلاع مالک بن انسؒ تک پہنچی تو وہ اور دوسرے لوگ ربیعہ کی مدد کی نیت سے وہاں پہنچ گئے، تو انہوں نے ربیعہ کو کہتے ہوئے سنا۔

قسم خدا کی تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا.. جب تک کہ سلطان کے پاس نہ لے جاؤں۔

تو جواب میں فروخ نے کہا: قسم خدا کی میں بھی تجھے سلطان کے پاس لے جائے بغیر نہ چھوڑوں گا.. تو میری بیوی کے ساتھ کیسے رہ رہا ہے ؟اور یوں اچھا خاصہ ہنگامہ برپا ہو گیا.. مگر جیسے ہی مجمع کی نظر مالکؒ پر پڑی، سب ایک دم خاموش ہو گئے، اور مالکؒ کہنے لگے :۔

اے بزرگوار! کیا آپ کا اس گھر کے علاوہ اور کوئی ٹھکانہ ہے ؟ تو فروخ بولا۔

یہ میرا گھر اور میں بنی فلاں کا خادم فروخ ہوں.. جیسے ہی ان کی بیوی نے یہ سنا ایک دم باہر نکل کر آئیں اور بولیں :

یہ میرے شوہر ہیں.. اور یہ میرا بیٹا ہے جس کو آپ اس وقت چھوڑ کر گئے تھے جب یہ میرے پیٹ میں تھا.. یہ سنتے ہی دونوں باپ بیٹے گلے مل کر رونے لگے، پھر جب فروخ گھر میں داخل ہوئے تو پوچھا : یہ میرا بیٹا ہے ؟ان کی بیوی نے جواب دیا : جی.. تو فروخ نے کہا : ذرا وہ پیسے نکالو جو میں تمہارے پاس چھوڑ کر گیا تھا.. اور یہ میرے پاس چار ہزار دینار ہیں.. تو ان کی بیوی نے جواب دیا :وہ پیسے میں نے ایک جگہ دفن کر رکھے ہیں.. کچھ دن بعد نکال کر دوں گی۔

اس کے بعد ربیعہ مسجد کیلئے نکلے اور اپنے حلقے میں جا کر بیٹھ گئے۔ان کے بیٹھتے ہی مالک بن انسؒ، حسن بن زیدؒ اور مدینہ کے معزز حضرات آکر ان کے چاروں طرف بیٹھ گئے۔

ادھر فرخ کی بیوی نے ان سے کہا: جایئے اور مسجد رسول ﷺ میں جاکر نماز ادا کیجئے.. وہ مسجد آئے اور نماز پڑھی، نماز سے فارغ ہونے کے بعد ان کی نظر ایک حلقہ پر پڑی جہاں بہت سے لوگ جمع تھے.. وہ بھی ادھر ہو لیئے اور دیکھنے لگے، لوگوں نے ان کے لئے جگہ بنائی، ربیعہؒ نے اپنے سر جھکا لیا اور ایسے ظاہر کیا جیسے انہوں نے اپنے والد کو نہ دیکھا ہو، انہوں نے سر پر ٹوپی پہن رکھی تھی۔ ان کے والد کو ان پر شک گزرا، تو انہوں نے کسی سے پوچھا کہ یہ آدمی کون ہے؟ تو جواب ملا:

یہ ربیعہ بن ابی عبد اللہ ہیں، تو انکے والد بولے:

اللہ تعالیٰ نے میرے بیٹے کو بڑا بلند مقام عطا فرمایا ہے.. پھر وہ اپنے گھر واپس آئے اور اپنی بیوی سے بولے:

آج میں نے تمہارے بیٹے کو اس حال میں دیکھا ہے کہ جس میں بڑے سے بڑے عالم اور فقیہ کو بھی نہ دیکھا ہوگا۔

تو ان کی بیوی کہنے لگیں: آپ کو کیا زیادہ عزیز ہے.. تیس ہزار دینار یا وہ عزت اور مرتبہ جو آج آپ کے بیٹے کو حاصل ہے؟

تو انہوں نے بے ساختہ جواب دیا: قسم خدا کی مجھے یہ زیادہ عزیز ہے.. تو انکی بیوی نے کہا:

میں نے وہ ساری دولت اُس پر خرچ کر دی، تو فروخ نے کہا: قسم خدا کی تم نے اُسے ضائع نہیں کیا۔ (تاریخ بغداد: ۸ / ۴۲۱)

مؤمن دو اندیشوں کے درمیان

حسن بصریؒ[1] نے فرمایا:

مومن کی صبح ہوتی ہے تو وہ غمگین ہوتا ہے، شام ہوتی ہے تو وہ غمگین ہوتا ہے اور اسکے علاوہ اس کے پاس کوئی چارہ نہیں، کیونکہ وہ دو اندیشوں کے بیچ گھرا رہتا ہے: ایک اندیشہ اس کے دل میں اس گناہ کے بارے میں رہتا ہے جو گذر چکا ہوتا ہے کہ نہ جانے حق تعالیٰ اس سلسلے میں کیا معاملہ فرمائیں گے اور دوسرا اندیشہ آنے والے اجل محتوم

---

[1]: حسن بن یسار البصریؒ: تابعی اور فقیہ تھے، انکی گفتگو انبیاء کرام سے مشابہ تھی!!

کا.. کہ نہ جانے کیا کیا ہلاکتیں اس کے نصیب میں ہوں گی۔ (التذکرۃ الحمدونیۃ: ۱۵۶)

وہ دعا کرتے جا رہے تھے اور آنکھیں برس رہیں تھیں

ابن سعدؒ نے سائب بن یزیدؒ سے نقل فرمایا ہے کہ وہ کہتے ہیں: وہ سال مسلمانوں پر بڑا شدید اور تنگی وقحط سالی کا سال تھا، جب ایک روز میں نے حضرت عمر بن الخطابؓ کو اس حال میں دیکھا کہ ان کے کپڑے بوسیدہ تھے، انکی چادر بمشکل ان کے گھٹنوں تک پہنچ رہی تھی، اور وہ نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ گڑ گڑاتے ہوئے، بلند آواز میں استغفار پڑھ رہے تھے انکی آنکھیں ان کے گالوں پر آنسوؤں کی برسات کر رہی تھیں اور ان کے داہنے ہاتھ پر عباس بن عبد المطلبؓ کھڑے تھے۔

اُس روز انہوں نے جو دعا مانگی تو قبلہ رخ کھڑے ہوئے اور اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کے اپنے پروردگار کے سامنے گڑ گڑانے لگے، تو لوگ بھی ان کے ساتھ دعا میں شریک ہو گئے، پھر انہوں نے حضرت عباسؓ کا ہاتھ تھاما اور گویا ہوئے! **اللّٰھم**... ہم آپ کے حضور عمِ رسولﷺ کے وسیلہ سے آپ سے شفاعت طلب کر رہے ہیں، حضرت عباسؓ ان کے پہلو میں کھڑے (آمین) کہتے رہے، دعا کرتے رہے اور ان کی آنکھیں اشکوں کی برسات کرتی رہیں۔ (قبسات من حياة الصحابة: ٢٥)

تمہارے ایمان کی حقیقت کیا ہے

علقمہ بن الحارثؓ فرماتے ہیں:

میں اور میری قوم کے سات افراد رسول اللہﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے.. اور انہیں سلام کیا، تو آپﷺ نے جواب دیا، پھر ہم نے آپﷺ سے گفتگو کی تو آپﷺ کو ہماری گفتگو اچھی لگی اور انہوں نے فرمایا: کون ہو تم لوگ؟

تو ہم نے جواب دیا:

مؤمن ہیں!!

تو آپﷺ نے فرمایا: ہر قول کی حقیقت ہوتی ہے تو تم لوگوں کے ایمان کی کیا حقیقت ہے؟

تو ہم نے جواب دیا: پندرہ خوبیاں، جن میں سے پانچ کا آپ نے ہمیں حکم دیا، اور پانچ کا آپ کے ارسال کردہ قاصدوں نے ہمیں حکم دیا اور پانچ پر ہم لوگ زمانۂ جاہلیت سے کاربند رہے ہیں اور اب تک اُن پر عمل کرتے ہیں، جب تک آپ ہمیں ان سے نہ روک دیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ پانچ کیا ہیں جن کا میں نے تم لوگوں کو حکم دیا؟

ہم نے جواب دیا: آپ نے ہمیں حکم دیا کہ ہم ایمان لائیں، اللہ تعالیٰ پر، اسکے فرشتوں پر، اس کی نازل کردہ کتابوں پر، اس کے ارسال کردہ پیغمبروں پر اور اچھی اور بری تقدیر پر۔

تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا اور وہ پانچ کیا ہیں جن کا حکم تمہیں میرے قاصدوں نے دیا؟

ہم نے کہا: آپ کے قاصدوں نے ہمیں حکم دیا کہ ہم گواہی دیں، کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اور آپ اس کے بندے اور رسول ہیں نمازیں ادا کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان کے روزے رکھیں اور اگر استطاعت ہو تو فریضۂ حج کی ادائیگی کریں۔

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اور وہ خوبیاں کون سی ہیں، جن پر تم لوگ زمانۂ جاہلیت سے عمل کرتے رہے ہو؟

تو ہم نے کہا:

خوشحالی میں شکر ادا کرنا، آزمائش میں صبر کرنا، وقت ملاقات صدق دل سے ملنا، قضا و قدر پر راضی رہنا اور اگر دشمنوں پر کوئی مصیبت نازل ہو جائے تو ان کو طعنے نہ دینا۔ تو نبی ﷺ نے فرمایا: ادیب فقہاء، عظیم الشان خوبیوں کی وجہ سے، نبی ہوتے ہوتے رہ گئے۔

پھر فرمایا:

اور میں تمہیں پانچ باتوں کی نصیحت کرتا ہوں، تاکہ اللہ تعالیٰ، تم لوگوں کی خوبیوں کی تکمیل فرمادیں: جو کچھ تم نہ کھاؤ، اسے ذخیرہ مت کرو، ایسے گھروں کی تعمیر مت کرو، جس میں تم رہائش اختیار نہ کرو، جن کو کل تم چھوڑ جاؤ گے، اس اللہ کا تقویٰ اختیار کرو جس کے پاس تمہیں واپس جانا ہے اور جس کے حضور حاضر ہونا ہے اور اُس چیز میں

رغبت پیدا کرو جہاں تمہیں جانا ہے اور ہمیشہ رہنا ہے۔ (رواہ الحاکم)

ڈرتے ڈرتے چلے تاکہ میں جاگ نہ جاؤں

قاضی یحییٰ بن اکثم[1] رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک رات، جب کہ میں خلیفہ مامون الرشید کے یہاں سو رہا تھا، انہیں پیاس لگی، مگر میری نیند خراب ہونے کے ڈر سے انہوں نے اپنے خادم کو بھی آواز نہیں دی کہ وہ انہیں پانی پلا دے، پھر میں نے دیکھا کہ وہ اٹھے اور اپنے پنجوں کے بل چلتے ہوئے پانی کی صراحی تک پہنچے ان کے اور پانی کی صراحی کے درمیان تقریباً تین سو قدم کا فاصلہ تھا، جو انہوں نے طے کیا، پھر وہاں پہنچ کر پانی پیا اور پنجوں کے بل چلتے ہوئے واپس پلٹے، جب میرے بستر کے قریب پہنچے تو ڈرتے ڈرتے آگے بڑھے، تاکہ میری آنکھ نہ کھل جائے، یہاں تک کہ وہ اپنے بستر تک پہنچ گئے۔ (ثمرات الاوراق: ۲۴۸)

حسب، نسب پر فخر مت کرو

محمد بن عبد اللہ البغدادیؒ نے فرمایا:۔

اے نسب پر فخر کرنے والو
لوگوں کی اصل، ماں اور باپ ہیں
کیا وہ چاندی سے پیدا کیے گئے
یا لوہا، پیتل اور سونے سے
کیا فضلیت کی بنیاد انکی خلقت ہے
جو ہڈی، گوشت، پٹھے کے سوا کچھ بھی نہیں
برتری کی بنیاد ہے حلم وبردباری
اخلاق کریمہ، ادب ودینداری

---

[1] قاضی یحییٰ بن اکثم، اپنے زمانے کے مشہور ترین، ذہین قاضی تھے، سچے عالم اور فقیہ تھے، خلیفہ مامون الرشید کے قاضی تھے۔

نازو ہی جو اس بنیاد پر کیا جائے
اسی طرح فخر نسب پر غالب ہو جائے (روضۃ العقلاء: ۲۲۰)

اللہ تعالیٰ انہیں جنت میں ملا دیتا ہے

ام سلمہؓ نے ایک روز ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے کہا:
مجھے پتہ چلا ہے کہ ہر وہ عورت جسکے شوہر کا انتقال ہو جائے اور وہ شوہر جنتی ہو اور پھر وہ عورت دوبارہ شادی نہ کرے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کو جنت میں ملا دیتے ہیں۔ اس لیئے آیئے ہم دونوں عہد کریں کہ نہ آپ میرے بعد شادی کریں گے اور نہ میں آپ کے بعد شادی کروں گی، تو ابی سلمہ رضی اللہ عنہ بولے:
کیا تم میرا کہنا مانو گی؟ تو ام سلمہؓ نے جواب دیا:
جی، تو وہ بولے: اگر میرا انتقال ہو جائے تو تم شادی کر لینا اور پھر دعا کی کہ ام سلمہؓ کو میرے بعد، مجھ سے بہتر شوہر عطا فرما، جو اسے نہ کوئی اذیت دے نہ غم، تو جب ابی سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہو گیا تو ام سلمہؓ نے کہا: ابی سلمہ رضی اللہ عنہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟
پھر کچھ ہی عرصہ بعد نبی ﷺ ان کے گھر تشریف لائے اور ان کے بھتیجے یا بیٹے کے ذریعہ انہیں نکاح کا پیغام بھجوایا، تو ام سلمہؓ نے کہا:
میں رسول اللہ ﷺ کو جواب دوں گی یا اپنے بچوں کو لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوں گی۔
پھر اگلے دن نبی کریم ﷺ پھر تشریف لائے اور انہیں پیغام دیا، تو انہوں نے پھر وہی جواب دیا، اور پھر اپنے ولی سے بولیں:
اگر رسول اللہ ﷺ دوبارہ تشریف لائیں تو ہاں کر دیجئے گا، نبی کریم ﷺ پھر تشریف لائے اور پھر ان سے نکاح کر لیا۔

(سیر اعلام النبلاء: ۲/۲۰۳، طبقات ابن سعد: ۸/۸۸)

ان کے پاس ہر طرح کا علم تھا

ابی موسی لاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جب بھی کسی حدیث کے بارے میں اصحاب

رسول اللہ ﷺ کے درمیان اشکال پیدا ہوتا تھا تو ہم لوگ حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کرتے تھے اور انکے پاس ہر سوال کا جواب اور علم موجود ہوتا تھا۔ (رواہ الترمذی)

ان سے بہتر کوئی نہ دیکھا

حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا:

زینب بنت جحشؓ، رسول اللہ ﷺ کی نظروں میں میری ہم مرتبہ اور ہم مقام تھیں، کہ دینداری میں زینبؓ سے بہتر کوئی عورت نہ دیکھی، وہ تقویٰ اللہ میں سب سے بڑھ کر، گفتگو میں سب سے زیادہ سچی، صلہ رحمی میں سب سے آگے، صدقہ دینے میں سب سے بڑھ کر تھیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہوں۔ (رواہ مسلم)

اہل معروف اور اہل منکر / نیکوکار اور گناہگار

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ فرمایا آنحضرت ﷺ نے:

جو لوگ دنیا میں نیکوکار ہوں گے، وہ آخرت میں بھی نیکوکار ہوں گے اور جو لوگ دنیا میں گناہ گار ہوں گے وہ آخرت میں بھی گناہ گار ہوں گے، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز نیکی کو ایک مسلمان آدمی کی صورت میں بھیجیں گے، جو اس وقت اپنے مالک کے پاس آئے گا اور کہے گا:

اے اللہ کے ولی تمہارے لیئے اللہ تعالیٰ کے امان اور ان کی عزت افزائی کی بشارت ہے، قیامت کی ہولناکیاں دیکھ کر ڈر نہ جانا اور اس طرح وہ اس سے کہتا رہے گا: اس سے خبر دار رہنا، اس سے بچ کر رہنا، یہاں تک کہ اس کا ڈر دور ہو جائے گا، اور وہ اسے لے کر پل صراط پار کرے گا، پل صراط پار کرنے کے بعد اللہ کا ولی اسے ساتھ لیکر جنت کی منازل طے کرے گا، پھر جب آدمی کی صورت میں وہ نیکی مڑ کر واپس جانے لگے گی تو اللہ کا ولی اس کا دامن تھام لے گا اور پوچھے گا:

اے اللہ کے بندے تم کون ہو؟ قیامت کی ہولناکیوں میں سب لوگوں نے مجھے مایوس کیا علاوہ تمہارے، تو تم کون ہو؟ تو وہ جواب میں کہے گا: کیا تم مجھے نہیں جانتے؟ تو وہ جواب دے گا: نہیں، تو وہ کہے گا: میں وہ نیکی ہوں جو تم نے دنیا میں

کی تھی، اللہ تعالیٰ نے مجھے آدمی کی صورت بھیجا ہے، تا کہ قیامت کے روز میں اس نیکی کا صلہ تمہیں دے سکوں۔ (رواہ البخاری فی الادب والبیھقی فی السنن)

میری مراد تم سے ہے کہ سن لو اے پڑوسن

سہل بن مالک الفزاری، نعمان بن منذر سے ملنے کی غرض سے روانہ ہوئے، دورانِ سفر طیؑ قبیلہ کے علاقے سے گذر ہوا، تو انہوں نے یہاں کے سردار کے بارے میں پوچھا، انہیں بتایا گیا کہ اس کا نام حارثہ بن لاؔم ہے، وہ اس کے گھر کی طرف چل دیئے، مگر وہ گھر پر موجود نہیں تھا تو اس کی بہن نے کہا:

آیئے تشریف لایئے اور ان کی خوب خاطر مدارت کی، جیسے ہی وہ اپنے خیمہ سے باہر آئی تو یہ اسے دیکھتے رہ گئے۔ وہ اپنے زمانے کی حسین ترین اور مکمل ترین خاتون تھی، جو اپنے قبیلوں کی عورتوں کی سردار اور پاکیزگی اور عفت کی اعلیٰ مثال تھی، وہ اسے دیکھتے ہی دل دے بیٹھے، مگر ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ وہ کس طرح اس تک اپنے دل کی بات پہنچائیں؟

مگر ایک روز جب وہ خیمہ کے باہر صحن میں بیٹھے ہوئے تھے اور وہ خیمہ کے اندر تھی، وہ گنگنانے لگے:

اے صحرا نشین، بہادر کی پاکیزہ صفت بہن
کیسا لگا ہے تم کو فزارہ کا نوجواں
جو دے بیٹھا ہے دل اک آزاد حسینہ کو
میری مراد تم سے ہے کہ سن لو اے پڑوسن

انکے یہ اشعار سن کر وہ سمجھ گئی کہ وہ اسے ہی یہ سب سنا رہے ہیں، فوراً بولی:

کیا ہو گیا ہے عقلِ راجح رکھنے والے انسان کو، جو حسب نسب میں اعلیٰ ہیں ادب و اخلاق کے حامل ہیں؟ جب تک رہنا ہے عزت سے رہیئے اور جب جانا چاہیں سلامتی کے ساتھ جایئے۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ اس نے انکے اشعار کا جواب بھی اشعار کے ذریعہ دیا:

کہتی ہوں جو، سن لو اے فزارہ کے نوجوان
نہ بدکار ہوں میں، نہ کسی شوہر کا ہے ارمان
چاہتی نہیں ہوں اپنے گھر والوں کو چھوڑنا
تم جاؤ اپنے گھر تمہارا اللہ نگہبان

سہل یہ سن کر شرمندہ ہو گئے اور بولے:

میں نے یہ سب کسی بری نیت سے نہیں کہا تھا.. آپ مجھے غلط سمجھیں، تو وہ بولی:

تم نے ٹھیک کہا، شاید وہ بھی اپنی جلد بازی اور ان پر تہمت لگانے کی وجہ سے شرمندہ ہو گئی تھی، پھر وہ وہاں سے روانہ ہو گئے اور جب نعمان کے پاس پہنچے تو اس نے ان کی خوب خاطر تواضع کی اور اکرام کیا۔

جب وہ وہاں سے واپس ہوئے تو پھر اس لڑکی کے بھائی کے یہاں قیام کیا، اسی قیام کے دوران لڑکی نے ان کو دیکھ لیا، وہ ایک خوبرو نوجوان تھے، وہ بھی ان سے متاثر ہو گئی اور انہیں پیغام بھیجوایا کہ اگر تم نے کبھی مجھے اپنانے کا سوچا ہو تو مجھ سے شادی کا پیغام بھیجوادو، کہ اب میں بھی وہی چاہتی ہوں، جو تم چاہتے ہو اور پھر انہوں نے اس کو پیغام بھیجوایا اور شادی کر کے اپنے وطن لے گئے۔ (مجمع الامثال: ۳۲/۱)

اگر خدا کی طرف بلائیں گے تو ہم ان کی دعوت قبول کریں گے

روایت ہے کہ جب حجاج بن یوسف نے عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کو محاصرہ میں رکھا ہوا تھا تو ابن عمر رضی اللہ عنہ ابنِ زبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز پڑھا کرتے تھے، مگر کبھی ایسا بھی ہوتا تھا کہ انہیں ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ نماز نہیں ملتی تھی اور ان کے کانوں میں حجاج بن یوسف کے مؤذن کی آواز پڑتی تھی تو وہ ان کے ساتھ جا کر نماز پڑھ لیتے تھے، تو ان سے کہا گیا:

آپ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی نماز پڑھتے ہیں اور حجاج بن یوسف کے ساتھ بھی؟

تو انہوں نے جواب دیا:

اگر وہ ہمیں خدا کی طرف بلائیں گے تو ہم انکی دعوت قبول کریں گے، اور اگر

شیطان کی طرف بلائیں گے تو ہم انہیں چھوڑ دیں گے، وہ ابن الزبیر رضی اللہ عنہ کو بھی خلافت طلب کرنے سے روکتے تھے۔ (العزلة ۷۷)

زہد کی حقیقت

یونس بن میسرۃ الجبلانی رحمہ اللہ [1] فرماتے ہیں:

دنیا سے بے رغبتی کا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ حلال کو حرام کرلیا جائے، یا مال و دولت لٹا دیئے جائیں، بلکہ حقیقی زہد کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ کی دسترس میں موجود چیز پر تمہیں اپنے ہاتھ میں موجود چیز سے زیادہ اعتماد اور یقین ہو، وقتِ مصیبت تمہارا حال وہی ہونا چاہیئے جو اس وقت ہوتا، اگر یہ مصیبت تم پر نہ آئی ہوتی اور یہ کہ تمہاری مذمت کرنے والا اور تعریف کرنے والا سچائی میں برابر ہوں۔ (الزہد: ۲۰)

ضرورتیں پوری کرنے میں پہل کرنا

جب سعید بن العاص رضی اللہ عنہ [2] کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بعد میرے بھائیوں کو مت کھو دینا ان کے ساتھ وہی رویہ رکھنا جو میں ان کے ساتھ رکھتا تھا اور وہی کرنا جو میں کرتا تھا اور ایسی نوبت مت آنے دینا کہ وہ تمہارے آگے دستِ حاجت دراز کریں، کہ جب کوئی آدمی اپنی کسی ضرورت کا ذکر کرتا ہے تو وہ بہت گھبرایا ہوا اور شرمسار ہوتا ہے اس کی زبان لڑکھڑاتی ہے اور ضرورت اس کے چہرے سے جھلکتی ہے، ان کے سوال کرنے سے پہلے ان کی ضرورت پوری کر دو۔ میں نہیں سمجھتا کہ کوئی آدمی جو ضرورت مند ہو اور رات بھر پریشانی سے اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا ہو اور پھر وہ آ کر تم سے اپنی ضرورت پوری

۱۔ یونس بن میسرہ: دمشق کے عالم تھے اور جامع مسجد میں قرآن کی تعلیم دیا کرتے تھے۔ زہد و معرفت میں ان کے بڑے نافع اقوال ہیں، ۱۳۲ھ میں وفات پائی۔

۲۔ سعید بن العاص الاموی! صحابیوں میں شمار ہوتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے وصال کے وقت انکی عمر نو سال تھی، عثمان غنیؓ کے دورِ خلافت میں کوفہ کے گورنر تھے اور معاویہؓ کے دور میں مدینہ منورہ کے گورنر بنے۔ ۵۸ھ میں انہوں نے وفات پائی۔

کرنے کا مطالبہ کرتا ہو، کہ اس کی ضرورت پوری ہو کر بھی پوری ہوتی ہو، کہ اسے ایک ضرورت کیلئے اتنا شرمندہ ہونا پڑتا ہے، اسی لئے اس سے پہلے کہ وہ تمہارے پاس آکر سوال کریں، تم انکی ضرورتیں پوری کرنے میں پہل کرو۔ (کتاب الاخوان: ۲۲۳)

انسان سے بہتر کچھ نہیں

روایت ہے: کہ عیسیٰ بن موسیٰ اپنی بیوی سے بے پناہ محبت کرتا تھا، ایک دن اس نے اپنی بیوی سے کہا: طلاق ہے تم پر اگر تم چاند سے زیادہ حسین نہ ہوئیں۔

ان کی بیوی اٹھی اور ان سے پردہ کر لیا، اور کہنے لگیں تم نے مجھے طلاق دے دی۔

وہ رات دونوں پر بہت بھاری گزری، پھر جیسے ہی صبح ہوئی، وہ خلیفہ "المنصور" کے پاس پہنچا اور انہیں ساری بات بتائی، اور کہنے لگا: یا امیر المؤمنین، اگر اسے واقعی طلاق واقع ہو گئی تو رنج و غم مجھے گھیر لیں گے اور موت مجھے زندگی سے زیادہ عزیز ہو گی، اس کی یہ حالت دیکھ کر خلیفہ "المنصور" نے فقہاء کو بلوایا اور ان سے اس مسئلہ کا فتویٰ معلوم کیا، تو فقہاء نے فتویٰ دیا کہ اس کی بیوی کو طلاق ہو گئی، . . علاوہ ایک آدمی کے جو امام ابو حنیفہؒ کے ساتھیوں میں سے تھے، وہ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا، تو خلیفہ "المنصور" نے ان سے کہا آپ کیوں نہیں بول رہے؟

تو انہوں نے یہ آیت پڑھی

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ ۝ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْأَمِيْنِ ۝ لَقَدْ خَلَقْنَا الْإِنْسَانَ فِيْٓ أَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝

انجیر کی قسم اور زیتون کی اور طور سینین کی اور اس امن والے شہر کی، کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ . . .

اور آیت پڑھنے کے بعد فرمایا:

لہٰذا یہ ثابت ہو گیا کہ انسان سے زیادہ بہتر اور خوبصورت کوئی چیز نہیں۔

تو خلیفہ "المنصور" نے (عیسیٰ بن موسیٰ) سے کہا

اللہ تعالیٰ نے تمہاری مشکل آسان فرمادی اور فیصلہ وہی ہے جو انہوں نے کیا،

جاؤ اپنی بیوی کولے آؤ اور پھر اس کی بیوی کو پیغام بھیجا یا کہ

جاؤ اپنے شوہر کی اطاعت کرو، اس نے تمہیں طلاق نہیں دی (یعنی طلاق واقع نہیں ہوئی)۔ (الفرج بعد الشدة: ٤ ٣٧٧)

تم لوگ کہاں جاتے ہو

جنگ یرموک کے دوران، جب کچھ مسلمان شہسوار (جن میں ابو سفیان رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے) پیچھے ہٹ کر، ان مسلمان خواتین کے پاس پہنچے جو پچھلی صفوں میں موجود تھیں، (جن میں ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی بھی شامل تھیں) اور ان خواتین کو پتہ چلا کہ یہ لوگ اگلی صفوں سے بھاگ کر پیچھے پلٹے ہیں، تو سب نے مل کر بلند آواز میں انہیں مخاطب کیا اور بولیں: اے بہادر شہسوارو! کہاں جاتے ہو بھاگ کر؟ خدا کے سپاہیوں سے کہاں چھپو گے؟ اللہ تعالیٰ تمہارے پل پل کی خبر رکھتا ہے، اس کا خوف کرو۔

پھر ابو سفیان رضی اللہ عنہ کی بیوی ھند نے لکڑی کی ایک میخ اٹھائی جس کے ذریعہ خیمہ نصب کیا جاتا ہے اور اس سے اپنے شوہر کے گھوڑے کے سر پر وار کیا اور بولیں: اے ابن صخر؟ واپس جاؤ اور دشمن کا مقابلہ کرو، اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربان کر دو، تاکہ پچھلے گناہ معاف ہو جائیں اور یاد کرو وہ دن، جب تم لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف اکسایا کرتے تھے اور کفار و مشرکین کے ساتھ مل کر ان سے جنگ کیا کرتے تھے۔

یہ سن کر ابو سفیان رضی اللہ عنہ واپس پلٹے اور میدان جنگ میں پہنچ کر بڑی بے جگری سے لڑے اور خوب لڑے۔ (قبسات من حياة الرسول : ٧٧)

احسان کے سوا کچھ گوارہ نہ کیا

ابن السماک[1] نے کہا:

اے عظمت والے بڑا مقدس ہے تو، جتنے گناہ میں نے کیے ہیں، اگر ان کے بدلے نیکیاں کرتا تب بھی ان نعمتوں میں جن سے تو نے مجھے نوازا ہے کوئی زیادتی نہ ہوتی

ا۔ ابن سماک بہت بڑے عابد اور واعظ گزرے ہیں۔ زہد، تصوف اور محبت میں ان کا بڑا خوبصورت کلام ہے۔

(یعنی اتنے گناہوں کے باوجود تو نے مجھے اتنی نعمتیں دی ہیں جو مجھے نیکیاں کرنے پر ملتیں) اور تو ہم پر انعام و کرام کی بارش کیئے جاتا ہے، جیسے کہ ہم سے سرزد ہونے والا گناہ، گناہ نہ ہو نیکی ہو، نہ ہی ہمارے گناہوں کی کثرت کے باوجود ہم پر احسان کرنا چھوڑتا ہے اور نہ ہی ہم تیرے کرم واحسان کی کثرت کے باوجود گناہ کرنا چھوڑتے ہیں، تجھے احسان کے سوا کچھ گوارہ نہیں اور ہمیں گناہوں اور جراتوں کے سوا کچھ سوجھتا نہیں، کون ہے جو تیری نعمتوں کا حساب کر سکتا ہے، تیرے کرم واحسان پر تیرا شکر ادا کر سکتا ہے، علاوہ اس کے جسے تو توفیق دے؟۔

میں نے اطاعت گذاروں کی اطاعت کے بارے میں سوچا، تو میں نے دیکھا کہ تیری رحمت ان کی اطاعت پر سبقت لے جاتی ہے (یعنی ان کے اطاعت کرنے سے پہلے ہی تیری رحمت ان پر نازل ہو جاتی ہے) اور اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ اس مقام تک کبھی نہ پہنچ سکتے؟۔

سو ہم تجھ سے تیری وہ رحمت طلب کرتے ہیں جو اطاعت گذاروں کی اطاعت سے پہلے ان پر نازل ہو جاتی ہے، جیسے کہ تو گناہگاروں کے گناہوں کے باوجود ان کو نوازتا رہتا ہے۔ (حسن الظن باللہ: ۸۰)

اگر معاف کر دیں گے تو اس کی نظیر نہیں ملے گی

خلیفہ مامون الرشید نے ابراہیم بن المہدی سے کہا:

میں نے تمہارے بارے میں سب کی رائے لی تو انہوں نے مجھے تمہارے قتل کا مشورہ دیا، مگر میں نے دیکھا کہ تمہاری قدر و منزلت تمہارے گناہ سے بڑھ کر ہے، اس لیے تمہیں قتل کرنا مجھے گوارہ نہ ہوا۔

تو اس نے جواب دیا:

اے امیر المؤمنین! مشیر نے تو آپ کو وہ مشورہ دیا جو سیاست میں رائج و معروف ہے، الا یہ کہ آپ نے اپنے عفو و در گذر والے مزاج کی بنا پر وہ مشورہ رد کر دیا، کیونکہ اگر آپ سزا دیتے تو یہ کوئی خاص بات نہ ہوتی اور اس کی بہت سی مثالیں مل جاتیں، مگر، اگر آپ معاف کر دیں تو آپ کی نظیر نہیں ملے گی اور پھر یہ اشعار پڑھے:

آپ کی نیک دلی نے مجھے معاف کروادیا
میں نے برا کیا مگر آپ نے مجھے بخش دیا
مجھ سے آپ کی واقفیت نے میری سفارش کی
کسی ایماندار، سچے گواہ کی طرح
گر آپ کے احسان کا برائی سے دوں جواب
آپ کے کرم سے زیادہ ملامت کا رہوں حقدار
آپ معاف کریں یا سزا دیں انصاف کرتے ہیں
انتقام لینے سے زیادہ معاف کرتے ہیں

(ادب الدنیا والدین: ۲۵۲)

اے بڑھاپے خوش آمدید

اے بڑھاپے خوش آمدید و مرحبا
آنے والے مہمان تجھ کو مرحبا
تو نے مٹا دی ہر جہالت اور دیا مجھ کو وقار
خوبیاں مجھ کو عطا کیں اور بنایا نیکو کار
بن گیا میں متقی، ہونے لگا میرا اکرام
ہر کوئی کرنے لگا میری عزت احترام
نوجواں دینے لگے، مجھ کو رتبہ اور مقام
جبکہ، اے بڑھاپے تجھ سے پہلے نہیں تھا میرا کوئی نام
جیسے ہی آتا ہوں میں، سب کھڑے ہو جاتے ہیں
بزرگی کی تعظیم میں، آداب بجا لاتے ہیں
میری بات کو سچ جانتے ہیں سب
جو بھی میں کہتا ہوں اسے مانتے ہیں سب

(نہایۃ الادب ۲۲۲)

وہ میری بہن ہے جو رات کو زندگی بخشتی ہے

ایک شخص اپنا واقعہ سناتے ہوئے کہتا ہے:

میں یمن جا رہا تھا کہ راستے میں مجھے ایک لڑکا دکھائی دیا جس کے دونوں کانوں میں بُندے تھے اور ہر بندے میں ایک نگ لگا ہوا تھا جس کی چمک اور روشنی سے اس لڑکے کا چہرہ جگمگا رہا تھا اور وہ اشعار کے ذریعہ اپنے پروردگار کی تمجید و تعریف میں مصروف تھا، میں نے سنا وہ کہہ رہا تھا:

آسماں کے بادشاہ میرا فخر ہے تو
تجھ سے کچھ چھپتا نہیں کہ عزیز القدر ہے تو

میں اس کے نزدیک گیا اور سلام کیا تو وہ بولا:

میں اس وقت تک تمہارے سلام کا جواب نہیں دوں گا جب تک تم میرا وہ حق ادا نہ کر دو گے جو تم پر واجب ہے، میں نے کہا: کون سا حق؟ تو وہ بولا:

میں ایک لڑکا ہوں جو ابراہیم الخلیل کے مذہب پر ہوں اور اس وقت تک کھانا نہیں کھاتا جب تک میل دو میل چل کر مہمان نہ تلاش کر لوں اور یہ میرا روز کا معمول ہے، تو میں اس کا مطلب سمجھ گیا اور اس کی دعوت قبول کر لی۔

اس نے مجھے خوش آمدید کہا اور اپنے ساتھ لیکر چلا آیا یہاں تک کہ ہم ایک خیمہ کے قریب پہنچ گئے، وہاں پہنچ کر اس نے آواز لگائی:

اے بہن، تو خیمہ کے اندر سے ایک لڑکی کی آواز آئی: "لبیک میرے بھائی" اس لڑکے نے کہا: ہمارے اس مہمان کی خاطر تواضع کرو، تو وہ بولی:

ذرا صبر کرو.. پہلے میں اپنے پروردگار کا شکر ادا کر لوں جس نے ہمارے لئے یہ مہمان بھیجا ہے۔

پھر وہ اٹھی اور دو نفل شکرانے کی پڑھیں، پھر وہ لڑکا مجھے خیمے کے اندر لے گیا اور بٹھایا پھر وہ چھری لیکر اپنی بکری کو ذبح کرنے چل دیا۔

میں بیٹھا تو میں نے ایک ایسی لڑکی کو دیکھا جو بے حد حسین اور خوبصورت تھی، میں چوری چوری اسے دیکھتا رہا مگر اس نے میری چوری پکڑ لی اور تنبیہی لہجے میں بولی:

بس کرو، کیا تم تک رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نہیں پہنچا:

زنى العينين النظر

آنکھوں کی زنا کاری دیکھنا ہے

پھر بولی:

میرا مقصد تمہیں ڈانٹنا نہیں بلکہ تہذیب سکھانا ہے تاکہ تم آئندہ ایسا نہ کرو۔

رات ہوئی تو میں اور میزبان لڑکا خیمے کے باہر نکل آئے جبکہ لڑکی خیمے کے اندر رہی اور پوری رات خیمے کے اندر سے قرآن پڑھنے کی آواز آتی رہی، نہایت پر سوز اور خوبصورت آواز۔

جب صبح ہوئی تو میں نے لڑکے سے پوچھا: وہ آواز کس کی تھی؟ تو وہ بولا:

وہ میری بہن ہے جو صبح ہونے تک یونہی رات کو زندگی بخشتی رہتی ہے۔

تو میں نے کہا:

اے لڑکے یہ کام تمہاری بہن سے پہلے تمہیں کرنا چاہئیے تھا کہ تم مرد ہو اور وہ عورت، تو لڑکا مسکراتا ہوا بولا:

کیا تمہیں پتہ نہیں کہ یہ توفیق کی بات ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے اس کام کی توفیق بخش دی جب کہ میں اس کی برابری کرنے میں ناکام ہو گیا۔ (روضة العقلاء، ص ۲۵۹)

اے حارثہ تمہاری صبح کیسی ہوئی؟

ابن عساکر نے نقل کیا، کہ انس رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو، حارث بن مالک رضی اللہ عنہ کو سوتا ہوا پایا، آپ ﷺ نے ان کے پیر ہلاتے ہوئے فرمایا:

اپنا سر اٹھاؤ، تو انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور بولے آپ ﷺ پر میرے ماں باپ فدا ہوں یارسول اللہ، تو آپ ﷺ نے فرمایا: اے حارث تمہاری صبح کیسی ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا: حقیقی ایمان کی حالت میں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

ہر قول کی کوئی نہ کوئی حقیقت ہوتی ہے سو، جو کچھ تم کہ رہے ہو، اس کی حقیقت

کیا ہے ؟۔

تو انہوں نے جواب دیا :

میں نے دنیا سے منہ موڑ لیا، اپنا دن پیاس کی حالت میں گزارا، اپنی رات کو بیدار گیا اور مجھے ایسا لگا، جیسے میں اپنے پروردگار کا عرش دیکھ رہا ہوں اور جیسے کہ میں دیکھ رہا ہوں جنتی لوگ آپس میں ایک دوسرے سے مل رہے ہیں اور دوزخی لوگ تے کر رہے ہیں تو نبی ﷺ نے فرمایا :

تم وہ شخص ہو، کہ جس کا دل اللہ تعالیٰ نے منور کر دیا ہے، تمہیں معرفت حاصل ہوئی ہے، تو اس پر کاربند رہنا۔

اور ایک روایت میں ہے کہ :

انہوں نے کہا : یا رسول اللہ ﷺ میرے لئے شہادت کی دعا کیجئے، تو آپ ﷺ نے دعا فرمائی۔ ان کا کہنا ہے کہ ایک دن اعلان ہوا :

اے خدا کے گھوڑوں، سوار ہو جاؤ! تو وہ پہلے شہہ سوار تھے جو سوار ہوئے اور پہلے شہہ سوار تھے جو شہادت کے مرتبے پر فائز ہوئے۔ (قبسات من حیاۃ الصحابہ : ۱۱)

تقدیر پر ایمان

الولید بن عبادۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

میں عبادہ رضی اللہ عنہ کے پاس گیا وہ بہت بیمار تھے اور موت ان کے بہت قریب تھی، میں نے کہا :

ابا مجھے کوئی وصیت کیجئے، تو وہ بولے : مجھے بٹھاؤ، جب انہیں بٹھا دیا گیا تو وہ کہنے لگے : میرے بیٹے، جب تک تم اچھی یا بری تقدیر پر ایمان نہیں لاؤ گے، تو سمجھو کہ تم نے ایمان کا ذائقہ ہی نہیں چکھا اور نہ ہی معرفت الٰہی کی حقیقت تک پہنچے۔

تو میں نے کہا : ابا جان! مجھے کیونکر پتہ چلے گا کہ اچھی تقدیر کیا ہے اور بری تقدیر کیا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا :

تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ جو کچھ تم سے چوک گیا اور نہیں ملا وہ کبھی تمہارا تھا ہی نہیں اور نہ ہوتا اور جو کچھ تمہیں ملا وہ تم سے چوک ہی نہیں سکتا تھا۔

میرے بیٹے! میں نے رسول اللہ ﷺ کو کہتے ہوئے سنا:

ان اول ما خلق اللّٰہ القلم، ثم قال لہ: اکتب، فجری فی تلک الساعۃ بما ھو کائن الی یوم القیامۃ

بے شک اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے جو پیدا فرمایا وہ قلم تھا، پھر اس سے فرمایا لکھو، تو اس لمحے وہ کچھ ہوا جو قیامت تک ہونے والا ہے۔

اگر تم وفات پا گئے، اس حال میں کہ تم اس عقیدے پر ایمان نہیں رکھتے، تو دوزخ میں جاؤ گے۔ (رواہ احمد فی المسند)

احسان کرنے کا پہلا حق اللہ تعالیٰ کا ہے

جعفر بن محمد کے پاس ایک شخص آیا اور اپنی غربت کا شکوہ کیا، تو جعفر بن محمد نے یہ اشعار پڑھے:

کبھی تنگی اگر آئے، تو تم مایوس مت ہونا
خوشیوں کا طویل عرصہ خدا نے تھا تم کو بخشا
مایوس مت ہونا کبھی بھی، مایوسی کفر ہے
کم میں بھی ہوتی ہے برکت خدا کے حکم سے
خدا کی ذات پر ہمیشہ رکھنا اچھا تم گمان
احسان کرنے کا پہلا حق خدا کا ہے تو مان

وہ آدمی کہنے لگا:

یہ شعر سن کر میری ساری پریشانیاں دور ہو گئیں۔ (الفرج بعد الشدۃ: ۱/۲۹۶)

دوستی کے تقاضے

ابن الحسن الوراق نے ابو عثمان سے دوستی کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا:

اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوستی کا تقاضہ ہے ادب اور رسول اللہ ﷺ سے دوستی کا تقاضہ ہے حصولِ علم اور اتباعِ سنت۔

اولیاء اللہ سے دوستی کا تقاضہ ہے خدمت اور احترام......

اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ دوستی کا تقاضہ ہے خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی کے ساتھ پیش آنا، بات بات پر روک ٹوک یا اعتراض سے بچنا الا یہ کہ ان سے خلاف شریعت کوئی عمل سرزد ہو جائے تو پھر کوئی رعایت نہیں کرنی چاہیے، ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

خُذِ الْعَفْوَ وَأْمُرْ بِالْعُرْفِ (الاعراف ۱۹۹)

عفو اختیار کرو اور نیک کام کرنے کا حکم دو

اور جاہل سے دوستی کا تقاضہ یہ ہے کہ انہیں قابل رحم گردانا جائے اور خدا کی نعمت کی قدر کرنی چاہئے کہ اس ذات نے تمہیں ان جیسا نہیں بنایا، اور دعا کرنا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں جہالت کی مصیبت سے بچائے رکھے۔ (آداب العشرۃ ۲۰)

ریاکاری کا خوف

علی بن الفضیل[1] کہتے ہیں: میرے والد اور ابن المبارکؒ کی (باب بنی شیبہ) پر ملاقات ہو گئی، تو ابن المبارکؒ نے ان سے کہا:

آیئے ابو علی، مسجد میں بیٹھ کر مذاکرہ کرتے ہیں، تو الفضیلؒ نے ان سے کہا:

اگر ہم مسجد میں داخل ہو گئے تو کیا ایسا نہیں ہوگا کہ تم اپنے علم کی عجیب و غریب باتیں مجھے بتاؤ گے اور میں اپنے علم کی عجیب و غریب باتیں تمہیں سناؤں گا؟ تو ابن المبارکؒ نے جواب دیا: ہاں، یہ تو ہے، پھر وہ دونوں وہاں سے روانہ ہو گئے اور مسجد میں نہیں گئے۔

ابو سلیمان الخطابی[2] کا کہنا ہے کہ ان کو تصنع اور ریاکاری کا خوف تھا۔

اسی طرح الفضیلؒ کا قول ہے:

کسی قاری کیلئے، شیطان سے ملاقات کرنے سے بہتر ہے کہ وہ اپنے جیسے کسی قاری سے مل لے۔ (العزلۃ: ۱۳۳)

اپنے دوست کو پہچانو

علقمہ بن لبیدؒ نے اپنے بیٹے سے کہا:

۱۔ انکا نام علی بن الفضیل بن عیاض التمیمی ہے۔ اکابر علماء باعمل میں سے ہیں۔

۲۔ ابو سلیمان الخطابی: مشہور محدث اور فقیہ ہیں، کتاب العزلۃ کے مصنف ہیں۔

اگر کبھی تمہارا دل چاہے اور تمہیں کسی سے دوستی کرنے کی ضرورت محسوس ہو تو ایسے شخص سے دوستی کرنا، جو تمہارا دوست بن کر تمہاری زینت بن جائے، اور اگر کوئی نادانی کرو تو وہ تمہاری ڈھال بن جائے اور اگر تم پر کوئی مصیبت یا آفت نازل ہو تو وہ تمہاری مدد کرے اور اگر تم کچھ کہو تو تمہاری بات کا یقین کرے اور اگر تم اس کے ساتھ مل کر کسی کا مقابلہ کرو تو وہ تمہاری طاقت بن جائے۔

دوستی کرو تو اس شخص سے، کہ اگر تم کسی نیکی کیلئے ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی اس نیک کام کیلئے اپنا ہاتھ بڑھائے، اور اگر تمہاری کوئی خوبی دیکھے تو اس کو اجاگر کرے اور اگر تمہاری کوئی برائی نظر آئے تو اس پر پردہ ڈالے، اس سے دوستی کرو کہ جس کی وجہ سے تم کسی مصیبت میں نہ پڑو اور جس کے اور تمہارے مزاج اور عادت میں کوئی اختلاف نہ ہو اور جو مواضع حقیقت میں تمہیں شرمندہ نہ کرے۔ (المحاسن والمساوی: ۱۸۳)

تعزیت کرنے آئے ہو یا مبارکباد دینے

ابو قدامہ الشامیؒ کہتے ہیں:

میں کچھ جنگی مہمات پر روانہ ہونے والی فوجوں کا سپہ سالار تھا، جن ممالک میں داخل ہوا، وہاں کے لوگوں کو جہاد کرنے کی دعوت دی، اور ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دلائی اور شہادت کی فضیلت کے ساتھ ساتھ، شہیدوں کو حاصل ہونے والے عظیم اجر و ثواب بھی بیان کیئے، لوگ میری باتیں سننے کے بعد جانے لگے تو میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اپنی منزل کی جانب روانہ ہو گیا.. اچانک ایک بے پناہ حسین عورت میرے سامنے آئی اور مجھے پکارا: اے ابو قدامہ! تو میں نے اپنے دل میں کہا.. یہ کوئی شیطانی چال لگتی ہے اور اس کی طرف توجہ دیئے بغیر چلتا گیا، تو وہ بولی:

نیک لوگ ایسے تو نہیں تھے.. یہ سن کر میں رک گیا تو وہ میرے قریب آئی اور مجھے ایک رقعہ اور کپڑے کا ایک ٹکڑا دیا جو بندھا ہوا تھا اور روتی ہوئی واپس چلی گئی۔ میں نے رقعہ کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا، تم نے ہمیں جہاد کرنے کی دعوت دی اور ثواب حاصل کرنے کی ترغیب دی، مگر میں اس چیز پر قادر نہیں، اس لیئے میں اپنی سب سے خوبصورت اور عزیز چیز کاٹ کر دی رہی ہوں اپنی دونوں چوٹیاں گوندھ کر

آپ کو دے رہی ہوں، تاکہ آپ انہیں اپنے گھوڑے کی لگام بنالیں، تاکہ اللہ تعالیٰ میرے بالوں کو اپنی راہ میں نکلے آپ کے گھوڑے کی لگام کی صورت دیکھ کر، میری مغفرت فرمادیں۔

اگلی صبح جب لڑائی شروع ہوئی، تو میں نے ایک کمسن لڑکے کو بے جگری سے لڑتے دیکھا، میں نے آگے بڑھ کر اس سے کہا: اے نوجوان! تم ابھی ناتجربہ کار اور پیدل ہو مجھے ڈر ہے کہیں لڑائی کے دوران بھاگتے دوڑتے گھوڑے تمہیں اپنے پیروں تلے نہ کچل دیں، لہٰذا تم یہاں سے واپس چلے جاؤ تو وہ بولا: کیا آپ مجھے واپسی کا حکم دیتے ہیں؟ جبکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا إِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْأَدْبَارَ ۞ وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗ إِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ أَوْ مُتَحَيِّزًا إِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَأْوَاهُ جَهَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۞ (الأنفال: ١٦)

اے اہل ایمان! جب میدان جنگ میں کفار سے تمہارا مقابلہ ہو تو ان سے پیٹھ نہ پھیرنا اور جو شخص جنگ کے روز اس صورت کے سوا کہ لڑائی کیلئے کنارے کنارے چلے (یعنی حکمت عملی سے دشمن کو مارے) یا اپنی فوج میں جا ملنا چاہے۔ ان سے پیٹھ پھیرے گا تو (سمجھو کہ) وہ خدا کے غضب میں گرفتار ہو گیا اور اسکا ٹھکانہ دوزخ ہے اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے۔

(الانفال: ١٥، ١٦)

میرے پاس ایک گھوڑی تھی، میں نے اسے اس پر سوار کرا دیا، تو وہ مجھ سے بولا: اے اباقدامہ! مجھے تین تیر ادھار دے دیجئے، تو میں نے کہا:

کیا یہ ادھار لینے کا وقت ہے؟ مگر وہ اصرار کرتا رہا، تو میں نے مجبور ہو کر اس سے کہا:

ٹھیک ہے، مگر ایک شرط پر: کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں شہادت سے نواز دیا تو تم میری شفاعت کرو گے؟ تو وہ اس بات پر تیار ہو گیا اور میں نے اسے تین تیر دے

دیے، اس نے ایک تیر اپنی کمان میں لگایا اور بولا :

السلام علیکم اے ابا قدامہ ! اور ایک رومی سپاہی کو قتل کر دیا پھر دوسرا تیر پھینکتے ہوئے بولا : السلام علیکم اے ابا قدامہ اور ایک اور رومی سپاہی کو مار ڈالا پھر تیسرا تیر پھینکتے ہوئے بولا : السلام علیکم الوداعی سلام، اتنا ہی کہا تھا کہ کہیں سے ایک تیر آیا اور اس کی پیشانی پر آ کر لگا اس نے اپنا سر گھوڑے کی زین پر جھکا لیا، میں ایکدم سے آگے بڑھا اور بولا : شرط مت بھولنا، تو وہ بولا :

مجھے یاد ہے مگر تمہیں میرا ایک کام کرنا ہوگا، شہر جا کر میری ماں سے ضرور ملنا اور میری خرجی اسے دے دینا اور میرے بارے میں بتا دینا، میری ماں وہی عورت ہے، جس نے تمہارے گھوڑے کی لگام بنانے کیلئے تمہیں اپنے بال دیئے تھے، اس کو سلام کہنا، پچھلے سال ہی اس نے میرے والد کی وفات کا صدمہ جھیلا ہے اور اس سال اسے میرا صدمہ جھیلنا پڑے گا، یہ کہہ کر اس کی روح پرواز کر گئی، میں نے اس کیلئے قبر کھودی اور اسے دفنا دیا، پھر جب ہم اسے دفنا کر واپس جانے لگے تو زمین نے اسے اچھال کر باہر پھینک دیا، میرے ساتھی کہنے لگے :

یہ ایک کمسن اور ناتجربہ کار لڑکا تھا اور شاید اپنی ماں کی اجازت لیئے بغیر جہاد کیلئے نکل آیا تھا، تو میں نے کہا کہ :

یہ زمین تو اپنے دامن میں بڑے سے بڑے آدمی کو بھی سمیٹ لیتی ہے پھر میں اٹھا اور دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ میرے کانوں میں ایک آواز آئی : اے ! باقدامہ ! اللہ کے ولی کو چھوڑ دو، یہ سن کر میں وہاں سے ہٹا ہی تھا کہ میں نے سفید رنگ کے پرندے دیکھے، جو اس کی نعش پر آئے اور اسے کھانے لگے۔

میں جب شہر پہنچا تو اس کی ماں کے گھر گیا، دروازہ کھٹکھٹانے پر اس کی بہن باہر آئی، مجھے دیکھ کر واپس پلٹی، اور اپنی ماں سے جا کر کہا :

ماں ! ابو قدامہ آئے ہیں، مگر ان کے ساتھ میرا بھائی نہیں ہے، پچھلے سال ہمارے باپ ہم سے جدا ہوئے اور اس سال ہمارا بھائی ہمیں چھوڑ کر چلا گیا، یہ سن کر اس کی ماں باہر آئی اور کہنے لگی : کیا تعزیت کرنے آئے ہیں، یا مبارک باد دینے ؟

تو میں نے کہا : کیا مطلب ہے ؟

تو وہ بولی : اگر وہ مر گیا ہے تو مجھ سے تعزیت کریں، اگر شہید ہوا ہے تو مبارک باد

دیں، تو میں نے کہا: آپ کا بیٹا شہید ہوا ہے، وہ بولی: اس کی کوئی علامت ہوگی، کیا آپ نے دیکھی؟

تو میں نے کہا: ہاں، زمین نے اسے قبول نہیں کیا تو پرندے آئے اور اس کا گوشت کھا گئے، مگر ہڈیاں چھوڑ گئے، میں نے وہ ہڈیاں دفنا دیں! تو وہ بے ساختہ بولی: الحمد للہ!

پھر میں نے اسے اس کے بیٹے کی خرجی تھمادی، اس نے اُسے کھولا اور اس میں سے ایک کمبل، اور لوہے کی زنجیر نکالی اور کہنے لگی جب رات ہوا کرتی تھی تو وہ یہ کمبل اوڑھ کر اپنے آپ کو اس زنجیر سے باندھ کر اپنے پروردگار سے مناجات کیا کرتا تھا اور کہتا تھا یا اللہ قیامت کے دن مجھے پرندوں کے پوٹوں سے بھیجنا (یعنی جمع کرنا) اور اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمالی۔ (صفة الصفوة: ٤ : ١٩٨)

میں نے لذتوں پر جبر کیا

عمرو بن معدیکرب الزبیدی[1] کہتے ہیں:-

لذتیں منہ موڑ گئیں تو میں نے ان پر صبر کیا!
قابو میں رکھا نفس کو اور صبر پر قائم رہا
تنگیوں کے باوجود، میری خودی بلند تھی!
مشکلوں پر صبر میرا دیکھا تو وہ بھی جھک گئی
رہنا تجھے عزت سے ہے، اے نفس میرے سن لے تو!
دنیا ہماری تھی کبھی، بیگانی آج ہو گئی
نفس کو کیا کرنا ہے، انسان اسے سکھلاتا ہے!
للچاؤ گے تو پھر جائے گا، ورنہ بہل ہی جاتا ہے
زندگی بھر مشکلوں سے کھیلتا رہا ہوں میں!
یونہی کمال صبر سے سب جھیلتا رہا ہوں

(الفرج بعد الشدة: ٥ : ٦٣)

---

[1] عرب کے مشہور شہسواروں میں سے تھے۔

وصیت کرنے کیلئے میرے پاس کچھ بھی نہیں

عمر بن عبد العزیزؒ نے اپنے پیچھے گیارہ بیٹے چھوڑے، ہر بیٹے کے حصے میں ایک دینار کا صرف تین تہائی حصہ آیا، وفات کے وقت انہوں نے اپنے بیٹوں سے کہا: میرے بیٹو! میرے پاس کوئی مال و دولت نہیں جس کے بارے میں میں کوئی وصیت کروں۔

ھشام بن عبد الملک نے بھی اپنے پیچھے گیارہ بیٹے چھوڑے، ہر بیٹے کے حصے میں ایک ہزار دینار آئے۔

جہاں تک عمر بن عبد العزیزؒ کے بیٹوں کی بات ہے تو ان کا ہر بیٹا مال و دولت سے بھرپور نظر آیا، اور ان میں تو ایک بیٹا ایسا تھا جس نے اپنی دولت سے ایک لاکھ شہہ سواروں کو جنگی ساز و سامان سے لیس کر کے ایک لاکھ گھوڑوں سمیت اللہ کی راہ میں نکالا۔ اور ھشام بن عبد الملک کا ہر بیٹا غربت اور تنگی کا شکار نظر آیا۔ (غرات الاوراق: ۳۱۲)

بے گناہ جرأت مند ہوتا ہے

حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ سری سقطی[1] رحمۃ اللہ علیہ نے ہم سے کہا: بے گناہ، بہادر اور جرات مند ہوتا ہے، خیانت کرنے والا بزدل اور ڈرپوک ہوتا ہے اور مجرم گھبراہٹ کا شکار رہتا ہے۔ اسی معنی میں ایک بہت اچھا شعر بھی ہے[2]:

کیا گناہ کر کے، گھبرا رہا ہے تو؟
نیکی کر کوئی، گر چاہئے سکوں

(نشوار المحاضرة: ۳: ۱۲۱)

اپنے کام پر واپس جاؤ

خلیفہ مأمون الرشید نے احمد بن عروہ کو اھواز کی گورنری سے معزول کر کے

۱۔ حضرت جنیدؒ اور حضرت سری سقطیؒ، ان کا شمار زہد و تصوف کے اکابرین میں ہوتا ہے۔ محبت، خوف، امید اور زہد کے بارے میں ان کے بڑے لطیف اقوال ہیں۔

۲۔ یہ شعر "نشوار المحاضرۃ" کتاب کے مؤلف تنوخی کا ہے۔

حاضری کا حکم دیا، اور جب وہ حاضر ہو گیا تو انہوں نے کہا تم نے ملک میں فساد برپا کیا اور لوگوں کو قتل کیا، میں تمہیں اس کی سخت سزا دوں گا۔

تو احمد بن عروہ کہنے لگا:

یا امیر المؤمنین، جس وقت آپ اللہ ﷻ کے سامنے پیش ہوں گے اور آپ کو آپ کے گناہ یاد دلائے جا رہے ہوں گے تو آپ اللہ تعالیٰ سے کس چیز کی امید کریں گے؟ تو خلیفہ مامون نے جواب دیا: معافی اور درگذر کی! تو وہ بولا: تو آپ بھی اپنے غلام کے ساتھ وہی کریں، جو آپ اللہ تعالیٰ سے اپنے لیئے چاہتے ہیں۔

تو انہوں نے کہا:

جاؤ میں نے تمہیں معاف کیا، اپنے کام پر واپس جاؤ کہ پہلے سے متعین گورنر کسی نئے گورنر سے کہیں زیادہ بہتر ہوتا ہے۔ (غرر ج عد شدۃ ا ۳۷۳)

زھری کو تم پر فوقیت کیوں حاصل ہوئی؟

ابراہیم بن سعدؒ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے والد سعید بن ابراہیمؒ سے دریافت کیا: زھریؒ[1] کو آپ لوگوں پر فوقیت کیوں حاصل ہوئی؟ تو انہوں نے جواب دیا:

وہ علم کی مجالس میں سب سے پہلے پہنچتے تھے، اور کبھی دیر نہیں کرتے تھے، مجلس کا کوئی جوان ایسا نہیں ہوتا تھا جس کی وہ حاجت پوری نہ کرتے ہوں، کوئی بوڑھا ایسا نہیں ہوتا تھا جس کی وہ حاجت پوری نہ کرتے ہوں، کوئی لڑکا ایسا نہیں ہوتا تھا جس کی وہ حاجت پوری نہ کرتے ہوں، کوئی بوڑھی ایسی نہیں ہوتی تھی جس کی وہ حاجت پوری نہ کرتے ہوں، پھر وہ انصار کے گھروں میں سے کسی گھر میں جاتے تھے، تو وہاں موجود ہر جوان کی حاجت پوری کرتے تھے، ہر بوڑھے کی حاجت پوری کرتے تھے، ہر بوڑھی کی حاجت پوری کیا کرتے تھے۔ (بستان العارفین ۱۱۸)

یہ گریہ وزاری کیوں؟

الاصمعیؒ کہتے ہیں، ایک رات میں حرم میں طواف کر رہا تھا کہ میں نے ایک جوان

[1] ابن شہاب زہری فقیہ، محدث، کبار [illegible]

کو دیکھا، جو کعبہ کے پردے سے چمٹا ہوا کہہ رہا تھا:

وقت ظلم، مجبور کی فریاد سننے والے!
بیماریوں اور آفتوں کو دور کرنے والے!
تیرے گھر کے گرد، بندے تیرے، نیند میں سب کھو گئے!
تو حي اور قیوم ہے، سوتا نہیں ہے جو کبھی!
غمگین ہوں، پریشان ہوں، سن لے میری صدا!
اشکوں پہ میرے کر رحم، تیرے گھر کا تجھ کو واسطہ!
اگر خطا کار ہی، نہ طلب کرے تیرا رحم!
تو پھر عاصیوں پر مولا، کون کرے گا کرم!

اور پھر زار و قطار روتے ہوئے کہنے لگا:

ہر حاجت میں، تو ہی مقصود طلب ہے!
فریاد ہے تجھ سے کہ تیری رحمت ہی عجب ہے!
اے میرے مقصود، مشکل کو آساں کر دے تو!
گناہ بخش دے، حاجت کو پورا کر دے تو
اعمال برے، اپنے آیا ہوں لے کر!
جہاں میں نہیں مجھ سا کوئی بد تر!
اے غالبِ مقصود، میرا انجام ہے کیا دوزخ!
کہاں گئی میری امید و رجا، کیا ہوا میرا خوف و ڈر!

اور پھر وہ جوان بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا، میں اس کے قریب گیا تو دیکھا کہ وہ زین العابدین علی بن الحسین بن علی بن ابی طالب ؓ ہیں۔ میں نے ان کا سر اٹھا کر اپنی گود میں رکھا اور بے اختیار رونے لگا، میرا ایک آنسو ان کے گال پر گرا تو انہوں نے اپنی آنکھیں کھول دیں اور کہنے لگے:

یہ کون ہے جو ہم پر آنسو بہا رہا ہے؟ تو میں نے کہا: میں ہوں آپ کا غلام (الاصمعی)، مگر حضور یہ گریہ وزاری کیسی جبکہ آپ اہلِ نبوت اور معدنِ رسالت کے ایک فرد ہیں؟ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت ویطھرکم تطھیرا ﴿۳۳﴾ (الاحزاب)

اے (پیغمبر کے) اہل بیت، خدا چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔

تو زین العابدینؒ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جنت اپنے اطاعت گزار بندوں کیلئے پیدا کی ہے، چاہے وہ حبشی غلام ہی کیوں نہ ہو اور دوزخ پیدا کی ہے نافرمانوں کیلئے، چاہے وہ آزاد قریشی ہی کیوں نہ ہو، کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا:

فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَیْنَھُمْ یَوْمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِیْنُہٗ فَاُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فِیْ جَھَنَّمَ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ (المومنون)

پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں ہوں گی اور نہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے، تو جن کے (اعمال کے) بوجھ بھاری ہوں گے وہ فلاح پانے والے ہیں اور جن کے بوجھ ہلکے ہوں گے وہ، وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تئیں خسارے میں ڈالا، ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے۔

(ثمرات الاوراق: ۳۵۰)

کیا ہوگا تمہارا، اگر ملک الموت نازل ہو گیا؟

کچھ لوگوں نے ایک قیامت خیز حسن کی مالک عورت کو حکم دیا کہ وہ الربیع بن خیثمؒ کے سامنے آئے اور انہیں فتنہ میں مبتلا کرے اور اس کے عوض انہوں نے اس کو ایک ہزار درہم دینے کا وعدہ کیا۔

اس عورت نے اپنا خوبصورت ترین لباس زیب تن کیا، عطر لگایا اور ان کے راستے میں آکر کھڑی ہو گئی، جس وقت وہ مسجد سے نکل رہے تھے، جیسے ہی ان کی نظر اس پر پڑی، وہ ایک دم گھبرا گئے، وہ اٹھلاتی ہوئی ان کی طرف بڑھی تو انہوں نے اس سے کہا:

کیا ہوگا تمہارا، اگر تمہارا یہ جسم بخار میں مبتلا ہو جائے اور تمہارا یہ رنگ روپ، یہ رونق سب اڑ جائے؟ یا کیا ہوگا تمہارا، اگر اس وقت ملک الموت تم پر نازل ہو جائے اور

تمہاری روح قبض کرلے؟ یا کیا ہوگا تمہارا جب منکر، نکیر تم سے سوالات کریں گے؟ اتنا سننا تھا کہ اس نے ایک زوردار چیخ ماری اور بے ہوش ہو کر گر پڑی اور قسم خدا کی، ہوش میں آنے کے بعد وہ اپنے پروردگار کی عبادت میں اس درجہ کو پہنچی کہ جب اس کا انتقال ہوا تو وہ ایسی تھی، جیسے درخت کا جلا ہوا تنا ہو۔ (صفۃ الصفوۃ: ۳/ ۱۹۱)

شہیدوں کی ماں

عفراء بنتِ عبید بن ثعلبہ اسلام لائیں اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں سات بیٹوں سے نوازا، جنہوں نے مل کر غزوۂ بدر میں شرکت کی۔

پہلے انہوں نے حارث بن رفاعہ سے شادی کی، تو ان کے یہاں دو بیٹے معاذ اور معوذ پیدا ہوئے، پھر حارث بن رفاعہ نے انہیں طلاق دے دی۔ اس کے بعد وہ مکہ مکرمہ آئیں اور بجیر بن عبد یالیل سے شادی کرلی تو ان کے یہاں چار بیٹوں کی ولادت ہوئی، خالد، ایاس، عاقل، اور عامر۔

پھر وہ مدینہ منورہ واپس لوٹ گئیں تو حارث بن رفاعہ نے ان سے پھر نکاح کرلیا، اس وقت ان کے یہاں عوف نامی ایک بیٹا پیدا ہوا اور ان سب بیٹوں نے غزوۂ بدر میں شرکت کی۔

ان میں سے، معاذ، معوذ اور عاقل تو غزوۂ بدر میں شہید ہوگئے.. اور خالد رجیع کے موقع پر شہادت سے سرفراز ہوئے.. عامر نے بئر معونہ کے موقعہ پر جام شہادت نوش کیا.. اور ایاس نے غزوۂ یمامہ کے موقعہ پر شہادت حاصل کی۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲/ ۷۱)

تمہاری سچائی کی وجہ سے ہم نے انہیں معاف کردیا

الحافظ احمد بن عبد اللہ العجلیؒ کہتے ہیں کہ: ربعی بن خراشؒ، ثقہ تابعی تھے، جنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، ان کے دو نافرمان بیٹے تھے، حجاج بن یوسف کا زمانہ تھا، تو حجاج سے کہا گیا: ان کے والد نے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر آپ انہیں بلا کر ان کے بیٹوں کے بارے میں پوچھیں گے تو وہ آپ کو ضرور بتادیں گے، تو حجاج نے ان کو بلا بھیجا اور پوچھا: آپ کے دونوں بیٹے کہاں ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: وہ دونوں گھر میں ہیں، تو

حجاج بولا: آپ کی سچائی کی وجہ سے ہم نے ان دونوں کو معاف کر دیا۔ (بستان العارفین: ۱۱۳)

میں نے ابو بکر کو قے کرتے ہوئے دیکھا

ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر پر روانہ ہوئے اور ایک جگہ پڑاؤ ڈالا، پھر ٹکڑیوں میں بٹ گئے میں ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھا اور ہمارے ساتھ ایک دیہاتی بھی تھا، ہم نے اعراب کے ایک گھر میں قیام کیا، اس گھر میں ایک حاملہ عورت تھی، اس دیہاتی نے حاملہ عورت سے کہا: کیا تم چاہتی ہو کہ تمہارے یہاں بیٹا پیدا ہو؟ اگر تم مجھے ایک عدد بکری دے دو تو تمہارے یہاں بیٹا ہی پیدا ہوگا، اس عورت نے اس کو ایک بکری دے دی اور وہ اسے اشعار سنانے لگا، پھر اس نے وہ بکری ذبح کی، جب سب لوگ کھانا کھانے بیٹھے وہ دیہاتی بولا: کیا تم لوگ جانتے ہو یہ بکری کہاں سے آئی؟ پھر اس نے ان کو سارا واقعہ سنایا، تو میں نے ابو بکر رضی اللہ عنہ کو قے کرتے ہوئے دیکھا۔ (کتاب الورع: ٦٧)

محدثین، امام بخاریؒ کا امتحان لیتے ہیں

محمد بن اسماعیل البخاریؒ، جب بغداد تشریف لائے اور محدثین کو ان کی آمد کی خبر ملی، تو وہ سب جمع ہوئے اور کچھ احادیث لے کر ان کی سند اور متن میں الٹ پلٹ کر دی، اس سند کے متن کو کسی اور سند سے منسوب کر دیا اور اس متن کے سند کو کسی اور متن سے جوڑ دیا اور پھر یہ حدیثیں دس آدمیوں کے حوالے کر دیں، ہر آدمی کو دس، دس حدیثیں دیں اور ان سے کہا کہ جب وہ لوگ مجلس میں آئیں تو یہ حدیثیں یکے بعد دیگرے امام بخاریؒ کے سامنے پیش کریں اور جمع ہونے کا وقت مقرر کر دیا۔

وقت مقررہ پر مجلس منعقد ہوئی اور اس میں محدثین کی ایک پوری جماعت شریک ہوئی، ان میں سے کچھ تو خراسان سے تعلق رکھتے تھے اور کچھ بغدادی تھے، جب سب لوگ آ کر اطمینان سے بیٹھ گئے، تو ان دس آدمیوں مین سے ایک اٹھا اور ان احادیث میں سے ایک حدیث کے بارے میں ان سے سوال کیا، تو امام بخاریؒ نے جواب دیا: میں اسے نہیں جانتا، پھر اس آدمی نے ان سے دوسری حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں

نے جواب دیا: میں اسے نہیں جانتا۔

وہ ایک کے بعد ایک حدیثیں ان کے سامنے پیش کرتا رہا، یہاں تک کہ دس حدیثیں پوری ہو گئیں، اور امام بخاریؒ یہی کہتے رہے:

کہ میں اسے نہیں جانتا!

حاضرین مجلس میں جو فہم و فراست والے لوگ تھے وہ ایک دوسرے کی طرف دیکھتے تھے اور کہتے تھے: آدمی سمجھدار ہے۔

اور جو دوسرے لوگ تھے ان کا فیصلہ تھا کہ امام بخاریؒ، عاجز، کوتاہ اور قلیل الفہم ہیں۔

پھر ان دس آدمیوں میں سے ایک اور آدمی اٹھا اور ان الٹ پلٹ کی ہوئی حدیثوں میں سے ایک حدیث کے بارے میں پوچھا تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا:

میں اسے نہیں جانتا، پھر اس نے دوسری حدیث کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: میں اسے نہیں جانتا، پھر وہ یکے بعد دیگرے، حدیثیں ان کے سامنے پیش کرتا رہا، یہاں تک کہ دس کی دس حدیثیں پوری ہو گئیں اور امام بخاریؒ یہی کہتے رہے، میں اسے نہیں جانتا!

پھر اس کے بعد تیسرے، چوتھے اور دسویں آدمی تک سب ترتیب سے ان کے سامنے آتے گئے اور حدیثیں پیش کرتے گئے یہاں تک کہ الٹ پلٹ کی ہوئی ساری حدیثیں ختم ہو گئیں، مگر امام بخاری کا ایک ہی جواب تھا کہ میں اسے نہیں جانتا!

پھر جب امام بخاریؒ نے دیکھا کہ وہ سب لوگ فارغ ہو گئے تو وہ سب سے پہلے شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا:

جہاں تک تمہاری پہلی حدیث کا تعلق ہے تو وہ اس طرح تھی اور دوسری حدیث، وہ اس طرح تھی اور تیسری اور چوتھی.. یہاں تک کہ دسیوں حدیثوں کے متون کو ان کی صحیح اسناد کے ساتھ بیان کیا اور ہر سند کو اس کے صحیح متن سے جوڑا اور یہ انہوں نے بقیہ لوگوں کے ساتھ بھی کیا، یہاں تک کہ سبھی احادیث کے متون کو ان کی صحیح اسناد کے ساتھ بیان کیا اور ہر سند کو اس کے صحیح متن سے وابستہ کیا.. یہاں تک کہ سب لوگ ان کے حافظہ، علم اور افضلیت کے قائل ہو گئے۔ (تاریخ بغداد: ۲/ ۲۰)

کیا اس میں برکت ہے؟

طاؤس[1] روایت کرتے ہوئے کہتے ہیں: ایک آدمی کے چار بیٹے تھے، جب وہ آدمی بیمار پڑ گیا، تو اس کا ایک بیٹا کہنے لگا: یا تو تم لوگ ان کی تیمارداری کرو اور تمہیں ان کے ورثہ میں سے کچھ نہیں ملے گا، یا پھر میں اُن کی تیمارداری کروں اور میرا ان کے ورثہ میں کوئی حصہ نہیں ہوگا، تو وہ لوگ جلدی سے کہنے لگے: تو پھر تم ہی ان کی تیمارداری کرو، اور تمہیں ان کے ورثہ میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا، تو اس بیٹے نے اپنے باپ کی خوب تیمارداری کی یہاں تک کہ اس کے باپ کا انتقال ہو گیا اور اس نے اس کے ورثہ میں سے کچھ بھی نہ لیا؟۔

ایک دن اس بیٹے نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھا، وہ اس سے کہہ رہا تھا: فلاں فلاں جگہ جاؤ، اور وہاں سے سو دینار لے لو تو اس نے نیند کی ہی حالت میں اپنے باپ سے کہا: کیا اس میں برکت ہوگی؟ تو اس نے کہا: نہیں! اتنا کہہ کر اس کی آنکھ کھل گئی.. صبح ہوئی تو اس نے اپنی بیوی سے اس خواب کا ذکر کیا، تو وہ بولی: وہ پیسے لے لو، اُس کی برکت یہی ہوگی کہ تم اُس سے ایک بہتر زندگی گزار سکو گے، مگر اُس نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، پھر اگلی رات اُس نے پھر اپنے باپ کو خواب میں دیکھا، اس مرتبہ بھی اُس کے باپ نے اُس کے سوال کے جواب میں کہا: نہیں! جب صبح ہوئی تو اس نے اپنی بیوی کو پھر اپنا خواب سُنایا تو اس نے وہی والی بات دہرائی، مگر اس نے پھر وہ پیسے لینے سے انکار کر دیا، تیسری رات اُس نے پھر خواب دیکھا، اس کے باپ نے کہا: فلاں فلاں جگہ جاؤ اور ایک دینار لے لو، تو اس نے پوچھا:

کیا اس میں برکت ہوگی؟ تو باپ نے جواب دیا: ہاں، وہ اگلے دن اُٹھا اور مذکورہ جگہ جا کر ایک دینار لے لیا، پھر بازار کی طرف چل دیا، بازار میں اسے ایک آدمی ملا جس کے پاس دو مچھلیاں تھیں، اس نے کہا: کتنے میں دو گے؟ تو وہ بولا: ایک دینار میں، اُس نے ایک دینار کی وہ مچھلیاں خریدیں اور انہیں لیکر گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔ گھر جا کر اس نے اُن دونوں مچھلیوں کے پیٹ چاک کیئے تو اُسے دو موتی ملے اتنے خوبصورت کہ

---

[1] طاؤس بن کیسان تابعی، فقیہ، زاہد اور واعظ تھے، یمن میں پیدا ہوئے اور وہیں پرورش حاصل کی، ان کا انتقال ۱۰۶ھ میں ہوا۔

اس سے پہلے کسی نے نہ دیکھے ہوں گے......!

وہاں کے بادشاہ نے ایک موتی خریدنے کی خواہش کا اظہار کیا، وہ موتی اِس آدمی کے علاوہ اور کسی کے پاس نہیں تھا، تو اِس نے وہ موتی، تمیں خچروں کے وزن کے برابر سونے کے عوض اُس بادشاہ کو فروخت کردیا، جب بادشاہ نے وہ موتی دیکھا تو بولا :

یہ اپنی جوڑی کے بغیر ادھورا ہے، اس کے ساتھ کا دوسرا موتی بھی لاؤ چاہے اس سے دوگنی قیمت میں ملے، تو بادشاہ کے قاصد اس آدمی کے پاس آئے اور کہا : کیا تمہارے پاس اس جیسا دوسرا موتی ہے؟ ہمیں دیدو، ہم تمہیں اس کی دوگنی قیمت دیں گے، تو اس نے پوچھا : کیا تم لوگ واقعی ایسا کرو گے، انہوں نے کہا : بالکل، تو اُس نے اُن لوگوں کو وہ دوسرا موتی پہلے سے دوگنی قیمت میں دے دیا۔ (حیاۃ الحیوان : ۲، ۱۲۸)

مگر میں خدا سے ڈرتی ہوں

بکر بن عبداللہ المزنی روایت کرتے ہیں : کہ ایک قصاب اپنے پڑوس کی ایک باندی پر عاشق ہو گیا، اُس کے گھر والوں نے کسی کام سے اسے دوسری بستی میں بھیجا، تو یہ بھی اُس کے تعاقب میں چلدیا، اور اُسے بہکانا چاہا مگر وہ بولی :

ایسا مت کرو، جتنی محبت تم مجھ سے کرتے ہو، اس سے کہیں زیادہ محبت میں تم سے کرتی ہوں، مگر میں خدا سے ڈرتی ہوں، تو وہ بولا کیا تم اس سے ڈرتی ہو، اور میں اس سے نہیں ڈرتا؟ یہ کہہ کر وہ توبہ کرتا ہوا، واپس لوٹ گیا، چلتے چلتے اُسے پیاس محسوس ہوئی اور اتنی بڑھی کہ خشکی کے مارے اُس کی گردن جیسے کٹنے لگی، اتنے میں اُسے، بنی اسرائیل کے کچھ انبیاء کا ایک قاصد ملا، اُس نے پوچھا : تمہیں کیا ہوا؟ تو اس نے جواب دیا : پیاس، تو وہ بولا :

آؤ، مل کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں، کہ وہ بادل کا ایک ٹکڑا بھیج دے، جو ہم پر جب تک سایہ کیئے رکھے، جب تک کہ ہم لوگ بستی میں نہ داخل ہو جائیں، تو وہ قصاب کہنے لگا : مگر میرا تو کوئی عمل بھی نہیں۔

تو وہ بولا : ٹھیک ہے، میں دعا کرتا ہوں، تم صرف آمین کرتے رہنا، پھر اُس قاصد نے دعا کی اور قصاب نے آمین کہا، تو ایک بدلی آئی اور ان پر سایہ کیئے رکھا، یہاں تک

کہ وہ لوگ بستی میں داخل ہو گئے، اور وہ قاصد قصاب کو اپنے ٹھکانے پر لے آیا تو بدلی اپنی جگہ سے ہٹ کر قصاب کے اوپر جُھک آئی تو وہ قاصد پیچھے ہٹتا ہوا بولا: تم نے دعویٰ کیا تھا کہ تمہارا کوئی عمل نہیں، تو میں نے دعا کی اور تم نے آمین کہا، یہاں تک کہ بدلی نے ہم پر سایہ کیا، مگر پھر وہ تمہارے پیچھے پیچھے ہو لی، اب تو تمہیں بتانا ہی پڑے گا کہ تمہارا معاملہ کیا ہے؟

تو قصاب نے اسے سارا قصہ کہہ سنایا تو وہ قاصد بولا: اللہ کی طرف توبہ سے رجوع کرنے والے کے مقام تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ (مختصر التوابین: ۸۰)

اس کی بات سننا عمر پر لازم ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسجد سے باہر نکلے، تو ان کا دربان (الجارود العبدی) بھی ان کے ساتھ تھا، ابھی وہ دونوں باہر نکلے ہی تھے کہ راستے میں انہیں ایک عورت ملی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو سلام کیا تو اُس نے سلام کا جواب دیا اور بولی:

ذرا ٹھہرو عمر مجھے تم سے کچھ بات کہنی ہے تو وہ بولے: کہو کیا کہنا ہے؟ تو وہ کہنے لگی: اے عمر مجھے تمہارا وہ زمانہ اچھی طرح یاد ہے، جب تم عمیر کہلایا کرتے تھے، اور عکاظ کے بازار میں لڑکوں سے کشتی لڑا کرتے تھے، پھر کچھ ہی عرصہ بعد تم عمر کہلانے لگے، وقت گزرتا رہا اور وہ دن بھی آیا جب تم امیر المؤمنین کہلانے لگے، سو تمہیں چاہیئے کہ اپنی رعیت کے معاملے میں اللہ کا تقویٰ اختیار کرو، اور جان لو کہ جو موت سے ڈرا، وہ ناکامی اور پچھتاوے سے ڈرا۔

تو جارود ایک دم بول اُٹھا: اے، تمہاری اتنی ہمت کہ تم امیر المؤمنین کے سامنے اتنی جرأت کا مظاہرہ کرو، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اسے کچھ مت کہو، جارود، کیا تم اسے نہیں جانتے؟ یہ وہ خولہ بنت الحکیم ہے کہ جس کی بات اللہ تعالیٰ نے آسمان کی بلندیوں سے سُنی تھی،

تو قسم خُدا کی عمر کے لیئے اس کی بات سننا اور بھی لازم ہے۔

اُن کا اشارہ اس آیت کی طرف تھا:

قَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّتِیْ تُجَادِلُكَ فِیْ زَوْجِهَا وَتَشْتَكِیْٓ اِلَى اللّٰهِ

(اے پیغمبر) جو عورت تم سے اپنے شوہر کے بارے میں بحث وجدال کرتی اور خدا سے شکایت (رنج وملال) کرتی تھی خدا نے اس کی التجا سن لی۔

(مختصر منہاج القاصدین: ص ۱۲۸)

چار کے بدلے چار

جس کو چار چیزیں عطا ہوئیں اُسے چار چیزیں حاصل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا: جس کو شکر گذاری کی نعمت عطا ہوئی، اُسے مزید نعمتیں حاصل ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اور جس کو توبہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی، اس توبہ کو قبول ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اور جس کو مشورہ کی توفیق عطا ہوئی، اُس کو صحیح اور صائب رائے سے کوئی نہیں روک سکتا۔

اور جس کو استخارہ کرنے کی توفیق عطا ہوئی، اُسے خیر اور بھلائی کے حصول سے کوئی نہیں روک سکتا۔ (عیون الاخبار: ۳۱/۱)

سموائل کی وفاداری

امرؤالقیس[1] نے جب روم کے بادشاہ (قیصر) کے پاس جانے کا ارادہ کیا تو، سموائل[2] کے پاس زرہ بکتر، ہتھیار اور بہت سا قیمتی ساز وسامان، بطور امانت رکھوا دیئے، پھر جب امرؤالقیس کا انتقال ہو گیا تو، کندہ کے بادشاہ نے قاصد بھیج کر، سموائل کے پاس بطور امانت رکھے ہوئے زرّہ بکتر اور ہتھیار طلب کیئے، تو سموائل نے جواب دیا: میں یہ سب سامان انہیں دوں گا جو اس کے اصل مستحق ہیں اور اُسے کچھ بھی دینے سے انکار کر دیا، قاصد دوبارہ پھر وہی پیغام لیکر سموائل کے پاس آیا، مگر اُس نے پھر انکار کر دیا اور بولا: میں بد عہدی نہیں کرتا، اور نہ ہی امانت میں خیانت کرتا ہوں، میں اپنی وفاداری ہر حال میں نبھاتا ہوں۔

۱۔ امرؤالقیس زمانۂ جاہلیت کا ایک مشہور شاعر تھا۔

۲۔ سموائل بن غریض بن عادیا بھی زمانۂ جاہلیت کا ایک پر حکمت شاعر تھا، ہجرت سے قبل ۶۵ء میں اس کی وفات ہوئی۔

اُس کا جواب سن کر کندہ کے بادشاہ کو بہت غصہ آیا، اور وہ اپنے سپاہی لیکر سموأل کی طرف روانہ ہو گیا، یہ دیکھ کر سموأل نے اپنے باپ کے بنائے ہوئے اس قلعے میں پناہ لی جو تیماء کے علاقے میں تھا بادشاہ نے اُس کا محاصرہ کر لیا، اور سموأل کے بیٹے کو، جو قلعے سے باہر تھا قید کر لیا، اور پھر قلعے کے گرد چکر کاٹتا ہوا، سموأل کو پکارنے لگا، اُس کی آواز سن کر سموأل قلعہ کی چھت پر نمودار ہوا، بادشاہ نے جیسے ہی اُسے دیکھا، کہنے لگا:

میں نے تمہارے بیٹے کو قید کر لیا ہے، اور اب وہ میرے قبضہ میں ہے، اگر تم زرہ بکتر اور اسلحہ میرے حوالے کر دو تو میں یہاں سے چلا جاؤں گا، ورنہ تمہاری آنکھوں کے سامنے تمہارے بیٹے کو ذبح کر دوں گا اور تم دیکھتے رہ جاؤ گے، اب فیصلہ تمہارے ہاتھ میں ہے۔

تو سموأل نے جواب میں کہا میں وہ نہیں جو عہد شکنی کر کے اپنی وفاداری سے منہ موڑ لے، تم جو چاہو کرو۔

اور بادشاہ نے اُس کی آنکھوں کے سامنے اُس کے بیٹے کو ذبح کر ڈالا، مگر پھر بھی وہ اپنے مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا، اور ناکام و نامراد واپس لوٹ گیا، اور سموأل نے اپنی وفاداری نبھانے کیلیئے، اپنے بیٹے کے قتل پر صبر کر لیا۔

پھر جب امرؤالقیس کے وارث اس کے پاس آئے تو اس نے زرہ بکتر اور اسلحہ ان کے حوالے کر دیا۔

اُس کے نزدیک امانت کی حفاظت، اور پاس وفاداری، اس کے بیٹے کی زندگی اور بقا سے بھی زیادہ عزیز تھی۔ . اپنی وفاداری کے بارے میں وہ کہتا ہے:

امانت کو بچا کر میں نے نبھائی ہے دیانت داری
جب سب نے کی خیانت کی میں نے وفاداری

(قصص العرب: ۱/ ۱۵۷)

وامعتصماہ!

ایک آدمی خلیفہ المعتصم کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یا امیر المؤمنین! میں

۱: بلق گھوڑا: یعنی سیاہ سفید داغوں والا۔

عموریہ میں تھا کہ ایک پاکیزہ صفت باندی کے ایک رومی نے طمانچہ مار دیا، تو وہ بے اختیار پکار اٹھی: وامعتصماہ! تو وہ رومی کہنے لگا:

المعتصم کیا کر سکتا ہے، کیا وہ ایک ابلق گھوڑے پر آکر تمہاری مدد کرے گا، اور یہ کہہ کر اسے اور مارنے لگا، تو المعتصم نے پوچھا: یہ عموریہ کدھر ہے؟ تو اس آدمی نے ہاتھ کے اشارے سے عموریہ کی سمت بتائی، کہ اِدھر ہے، تو المعتصم نے اپنا رُخ اُدھر پھیرا اور کہا: لبیک اے جاریہ لبیک! المعتصم باللہ نے تمہاری پکار سُن لی، پھر بارہ ہزار ابلق گھوڑوں کی فوج تیار کر کے عموریہ کیلئے روانہ ہو گیا، اور وہاں پہنچ کر اُس کا محاصرہ کر لیا۔

مگر طویل عرصہ تک محاصرہ کرنے کے باوجود وہ اُسے فتح نہ کر سکا، تو اس نے نجومیوں کو جمع کیا، انہوں نے کہا کہ: ہمارا یہ خیال ہے کہ تم اسے اس وقت تک فتح نہیں کر سکتے، جب تک کہ انگور اور انجیر کے پکنے کا موسم نہ آجائے، یہ سن کر المعتصم بہت دل آزردہ ہوا اور ایک رات اپنے خدم و حشم کے ساتھ وہ دورے کیلئے نکلا کہ سنوں تو آخر میرے سپاہی میرے بارے میں کیا کیا باتیں کرتے ہیں؟

یونہی چلتے چلتے اس کا گذر ایک لوہار کے خیمہ کے پاس سے ہوا، جو گھوڑے کی نعل بنایا کرتا تھا، اُس لوہار کا ایک ملازم تھا جو گنجے سر والا ایک بد صورت لڑکا تھا، وہ نہائی پر ضرب لگاتے ہوئے بولا: یہ ضرب المعتصم کے سر پر! تو وہ لوہار کہنے لگا:

تمہیں المعتصم سے کیا لینا؟ ہمیں اس معاملہ میں نہیں پڑنا چاہیئے، تو وہ لڑکا بولا: اسے تدبیر کرنی نہیں آتی، اتنے دن ہو گئے اُسے اس شہر کا محاصرہ کیئے ہوئے، مگر ابھی تک اسے فتح نہیں کر پایا، اگر وہ یہ معاملہ میرے سپرد کر دے تو کل ہی وہ شہر کے اندر ہو گا۔

المعتصم کو یہ سن کر بڑا تعجب ہوا، وہ اپنے کچھ آدمیوں کو وہیں چھوڑ کر اپنی قیام گاہ میں واپس چلا گیا، جب صبح ہوئی تو اس کے آدمی اس لڑکے کو لے کر آئے تو المعتصم نے اس سے کہا:

اے لڑکے تم نے وہ سب کچھ کیوں کہا جو ہم نے سنا؟ تو وہ لڑکا بولا: آپ نے جو کچھ سنا وہ سچ ہے، اگر آپ یہ لڑائی میرے سپرد کر دیں تو مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فتح نصیب کریں گے۔ تو المعتصم نے کہا: جاؤ! میں نے جنگ کی قیادت تمہیں سونپی.. اور اپنا جنگی لباس اسے پہنا کر اعلانِ جنگ کر دیا.. اور پھر واقعی فتح اس کا مقدر بنی اور

المعتصم شہر میں داخل ہو گیا اور نجومیوں کی بات غلط ثابت ہوئی۔

پھر المعتصم نے اسی آدمی کو بلایا، جس نے اسے باندی والا قصہ سنایا تھا اور اس سے کہا: مجھے اُسی جگہ لے چلو جہاں تم نے اس لڑکی کو دیکھا تھا، تو وہ المعتصم کو لے کر چلا، وہاں پہنچ کر المعتصم نے اس باندی کو باہر نکالا اور اس سے کہا: اے جاریہ! کیا المعتصم نے تمہاری پکار کا جواب دے دیا یا نہیں؟

اور پھر المعتصم نے اُس رومی کو جس نے اُسے طمانچہ مارا تھا، اور اُس باندی کے مالک اور اس کی ساری دولت کو اُس باندی کی غلامی میں دے دیا اور اُسے اُن کا مالک بنا دیا۔

(قصص العرب: ۳: ۴۴۹)

راز کی حفاظت

عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اگر میں نے کسی آدمی کو اپنا کوئی راز دیا، اور اُس نے وہ راز ظاہر کر دیا، تو میں نے اُسے کبھی لعنت ملامت نہیں کی، کیونکہ جس وقت میں نے وہ راز اُسے دیا تو اُس وقت میرا سینہ زیادہ تنگ تھا (یعنی کہ جب میں ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کر سکا اور اسے دوسرے کے سامنے اگل دیا تو پھر دوسرے سے اس کی حفاظت کی توقع فضول ہے۔)

اور پھر کہا:

گر تو ہی اپنے راز کی حفاظت نہ کر سکا!
تو اوروں سے رازداری کی توقع فضول ہے!

(عیون الاخبار: ۱: ۴۰)

نقب والا

مسلمہ بن عبد المالک نے ایک قلعہ کا محاصرہ کیا، اس قلعہ کی دیوار میں ایک سوراخ تھا، تو مسلمہ بن عبد الملک نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ وہ اس سوراخ سے اندر داخل ہو جائیں، مگر کوئی بھی آگے نہیں آیا، تھوڑی دیر میں، فوج کا بہترین سپاہی آگے بڑھا اور سوراخ میں داخل ہو گیا اور قلعہ فتح کر لیا گیا، تو مسلمہ نے منادی کروائی: نقب

والا کہاں ہے؟ (یعنی نقب کے ذریعہ اندر داخل ہونے والا)۔

مگر کوئی بھی سامنے نہیں آیا، تو اس نے پھر منادی کروائی کہ میں نے دربان کو حکم دے دیا ہے کہ وہ آدمی جس وقت بھی آئے اسے اندر بھیج دینا، اور میں اس کو قسم دیتا ہوں کہ اس کو آنا ہی پڑے گا، تو ایک آدمی آیا اور دربان سے کہا:

مجھے امیر کے پاس جانے کی اجازت دے دو، تو اس نے پوچھا: کیا تم نقب والے ہو؟ تو وہ آدمی بولا: میں تمہیں اس کے بارے میں بتانے آیا ہوں، تو اس کو مسلمہ کے پاس بھیج دیا گیا، وہاں جاکر اس نے کہا:

نقب والے کی تین شرطیں ہیں، اگر آپ نے مان لیں تو وہ سامنے آئے گا ورنہ نہیں! ایک تو یہ کہ صحیفہ میں اس کا نام لکھ کر خلیفہ کے پاس نہ بھیجا جائے، دوسری یہ کہ اس کیلئے کوئی چیز مقرر کرنے یا دینے کا حکم نہ دیا جائے، تیسری یہ کہ اس سے یہ نہ پوچھا جائے کہ وہ کس سے یا کہاں سے تعلق رکھتا ہے!۔

تو مسلمہ نے جواب دیا: اس کی شرطیں ہمیں قبول ہیں، تو وہ آدمی بولا: میں ہی وہ آدمی ہوں۔

اس کے بعد سے مسلمہ جب بھی کوئی نماز پڑھا کرتے تھے یہ دعا کرتے تھے:

اللّٰھم! مجھے نقب والے کے ساتھ رکھنا۔ (عیون الاخبار: ۲/ ۱۷۲)

مجھے میرے رب کے حرم لے چلو

الفضل[1] بن الربیع کہتے ہیں: میں المصور کے ساتھ اس سفر میں تھا جس میں ان کا انتقال ہوا، انہوں نے ایک جگہ رک کر قیام کرنے کا حکم دیا.. اور مجھے بلا بھیجا، میں جب ان کے پاس پہنچا تو وہ ایک قبہ میں بیٹھے تھے اور ایک دیوار پر نظریں جمی ہوئی تھیں، مجھ سے کہنے لگے: کیا میں نے تمہیں عام لوگوں کو ان جگہاؤں پر آنے سے روکنے کیلئے نہیں کہا تھا؟ تاکہ وہ یہاں پر الٹی سیدھی باتیں نہ لکھیں!

میں نے کہا: کیسی باتیں امیر المؤمنین؟ تو وہ بولے: کیا تمہیں نظر نہیں آرہا کہ

۱۔ الفضل بن الربیع: خلیفہ المصور کے وزیر تھے، وہ ھارون الرشید اور الامین کے بھی وزیر رہ چکے ہیں ۲۰۸ء میں ان کی وفات ہوئی۔

دیوار پر لکھا ہے:

اے ابا جعفر آ پہنچا تیرا وقت اجل!
زندگی تیری ختم ہوئی، اللہ کا ہے یہ حکم اٹل!
اے ابا جعفر! کسی کاہن یا نجومی کی ہرگز نہیں مجال!
کہ ٹال سکے حکم خدائے ذوالجلال!

تو میں نے کہا: قسم خدا کی مجھے تو دیوار پر کچھ بھی لکھا ہوا نظر نہیں آرہا! دیوار تو صاف ستھری ہے۔

تو وہ کہنے لگے: قسم خدا کی، یہ تو پھر میرا نفس ہے جو مجھے موت کا پیغام دے رہا ہے، سفر کی تیاری کرو، مجھے جلد از جلد میرے رب کے حرم اور اس کی امن و امان والی فضا میں لے چلو، تاکہ میں اپنے گناہوں سے چھٹکارہ پا سکوں ہم لوگوں نے سفر شروع کر دیا، مگر المنصور کا مرض شدت اختیار کرتا چلا گیا اور جب ہم لوگ بئر میمون پہنچے تو ان کا انتقال ہو گیا۔ (قصص العرب ۱: ۱۰۹)

مجھے کچھ بدلے بدلے نظر آرہے ہو

ایک آدمی آیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلاف حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مدد مانگی، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت وہیں بیٹھے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی طرف متوجہ ہو کر بولے: اے ابا الحسن اٹھو اور اپنے مخالف کے پاس جا کر بیٹھو، وہ اٹھے اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گئے اور دونوں میں بحث ہونے لگی، پھر وہ آدمی وہاں سے چلا گیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ واپس اپنی جگہ آکر بیٹھ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اندازہ لگایا کہ ان کے چہرے کے تأثرات کچھ بدلے بدلے سے ہیں۔

تو کہنے لگے: اے ابا الحسن! کیا بات ہے؟ تم مجھے کچھ بدلے بدلے نظر آرہے ہو؟ کیا جو کچھ ہوا.. تمہیں ناگوار گذرا؟ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں! تو انہوں نے پوچھا: کیا بات ناگوار گذری؟

تو حضرت علی رضی اللہ عنہ بولے: آپ نے میرے مخالف کے سامنے مجھے میری کنیت سے پکارا، کیا آپ یہ نہیں کہہ سکتے تھے کہ اے علی (رضی اللہ عنہ) اٹھو اور اپنے مخالف کے پاس

جا کر بیٹھ جاؤ۔

تو حضرت عمرؓ اٹھے اور بے اختیار حضرت علیؓ کو گلے لگا کر ان کا منہ چومنے لگے اور بولے: میرے باپ آپ پر قربان! آپ لوگوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایت عطا فرمائی اور آپ لوگوں کے ذریعہ ہی ہمیں اندھیروں سے نکال کر روشنی میں لائے۔ (شرح نہج البلاغۃ ۱۷/۶۵)

خسیس آدمی کی صفات

عمر بن عبد العزیزؒ نے محمد بن کعب[1] القریظیؒ سے پوچھا: وہ کیا صفات ہیں جو انسان کو خسیس اور دنی (یعنی کم تر) بنا دیتی ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا: زیادہ بولنا، اپنے راز کھولنا اور ہر کسی پر اعتماد اور بھروسہ کر لینا۔ (العزلۃ: ص ۱۶۹)

پریشانیاں ہمیشہ نہیں رہتیں

بعض شعراء نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ اشعار پڑھے:۔

میرے دوست نہیں ایسی کوئی مصیبت!
جو انسان کو پریشان کرے تا قیامت!
مایوس نہ ہونا جو آ پڑے مشکل!
ڈھونڈنا حل اس کا نہ کرنا شکایت!
کئی لوگوں پر جب آئی مصیبت!
کام لیا صبر سے، ہاری نہ ہمت!
مشکلوں پر مشکلیں رات دن آتی رہیں!
صبر میرے ساتھ تھا پریشانیاں جاتی رہیں!
یاد ہے مجھ کو کہ میرا نفس بہت خود دار تھا!
مشکلوں پر صبر میرا دیکھا تو وہ بھی جھک گیا!
میں نے کہا اے نفس! مرنا ہے تجھ کو شان سے!
دنیا ہماری تھی کبھی، اب آخرت میں ہی امان ہے!

(ادب الدنیا والدین: ص ۲۸)

---

[1] محمد بن کعب القرظی المدنی، عالم، ثقہ ہیں، تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے، ۱۲۰ھ میں وفات پائی۔

دنیا میں زاہد کون

ابو امیہ کہتے ہیں: دنیا میں اصل زاہد وہ شخص ہے، جو صرف رزقِ حلال پر اکتفا کرے (چاہے بظاہر وہ دنیا سے بہت محبت رکھتا ہو)۔

اور دنیا میں رغبت رکھنے والا انسان وہ ہے، جو اس کی پرواہ نہ کرے کہ جو وہ کمارہا ہے وہ حلال ہے یا حرام (چاہے بظاہر وہ دنیا سے بیزار نظر آتا ہو)۔

اور دنیا میں اصل سخی وہ ہے، جو حقوق اللہ کی ادائیگی میں سخاوت کا مظاہرہ کرے، چاہے لوگ، دوسرے معاملات میں، اس کی سخاوت کے گن ہی کیوں نہ گائیں)۔ (الزھد: ۳۲)

اے پروردگار، لذتیں چلی گئیں

وھیب بن الورد[1] کہتے ہیں:

ایک روز کا ذکر ہے، ایک عورت طواف کرتے ہوئے کہہ رہی تھی: اے پروردگار، لذتیں تو چلی گئیں، اب تو صرف ان کا تاوان باقی رہ گیا ہے، میرے پروردگار تو ہر عیب اور نقص سے پاک وبالا تر ہے، بیشک تو أرحم الراحمین ہے، میرے پروردگار آگ کے سوا میری کوئی سزا نہیں۔

اُس کے ساتھ اس کی ایک ساتھی تھی کہنے لگی: اے بہن، آج تم اپنے پروردگار کے گھر میں داخل ہوگئیں، تو وہ بولی: قسم خدا کی، میں اپنے ان دونوں پیروں کو اس قابل نہیں سمجھتی کہ یہ اللہ کے گھر کا طواف کریں، اور میں کیسے ان کو پاک پروردگار کے گھر کو چھونے کا اہل سمجھوں، جبکہ میں اچھی طرح جانتی ہوں کہ میرے یہ قدم کہاں کہاں گئے ہیں؟۔ (محاسبة النفس: ۷۷)

تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرار کیوں نہیں ہوئے؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کچھ بچوں کے پاس سے گذرے، جو کھیل رہے تھے انہیں دیکھتے ہی بچے بھاگ کھڑے ہوئے، علاوہ عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے تو حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: تم اپنے ساتھیوں کے ساتھ کیوں نہیں بھاگے؟

توانہوں نے جواب دیا:

---

[1] وھیب بن الورد پر حکمت، عابد، ثقہ ہیں، قرشی اور مکہ کے رہنے والے تھے، ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

میں نے کوئی جرم تو نہیں کیا تھا، جو آپ سے ڈر کر بھاگتا اور نہ راستہ تنگ تھا، جو آپ کو راستہ دینے کیلئے وہاں سے ہٹ جاتا۔ (ربیع الأبرار ٦٦٢)

اپنی گھر والی کو اپنے پاس رکھو

روایت ہے کہ بنی اُمیہ کے بعض بادشاہوں نے سعید بن المسیبؒ کی بیٹی کیلئے شادی کا پیغام بھجوایا، مگر انہوں نے ان کا پیغام ٹھکرادیا، اور اپنی بیٹی کا نکاح ایک غریب طالبعلم سے کر دیا، اس غریب نے جب اپنی ماں کو یہ بات بتائی تو اس کی ماں کہنے لگی: بے چارہ پاگل ہو گیا؟ بھلا سعید بن المسیبؒ اپنی بیٹی کا نکاح تجھ سے کرے گا! جبکہ اس کی بیٹی کے لئے شاہی گھرانوں سے رشتے آرہے ہیں، تو وہ بے چارہ خاموش ہو گیا۔
رات کے وقت دروازہ بجنے کی آواز سنائی دی، لڑکے نے پوچھا: کون ہے؟ تو آواز آئی، سعید بن المسیبؒ اور اس کی بیٹی، اور پھر کہا: یہ رہی تمہاری گھر والی، اسے اپنے پاس رکھو، مجھے یہ گوارہ نہ ہوا کہ تم اکیلے رات گذارو، وہ لڑکا اپنی بیوی کو گھر لے گیا، تو اس کی ماں بولی: قسم خدا کی تم اس کے قریب نہیں جاؤ گے، جب تک کہ ہم اُسے تیار نہ کر دیں، پھر اپنی پڑوسنوں کو بلایا، سب جمع ہوئیں اور جو کچھ اس وقت میسر تھا، اس حساب سے اسے دلہن بنا کر تیار کر دیا۔ اس کے بعد اس کے والد اس سے ملنے آئے اور جو کچھ دینا دلانا تھا وہ اس وقت دیا۔ (مرآۃ الجنان: ١/١٨٦)

میرا گناہ بہت بڑا ہے

یوسف الکوفیؒ، جنہوں نے بہت سے اشعار اور حدیثیں روایت کی ہیں، کہتے ہیں ایک سال میں نے حج کیا، تو حرم میں ایک آدمی ملا، جو یہ کہہ رہا تھا:
یا اللہ میری مغفرت فرمادے، میرے گناہ معاف کردے، جبکہ میرا خیال نہیں کہ آپ ایسا کریں گے، تو میں نے کہا اے فلاں! مجھے تعجب ہے کہ تم اللہ کے عفو و درگذر سے اتنے مایوس ہو۔
تو وہ بولا: میرا گناہ بہت بڑا ہے! تو میں نے کہا مجھے بتاؤ، تو وہ کہنے لگا: میں موصل میں یحییٰ بن محمد کے ساتھ تھا، ایک جمعہ کو اس نے ہمیں حکم دیا تو ہم نے ایک مسجد پر

حملہ کیا اور تیس ہزار کو قتل کر دیا پھر اس کے منادی نے اعلان کیا: جس نے بھی، کسی گھر پر اپنا چابک ٹانگ دیا تو وہ گھر اور اس میں جو کچھ بھی ہوگا وہ اس کا ہوگا۔

میں نے ایک گھر پر اپنا چابک ٹانگا اور اس گھر میں داخل ہو گیا، اندر مجھے ایک مرد، ایک عورت اور ان کے دو بیٹے ملے، میں آگے بڑھا اور آدمی کو قتل کر دیا، پھر عورت سے کہا:

جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، ورنہ تمہارے دونوں بیٹوں کو بھی میں تمہارے شوہر کے پاس پہنچا دوں گا، تو وہ عورت میرے لیئے، سات دینار لیکر آئی میں نے پھر کہا:

جو کچھ تمہارے پاس ہے لے آؤ، تو وہ بولی:

ان کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہیں، میں آگے بڑھا اور اس کے ایک بیٹے کو قتل کر دیا، پھر اس سے کہا:

جو کچھ تمہارے پاس ہے نکال دو، ورنہ دوسرے کو بھی پہلے والے کے پاس پہنچا دوں گا جب اس نے میرے خطرناک تیور دیکھے تو گھبرا کر بولی: رحم کرو! میرے پاس ایک چیز ہے جو ان کے باپ نے مجھے دی تھی، پھر وہ ایک زرّہ لیکر آئی جس پر سونے کے دھاگے سے کڑھائی ہوئی تھی، اتنا خوبصورت کہ اس سے پہلے کبھی نہ دیکھا، میں اسے الٹ پلٹ کر دیکھنے لگا، تو سنہرے دھاگے سے لکھا ہوا دیکھا:۔

جب امیر اور اس کے دربانوں کا ظلم بڑھ جائے
اور زمین کا منصف انصاف نہ کر پائے
تو ہلاکت اور بربادی ہے اس ظالم کیلئے
جب آسمان کا منصف انصاف کرنے پہ آئے

میں لرز اٹھا اور تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی، اور میں اسی وقت اس جگہ کیلئے نکل کھڑا ہوا جہاں آج تم مجھے دیکھ رہے ہو۔ (قصص العرب: ۱/۱۱۵)

بہادروں کی ماں

جنگ قادسیہ کے موقع پر سب جمع ہوئے تو، خنساء بنت عمر والنخعیة، نے اپنے چاروں بیٹوں کو بلایا اور کہا: میرے بیٹو، تم لوگ اسلام لیکر آئے، اور پھر ہجرت کی،

قسم خدائے پاک کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں، جس طرح تم لوگ ایک عورت کے بیٹے ہو، اسی طرح تم لوگ ایک ہی مرد کی اولاد ہو، میں نے کبھی تمہارے باپ کے ساتھ دھوکہ نہیں کیا اور نہ ہی تمہارے ماموں کو رسوا کیا اور نہ ہی تمہارا نسب تبدیل کیا اور نہ ہی تمہاری حرمت کو پامال کیا۔

ان شاء اللہ جب کل کی صبح نمودار ہوگی، تو تم اللہ کی مدد کے ساتھ دشمن سے لڑائی کیلئے روانہ ہو جانا، جب تم دیکھو کہ جنگ شروع ہو گئی اور لڑائی میں تیزی آگئی، تو تم لوگ بھی سرگرم ہو جانا اور میدان میں کود پڑنا، اس کی سختی کا مقابلہ کرنا اور ان کے لشکر کو اپنی تلواروں سے کاٹ ڈالنا، نصرت و غنیمت تمہیں حاصل ہوگی، اور دار الخلد میں کامیابی اور عزت تمہارا مقدر بنے گی۔

اس کے چاروں بیٹے اپنے دل میں اپنی ماں کی اطاعت کا عزم لیئے، اس کی نصیحتوں پر عمل کرنے کا عہد کیئے وہاں سے روانہ ہو گئے، اور جس وقت دشمنوں سے سامنا ہوا، ان میں سے ایک ان پر حملہ کرتے ہوئے بولا:

اے بھائیو! ہماری بوڑھی ماں نے!
جب رات ہمیں بلایا تھا!
نصیحتیں اس نے کی تھیں ہمیں!
تو کود پڑو سبھی میدانِ جنگ میں!
کہ میدانِ جنگ میں ملاقات تمہاری!
آلِ ساسان کے بھونکتے کتوں سے ہوگی!
ان کے دلوں میں ہے ہیبت تمہاری!
اب فیصلہ کرنے کی تمہاری ہے باری!
یا تو ملے گی تم کو زندگی ایک شاندار!
یا پھر شہادت کے تم بنو گے حقدار!

پھر دوسرا یہ کہتا ہوا دشمنوں پر ٹوٹ پڑا:

قسم خدا کی جو محبت سے ہماری ماں نے کہی!
اُس نصیحت کے ہر ایک حرف پر عمل ہے لازمی!

جو کچھ کہا اس نے ہماری ہے اس میں بہتری!
میدان جنگ میں یوں لڑو کہ رہ نہ جائے کوئی کمی!
آل کسریٰ کو ان کی دشمنی کی دو سزا!
بھاگ کر پلٹیں نہ پھر، ان کو چکھا دو وہ مزا!
پیچھے ہٹنا جنگ سے بزدلی ہے جان لو!
مارنا دشمنوں کو، ہے شجاعت مان لو!

پھر تیسرا یہ کہتا ہوا دشمنوں پر حملہ آور ہوا:

نہ میں خنساء کا ہوں نہ ہی اخزم کا!
نہ ہی شیر دل عمرو محترم کا!
اعجمیوں کا آج میلہ لگا ہے!
ساسانیوں کے بیچ میں وہ رستم کھڑا ہے!
ملنا ہے دشمنوں سے شیروں کی طرح لڑنا!
ڈرنا نہ کسی سے تم، جو ماں نے کہا کرنا!
صرف شان سے جینا ہی ہم کو ہے گوارہ!
یا پھر شہادت ہی مقدر ہو ہمارا!
ان دونوں میں سے جو بھی ہو گا نصیب اپنا!
پا جائیں گے فلاح ہم بس اتنا یاد رکھنا!

پھر چوتھا یہ کہتا ہوا آگے بڑھا:

ہماری بوڑھی ماں کی ہمت کی داد دو!
دور رس نگاہ اور شجاعت کی داد دو!
ہر نصیحت ان کی قرض ہے ہم پر!
تعمیل ان کے حکم کی فرض ہے ہم پر!
آگے بڑھو اور اعلانِ جنگ کر دو!
دشمنوں کیلئے اس زمین کو تنگ کر دو!
ایک باعزت زندگی یا پھر شہادت کا مقام!
جنت الفردوس میں حاصل ہمیں ہو گا دوام!

چاروں بھائیوں نے جی جان سے دشمن کا مقابلہ کیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عطا فرمائی۔

ان لوگوں کو دو ہزار درہم ملا کرتے تھے، جو یہ لا کر اپنی ماں کے دامن میں ڈال دیا کرتے تھے، پھر وہ ایک ایک مٹھی ان میں برابر سے تقسیم کر دیا کرتی تھیں۔

(صفة الصفوة: ٤ ٥ ٨ ٣)

ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ذہانت

ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے انہوں نے کہا: کہ ایک مرتبہ (قیصر) نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: اسلام علیک، امابعد: مجھے بتاؤ کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبوب ترین لفظ کون سا ہے، پھر اس کے بعد دوسرے، تیسرے، چوتھے اور پانچویں نمبر پر اللہ تعالیٰ کا محبوب ترین لفظ کون سا ہے؟

اللہ تعالیٰ کا عزیز ترین بندہ کون ہے اور عزیز ترین بندی کون ہے؟ اور وہ چار چیزیں کیا ہیں جن میں روح تھی، مگر جو کسی رحم میں متحرک نہیں ہوئیں؟ وہ قبر کون سی ہے جو قبر والے کو لیکر چلی ہو؟

زمین پر وہ جگہ کون سی ہے جس پر صرف ایک بار سورج نکلا ہو؟ کہکشاں آسمان پر کہاں ہے؟ قوس قزح کیونکر بنتی ہے؟

یہ سب باتیں پڑھ کر معاویہ رضی اللہ عنہ بے اختیار بولے: لعنت ہو تم پر! پتہ نہیں یہ سب کیا ہے؟

پھر انہوں نے خط لکھ کر مجھ سے یہ سب باتیں دریافت کیں تو میں نے کہا: اللہ کے نزدیک محبوب ترین لفظ (لاالٰہ الااللہ) ہے کہ اس کے بغیر کوئی عمل قبول نہیں ہوتا، اور یہی لفظ باعث نجات ہے۔

دوسرا پسندیدہ لفظ ہے "سبحان اللہ" جو مخلوقات کی تسبیح ہے۔

تیسرا پسندیدہ لفظ ہے "الحمدللہ" جو کلمۂ تشکر ہے۔

چوتھا پسندیدہ لفظ ہے "اللہ اکبر" جو نمازوں اور رکوع اور سجدہ کی ابتدا ہے۔

پانچواں پسندیدہ لفظ ہے "لاحول ولا قوۃ الاباللہ"

اللہ تعالیٰ کے عزیز ترین بندے ہیں آدم علیہ السلام، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھوں سے بنایا اور ہر چیز کے نام ان کو سکھلائے اور اللہ تعالیٰ کی عزیز ترین بندی ہیں مریم علیہا السلام جنہوں نے اپنی شرمگاہ کی حفاظت کی۔ اور وہ چار جن میں روح تھی مگر وہ کسی رحم میں متحرک نہیں ہوئے، وہ ہیں آدم علیہ السلام وحوا علیہا السلام، موسیٰ علیہ السلام کی لاٹھی اور مینڈھا (جو اسماعیل علیہ السلام کے فدیہ کے طور پر بھیجا گیا تھا۔ جب انہیں ذبح کرنے کا حکم ملا تھا)۔ اور وہ مقام جس کو سورج کی شعاعوں نے صرف ایک بار چھوا، وہ سمندر کا وہ مقام ہے جو موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کیلئے دو حصوں میں منقسم ہو گیا تھا۔

اور وہ قبر جو قبر والے کو لے کر چلی (یعنی متحرک قبر) وہ مچھلی تھی جس کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام تھے۔ (عیون الاخبار ۲ ۱۹۹)

چلو اپنے ایمان کو جلا بخشیں

ابن ابی شیبہ نے ابی ذر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نقل کیا انہوں نے فرمایا کہ: حضرت عمر رضی اللہ عنہ اکثر اپنے ساتھیوں میں سے کبھی ایک یا کبھی دو آدمیوں کا ہاتھ تھامتے اور فرماتے: چلو اٹھو اپنے ایمان کو جلا بخشیں، اور پھر وہ اللہ کے ذکر میں مشغول ہو جاتے۔

(قبسات من حياة الصحابة: ١٣)

جب تک زندگی تمہارے ساتھ اچھی رہے

منصور بن المہدی نے مامون سے کہا: کیا مجھ جیسے کیلئے طلبِ ادب مناسب رہے گا؟ تو انہوں نے جواب دیا: جہالت پر قناعت کر کے زندہ رہنے سے، طالبِ ادب کی حیثیت سے مر جانا بہتر ہے۔

تو المنصور نے کہا: میرے لیئے یہ کب تک مناسب رہے گا؟

کہا: جب تک زندگی تمہارے ساتھ اچھی رہے۔ (المحاسن والمساوی: ٦)

ہماری شرط ہے

البزار نے جابر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

جب انصار کی کھجوروں کی فصل پک کر تیار ہو جاتی تھی، تو وہ درختوں پر سے پھل اتار کر اسے دو حصوں میں تقسیم کر دیتے تھے، ایک حصہ کم ہوتا تھا اور دوسرا حصہ زیادہ ہوتا تھا اور پھر کھجوروں کی شاخیں کم والے حصے میں شامل کر دیتے تھے اور مہاجرین کو اختیار دیدیتے تھے کہ جو حصہ چاہیں اٹھالیں، تو مہاجرین زیادہ والا حصہ اٹھالیتے تھے اور انصار کھجوروں کی شاخوں کی وجہ سے کم والا حصہ اٹھالیتے تھے۔

پھر فتح خیبر کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ہم لوگوں کے معاملے میں جو تم لوگوں کے ذمہ تھا وہ تم نے پورا پورا ادا کیا۔ اب اگر تم لوگ چاہتے ہو کہ فتح خیبر میں سے تم لوگوں کو حسب منشا حصہ ملے اور تمہارے پھلوں میں برکت ہو تو ایسا ہی کرو۔۔ تو انصار کہنے لگے:

آپ کی ہمارے ذمہ کچھ شروط تھیں اور ہماری آپ کے ذمہ یہ شرط تھی کہ ہمیں جنت ملے گی، آپ نے جو کہا ہم نے کیا۔۔ تاکہ ہماری شرط بھی پوری ہو۔۔۔ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"وہ (یعنی جنت) تمہاری ہے"

(قبسات من حياة الصحابة: ٨٠)

جس وقت تم نے پڑھا اُس نے یاد کر لیا

ابو عبد اللہ المفجّع[1] نے کہا:

میں نے ابو محمد القاسم[2] بن محمد الکرخی کو ایک طویل قصیدہ سنایا جس میں، میں نے ان کی مدح سرائی کی تھی، جیسے ہی قصیدہ پورا ہوا، ان کا بیٹا ابو عبد اللہ جعفر[3] بن القاسم اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا:

بزرگوار، آپ کو شرم نہیں آتی، ہماری مدح سرائی ایک ایسے قصیدے سے کرتے ہو جو تمہارا نہیں، کسی اور کا ہے؟ ابو عبد اللہ کہتے ہیں مجھے معلوم نہیں تھا کہ اس

۱۔ المفجّع: شاعر، عالم اور ادیب تھے، ۳۲۸ھ میں وفات پائی۔
۲۔ انکا تعلق بصرہ سے ہے، الاھواز، مصر، شام اور دیار ربیعہ کی گورنری کے عہدوں پر فائز رہے۔
۳۔ نہایت ہی ذہین اور قوی حافظہ کے مالک تھے، کور الاھواز، فارس، کرمان، الثغور، جیسی بڑی ولایت کی امارت سنبھالی۔

کا حافظہ بہت تیز ہے، میں نے کہا: خدا کی پناہ سرکار! قسم خدا کی یہ قصیدہ میرے سوا اور کسی کا نہیں۔

تو وہ بولا: سبحان اللہ! کیا بات ہے! یہ قصیدہ مجھے میرے مکتب کے استاد نے فلاں فلاں سن میں سکھایا تھا اور پھر اس نے وہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا، یہاں تک کہ پورا کر دیا، کوئی مصرعہ بھی نہ چھوٹا، جبکہ اس کے پچاس سے زیادہ مصرعے تھے۔

میرے تو ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے اور میں بہت شرمندہ ہوا اور قسمیں کھانے لگا کہ یہ قصیدہ میرا ہے، مجھے نہیں پتہ کہ اس نے کہاں سے سن لیا۔

القاسم کو میری حالت پر رحم آگیا وہ بولے: ارے بھئی گھبرانے کی یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، مجھے معلوم ہے کہ تم سچے ہو، مگر بات یہ ہے کہ ابو عبداللہ جو بھی سنتا ہے چاہے وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، وہ اسے فوراً یاد ہو جاتا ہے اور جب تم یہ قصیدہ سنا رہے تھے اس نے اسی وقت اسے یاد کر لیا۔

(نشوار المحاضرۃ: ۲ ۱۳۵)

اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ

حضرت عائشہؓ نے فرمایا:

گناہوں کی کمی سے بہتر کوئی چیز نہیں جیسے لیکر تم اللہ کے حضور پیش ہو، اس لیئے جو یہ چاہے کہ وہ لگاتار جانفشانی سے اللہ کی رضا کے حصول کیلئے کوشش اور محنت کرنے والے پر سبقت لے جائے تو اسے چاہیے کہ گناہوں کی کثرت سے اپنے آپ کو بچا کر رکھے۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲/۳۲)

آپ ایک ناپاک اور مشرک آدمی ہیں

جب ابو سفیان بن حرب مدینہ آئے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، جبکہ آپ ﷺ کیلئے مکہ روانگی کا ارادہ کر چکے تھے، تو ابو سفیان نے صلح حدیبیہ کی مدت بڑھانے کی بات کی، مگر آپ ﷺ نے یہ بات منظور نہ کی، تو ابو سفیان اٹھے اور نبی کریم ﷺ کی زوجۂ مطہرۃ اور اپنی بیٹی ام حبیبہ، کے پاس پہنچے جب وہ آپ ﷺ کے بستر پر

بیٹھنے لگے تو ام حبیبہ نے ایک دم وہ بستر سمیٹ کر ایک طرف کر دیا، تو وہ پوچھنے لگے :
بیٹی، کیا تم نے بستر کو مجھ سے بچایا ہے ؟ یا مجھے اس بستر سے بچایا ہے ؟ تو انہوں نے جواب دیا : یہ رسول اللہ ﷺ کا بستر ہے، اور آپ ایک ناپاک اور مشرک آدمی ہیں، تو وہ بولے : بیٹی مجھ سے دور ہونے کے بعد تمہیں برائی چھو گئی ہے !! (یعنی تمہیں کچھ ہو گیا ہے تم ایسی تو نہ تھیں) ! (صفة الصفوة : ٤٦/٢)

عورت، جس کا مہر اسلام تھا

انس بن مالکؓ فرماتے ہیں :
کہ ابو طلحہ نے ان کی والدہ (ام سلیم) کو شادی کا پیغام بھیجا تو انہوں نے کہا :
کیا تم یہ نہیں جانتے کہ جس خدا کی تم پرستش کرتے ہو، وہ زمین سے اگنے والی ایک لکڑی ہے جسے فلاں کے حبشی بیٹے نے، کاٹ کر چھیل کر اسے تمہارے خدا کے قالب میں ڈھالا ہے ؟
تو انہوں نے جواب دیا : بالکل جانتا ہوں !
تو ام سلیم نے کہا : تو کیا تمہیں زمین سے اگنے والی اس لکڑی کی (جسے فلاں کے حبشی بیٹے نے اس قالب میں ڈھالا ہے) پرستش کرتے ہوئے شرم نہیں آتی ؟ اگر تم اسلام لے آتے ہو، تو مجھے اس کے علاوہ تم سے کوئی مہر نہیں چاہیے۔
تو وہ بولے : ذرا مجھے سوچنے دو، یہ کہہ کر وہ چلے گئے، پھر واپس آئے اور کہا :

اشهد ان لا اله الا الله و ان محمداً رسول الله

تو ام سلیم کہنے لگیں : اے انس، ابا طلحہ کا رشتہ قبول کر لو۔

(صفة الصفوة : ٢ ٩٥)

اب ہم آپ کے مہمان ہیں

معن بن زائدہ[1] کے پاس کچھ قیدی لائے گئے، تو انہوں نے ان کے قتل کے احکام

---

[1] معن بن زائدہ : ابو الولید، جو عرب میں اپنے جود و کرم کے باعث مشہور تھے اور فصیح اللسان بہادر تھے، اموی اور عباسی دور دیکھا اور کئی ولایتوں پر امیر مقرر کیے گئے، شاعروں نے ان کی کافی مدح سرائی کی، ۱۵۱ھ میں وفات پائی۔

صادر کر دیئے، مگر اسی وقت ان میں سے کچھ قیدی کہنے لگے: اللہ تعالیٰ آپ کو صلاح عطا فرمائیں: ہم آپ کے قیدی ہیں اور بھوکے پیاسے ہیں، آپ بھوک، پیاس اور قتل کو ایک ساتھ جمع نہ فرمائیں، تو امیر نے ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کروایا، اور ان لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا، معن ان کی طرف دیکھتا رہا، جب وہ لوگ کھا پی کر فارغ ہو گئے تو ان میں سے ایک آدمی کہنے لگا: اللہ تعالیٰ امیر کو صلاح عطا فرمائیں، ہم پہلے آپ کے قیدی تھے اور اب آپ کے مہمان ہیں۔

یہ سن کر معن نے ان کو معاف کر دیا، تو وہی آدمی بولا: اے امیر! ہم فیصلہ نہیں کر پا رہے، کہ کون سا دن زیادہ عز و شرف والا ہے؟

آیا وہ دن جس دن آپ ہمیں قید کر کے لائے تھے، یا پھر وہ دن جس دن آپ نے ہمیں معاف کر دیا؟

یہ سن کر معن نے ان کیلئے، نقدی اور کپڑوں کا حکم دیا اور اس حکم کی تعمیل کی گئی۔

(ثمرات الاوراق: ٤٤١)

ہماری امیدیں تجھ سے وابستہ ہیں

ایک خانہ بدوش بدو عورت تھی، اس کی کھیتی تھی، جو اولے پڑنے سے تباہ و برباد ہو گئی تو لوگ اظہار افسوس کرنے اس کے پاس آئے اور اسے تسلی دینے لگے، اس نے اپنی نگاہ آسمان کی طرف اٹھائی اور بولی: تو اس کا اہل ہے، ہمارا رزق تیرے ذمہ ہے اور ہماری امیدیں صرف تجھ سے وابستہ ہیں۔

ایک امیر و کبیر شخص وہاں آیا اور اسے یہ واقعہ معلوم ہوا تو اس نے فوراً اس عورت کو پانچ سو دینار دیدئے۔

(الفرج بعد الشدة: ١ / ١٨١)

آدمی کو عطا ہونے والی سب سے بہترین شے کیا ہے؟

ابن المبارک سے کہا گیا: آدمی کو عطا ہونے والی سب سے بہترین شے کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا: عقل!

کہا گیا: اگر وہ نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا: حسن ادب!
کہا گیا: اگر وہ بھی نہ ملے؟ انہوں نے فرمایا: نیک اور صالح بھائی جس سے مشورہ کر سکے!
کہا گیا: اگر وہ بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے کہا: طویل خاموشی!
کہا گیا: اگر وہ بھی نہ ملے تو؟ انہوں نے فرمایا: موت!

(روضۃ العقلاء ۱۷)

امیر معاویہؓ کا بال

امیر معاویہؓ نے فرمایا:
جہاں میرا کوڑا کافی ہو، وہاں میں تلوار کا استعمال نہیں کرتا اور جہاں میری زبان کافی ہو، وہاں میں اپنے کوڑے کا استعمال نہیں کرتا اور اگر میرے اور لوگوں کے درمیان ایک بال بھی ہوتا تو کبھی نہ ٹوٹتا۔
کہا گیا: وہ کیسے؟ تو انہوں نے فرمایا: وہ ایسے کہ اگر وہ لوگ اسے کھینچتے، تو میں اسے ڈھیلا چھوڑ دیتا اور اگر وہ لوگ اسے ڈھیلا چھوڑتے تو میں اسے کھینچ لیتا۔

(عیون الاخبار: ۱/ ۹)

میں دینِ ابراہیمی پر ہوں

زید بن عمرو[1]۔۔ دین کی تلاش میں شام کیلئے روانہ ہوئے، وہاں پہنچے تو ایک یہودی عالم سے ملاقات ہوئی، انہوں نے اس سے اس کے دین و مذہب کے بارے میں دریافت کیا اور کہا: ہو سکتا ہے میں تمہارا مذہب اختیار کرلوں، مجھے اس کے بارے میں بتاؤ تو یہودی بولا: اس وقت تک ہمارے مذہب کے پیروکار نہیں بن سکتے، جب تک کہ

۱۔ زید بن عمرو: وہ تھے کہ جنہوں نے بتوں کی پرستش چھوڑ کر، ان بتوں کے نام پر پیش ہونے والی قربانیوں کے جانور کھانے سے انکار کر دیا تھا، وہ کہتے تھے: اے قریش کے لوگو! اللہ تعالیٰ بارش برساتا ہے اور سبزہ اگاتا ہے اور جانور پیدا کرتا ہے جو اس سبزے پر چرتا ہے اور تم اسے اللہ کے سوا کسی اور کیلئے ذبح کرتے ہو۔ ۷ اق ھ میں وفات پائی۔

اللہ کے غضب اور ناراضگی میں سے اپنا حصہ وصول نہ کرلو، تو زید بن عمرو، نے کہا:
میں اللہ تعالیٰ کے غضب کے علاوہ اور کسی چیز سے نہیں بھاگتا، اور جب تک میری استطاعت میں ہوگا میں اس کے غضب سے بچنے کی کوشش کروں گا، تو کیا تم کسی ایسے مذہب کی نشاندہی کرسکتے ہو جس میں یہ سب نہ ہو؟

تو یہودی بولا: دینِ حنیف کے علاوہ ایسا کوئی اور مذہب میرے علم میں نہیں، تو انہوں نے کہا؛ دینِ حنیف کیا ہے؟ تو یہودی بولا: دینِ ابراہیمؑ زید بن عمرو اسے چھوڑ کر وہاں سے نکل گئے۔

پھر وہ ایک نصرانی عالم کے پاس آئے اور اس سے بھی تقریباً وہی کچھ کہا جو یہودی عالم سے کہا تھا، تو وہ نصرانی عالم بولا: تم ہمارے مذہب کے پیروکار اس وقت تک نہیں بن سکتے جب تک اللہ تعالیٰ کی لعنت میں سے اپنا حصہ وصول نہ کرلو، تو وہ بولے: جب تک میرے بس میں ہوگا، میں اللہ تعالیٰ کے غضب اور اس کی لعنت سے اپنے آپ کو بچانے کی کوشش کروں گا، تو کیا تم کسی ایسے مذہب کی نشاندہی کرسکتے ہو، جس میں یہ سب نہ ہو؟ تو اس نے وہی جواب دیا جو یہودی عالم نے دیا تھا، کہ دینِ حنیف کے علاوہ، میرے علم میں ایسا اور کوئی مذہب نہیں۔ جب وہ وہاں سے نکلے تو دینِ ابراہیم کے بارے میں جو کچھ دونوں عالموں نے انہیں بتایا تھا وہ اس پر مطمئن اور راضی تھے، باہر نکل کر انہوں نے اپنے دونوں ہاتھ بلند کیئے اور کہا: میرے اللہ! میں دینِ ابراہیم پر ہوں۔

(قصص العرب: ۱: ۷۲)

حکیم لقمان کی نصیحتیں

حکیم لقمان نے فرمایا:

تین باتیں جس میں پائی گئیں، اس کا ایمان مکمل ہوگیا: کسی کو اگر آسودگی حاصل ہو، تو وہ آسودگی اسے غلط اور بری چیز کی طرف نہ لیجائے اور اگر کسی کو غصہ آئے تو وہ غصہ اسے دائرہ حق سے باہر نہ لیجائے، قدرت رکھنے کے باوجود جو چیز اس کی نہ ہو اس کی طرف ہاتھ نہ بڑھائے۔

انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا:
اگر کسی شخص سے دوستی کرنا چاہو تو اسے غصہ دلاؤ، اگر وہ غصہ کی حالت میں بھی تمہارے ساتھ انصاف اور سچائی کا معاملہ کرے تو صحیح ورنہ اسے چھوڑ دو۔

(عیون الاخبار: ۳/ ۲۹۰)

کلامِ نبوت کا مذاق اڑانا

ابو داؤد السجستانی[1] کہتے ہیں:
اصحابِ حدیث میں ایک قوی الجثہ آدمی تھا، اس نے رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث سنی:

انَّ الْمَلٰئِكَةَ لَتَضَعُ أَجْنِحَتَهَا لِطَالِبِ الْعِلْمِ رِضاً بِمَا يَصْنَعُ

طالب علم جو کچھ کرتا ہے، اس سے خوش ہو کر فرشتے اس کیلئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں۔
تو اس آدمی نے اپنے جوتوں کی ایڑیوں میں لوہے کی کیلیں لگالیں اور کہنے لگا:
میں فرشتوں کے پر روندنا چاہتا ہوں، بس پھر کیا تھا.. اس کے پیروں کو ایک ایسی بیماری لگ گئی جس سے وہ عضو جہاں یہ بیماری پیدا ہو جائے سڑ جاتا ہے اور اسے کاٹنا پڑتا ہے۔ (بستان العارفین: ۱۲۵)

تم ان سب سے زیادہ نیک اور بہتر ہو

انصار کے ایک آدمی کے گھر، ایک مسلمان مہمان آیا، وہ انصاری اپنے مہمان کو اپنے گھر والوں کے پاس چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دینے کیلئے روانہ ہو گیا اور رات کو اپنے گھر واپس آیا اور آکر گھر والوں سے پوچھا: کیا تم لوگوں نے ہمارے مہمان کو کھانا کھلادیا؟ تو جواب ملا: ہم لوگ آپ کا انتظار کر رہے تھے! تو اس نے کہا: قسم خدا کی میں کھانا نہیں کھاؤں گا، تو اس کی بیوی بولی: قسم خدا کی اگر تم نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گی، ان کا مہمان یہ دیکھ کر بولا: قسم خدا کی اگر تم لوگ

---

[1] ابو داود السجستانی: حدیث کی معروف کتاب (سنن ابی داود) کے مصنف اور مشہور محدث تھے۔

نہیں کھاؤ گے تو میں بھی نہیں کھاؤں گا۔

انصاری نے کہا: جب میں نے یہ حال دیکھا تو کھانا کھالیا، پھر میری بیوی، بیٹے اور مہمان نے بھی کھالیا، پھر میں رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا: ان لوگوں کی قسم تو پوری ہوگئی مگر میری قسم ٹوٹ گئی تو رسول ﷺ نے فرمایا: "تم ان سب سے زیادہ نیک اور بہتر ہو"۔ (اکرام الضیف:٤٦)

ضرورت مندوں کو اجازت دیدو

مسلمہ بن عبد الملک کے پاس جب ضرور تمندوں کا تانتا بندھ جاتا اور انہیں یہ ڈر ہوتا کہ کہیں وہ کسی کو جھڑک نہ دیں تو اپنے دربان سے کہتے: میرے ہم مجلسوں (یعنی دوستوں) کو اندر بھیج دو، تو وہ ان کے دوستوں کو اندر بھیج دیتا، پھر وہ سب لوگ بیٹھ کر، لوگوں کی خوبیوں اور نیکیوں کا ذکر کرتے اور اتنا ذکر کرتے، کہ مسلمہ بن عبد الملک پر ایسا خمار چھا جاتا، جیسے، شراب پینے والا نشے میں مخمور ہو جاتا ہے، پھر اسی کیفیت میں وہ اپنے دربان سے کہتے: اب حاجت مندوں کو اندر بھیج دو، پھر کوئی ایسا ضرور تمند باقی نہ رہتا جس کی حاجت روائی نہ ہوتی ہو۔ (قضاء الحوائج:٦٣)

عرب قوم میں تم سا سخی پیدا نہیں ہوا

الاصمعی کہتے ہیں: میں ایک سخی آدمی کے پاس اکثر و بیشتر جاتا رہتا تھا، مگر ایک دن جب میں اس کے گھر گیا تو دروازے پر مجھے ایک دربان نظر آیا، جس نے مجھے اندر جانے سے روک دیا اور پھر بولا: اے اصمعی! قسم خدا کی اس نے مجھے اپنے دروازے پر، تم جیسے لوگوں کو روکنے کیلئے صرف اپنی خستہ حالی اور کم مائیگی کی وجہ سے کھڑا کیا ہے، تو میں نے ایک رقعہ پر لکھا:

جب سخی کے دروازے پر دربان مقرر ہو جائے!
تو پھر بخیل اور سخی میں فرق ہی کیا رہ جائے!

میں نے یہ رقعہ دربان کو دیا کہ میرا یہ رقعہ اندر پہنچا دو، اس نے ایسا ہی کیا، اور اپنے ساتھ وہی رقعہ واپس لایا، اس کی پشت پر لکھا تھا:

سخی کے پاس دینے کیلئے جب مال نہ رہے!
تو قرض خواہوں سے بچنے کیلئے دربان ہی رکھنا پڑتا ہے!

اور اس رقعہ کے ساتھ ایک تھیلی تھی جس میں پانچ سو دینار تھے، میں نے کہا: قسم خدا کی، میں یہ خبر امیر المؤمنین تک ضرور پہنچاؤں گا۔

میں امیر المؤمنین کے پاس پہنچا تو انہوں نے مجھے دیکھتے ہی کہا: کہاں سے آرہے ہو، اے اصمعی؟ میں نے کہا؟ ایک آدمی ہے، جس نے اپنے علم اور مال دونوں سے میری ضیافت کی ہے، پھر میں نے وہ رقعہ اور تھیلی انہیں تھما دیئے، تھیلی دیکھ کر ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا اور وہ بولے: اس پر تو میرے بیت المال کی مہر لگی ہوئی ہے، جس آدمی نے تمہیں یہ تھیلی دی ہے، اسے میرے پاس حاضر کرو، میں نے کہا: قسم خدا کی امیر المؤمنین، مجھے شرم آتی ہے کہ میں آپ کے قاصد اس کے پاس بھیج کر اسے خوفزدہ کردوں، تو انہوں نے اپنے ایک مقرب آدمی سے کہا: الاصمعی کے ساتھ جاؤ اور جب اس آدمی کو دیکھو تو اس سے کہو:

بغیر کسی مزاحمت یا پریشانی کے امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو جاؤ، پھر جب وہ آدمی آگیا تو اس سے کہا: کیا تم وہی نہیں جس نے اس وقت جب ہمارا جلوس گذر رہا تھا، ہم سے اپنی خستہ حالی کا شکوہ کیا تھا، اور ہم نے تمہیں یہ تھیلی دی تھی؟ اور پھر جب اصمعی تمہارے پاس آیا تو تم نے اس کے ایک شعر کے جواب میں یہ تھیلی اسے دیدی۔

تو وہ آدمی بولا:

قسم خدا کی، جس وقت میں نے امیر المؤمنین سے اپنی خستہ حالی اور تنگی کا شکوہ کیا تھا تو میں نے جھوٹ نہیں کہا تھا، لیکن اپنے گھر آئے ضرور تمند کو خالی ہاتھ لوٹاتے ہوئے مجھے شرم آئی۔ اور میں نے چاہا کہ میرے گھر پر آیا ہوا ضرورتمند ایسے ہی لوٹے جیسے آپ نے مجھے لوٹایا تھا، تو امیر المؤمنین نے اس سے کہا: قابل تعریف ہو تم، تم سے زیادہ سخی عرب قوم نے پیدا ہی نہیں کیا، پھر اس کیلئے ایک ہزار دینار کا حکم دیا۔

الاصمعی کہتے ہیں: کہ پھر میں نے کہا:

میرا حصہ بھی پورا کر دیں یا امیر المؤمنین، تو وہ مسکرائے اور حکم دیا کہ میرے ایک ہزار دینار پورے کر دیئے جائیں اور اس آدمی کو انہوں نے اپنے رفقاء میں شامل کر لیا۔

(المستجاد: ۱۹۸)

جاہل کی صحبت سے بچنا

علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے کلام میں سے ہے:

خبردار ..... ہوشیار!
بچنا جاہل کی صحبت سے!
کتنے جاہل کھیلے ہیں!
بردباروں کی عزت سے!
جس انسان کے ساتھ وقت گذرتا ہے!
وہی اس کی پہچان بنتا ہے!
ہر چیز کی نظیر ہوتی ہے!
پرکھنے کے پیمانے ہوتے ہیں!
دل سے دل کو ہوتی ہے راہ!
جب یہ دو دل ملتے ہیں!

(آداب العشرة ۷)

فتنہ کے وقت کیا کریں

عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ آپ ﷺ نے فتنہ کا ذکر فرمایا، یا پھر ان کے سامنے فتنہ کا ذکر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اذا رأیتم الناس مرجت عھودھم و خفّت اماناتھم و کانوھکذا ۔ وشبك بین اصابعه

اگر تم دیکھو کہ لوگوں کی قسمیں فاسد ہونے لگیں اور انکی امانت اور دیانت داری کم ہونے لگے اور لوگ ایسے ہو جائیں اور اپنی انگلیاں آپس میں الجھالیں۔

مین اٹھ کر ان کے پاس گیا اور کہا: میں آپ پر فدا! مجھے بتایئے کہ ایسے وقت میں کیا کروں؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

اپنے گھر میں رہنا، اپنی زبان پر قابو رکھنا، معروف پر عمل کرنا اور منکر کو چھوڑ دینا، صرف خواص کے معاملات سے مطلب رکھنا، عوام کے معاملات میں دخل اندازی مت کرنا۔
(رواہ ابو داؤد)

جس نے لوگوں سے دوری اختیار کی محفوظ ہو گیا

الحسنؒ[1] نے فرمایا: تورات کے چند الفاظ مجھے یاد ہیں۔
بنی آدم نے قناعت اختیار کی تو تونگر ہو گیا، لوگوں سے دوری اختیار کی تو محفوظ ہو گیا، شہوتیں چھوڑیں تو آزاد ہو گیا، حسد سے پرہیز کیا تو اس کی نخوت ظاہر ہو گئی، تھوڑا صبر کیا تو طویل عرصہ تک عیش و آرام سے لطف اندوز ہوا۔

(العزلۃ: ۸۵)

دنیا کو وطن بنانا

ایک شاعر نے کہا:

جو جان لے کہ موت ہر ایک پر ہے لازم
میدانِ حشر اس کا مخرج اور قبر اس کا مسکن
یا تو کھیلے گا جنت کے سبزہ زاروں میں
یا روزِ قیامت آگ جلائے گی اس کا بدن
تقویٰ کے سوا ہر چیز یہاں ہے بدصورت
نادان ہے وہ جو اس دنیائے فانی کو بنائے اپنا وطن
اس مسافر خانہ کو ہرگز نہ بنانا اپنا وطن
موت سے نہیں بچ سکتا کوئی چاہے کرلے جتنے جتن!

(ادب الدنیا و الدین: ۱۲۶)

---

[1] حسن بن علی بن ابی طالب

ایک آدمی نے مجھے شکست دیدی

ایاس بن معاویہ[1] کے بارے میں مروی ہے کہ انہوں نے کہا:

مجھے کبھی کوئی شکست نہ دے سکا سوائے ایک آدمی کے.. اور وہ ایسے کہ بصرہ کی ایک مجلس قضا (یعنی عدالت) میں تھا، کہ گواہ کے طور پر ایک آدمی میرے پاس لایا گیا اور اس نے گواہی دی کہ، فلاں باغ (اور اس کے حدود اربعہ بھی بتائے) وہ فلاں کی ملکیت ہے، تو میں نے اس سے کہا: اُس میں موجود درختوں کی تعداد کتنی ہے؟ تو وہ تھوڑی دیر خاموش رہا اور پھر گویا ہوا:

ہمارے محترم قاضی صاحب اس عدالت میں کتنے عرصہ سے فیصلے سنا رہے ہیں؟ تو میں نے کہا:

اتنے عرصہ سے، تو وہ بولا:

کیا آپ بتا سکتے ہیں کہ اس عدالت کی چھت میں کتنی کڑیاں ہیں؟ تو میں نے کہا: تم صحیح کہتے ہو اور اس کی گواہی کو صحیح قرار دیدیا۔

(وفیات الاعیان: ۱/۲۴۹)

اپنے قلب کی اصلاح کا طالب ہوں

دیر کا رہنے والا ایک راہب ہمارے پاس سے گذرا، تو ہم نے اس سے پوچھا: کہاں جارہے ہو؟ تو وہ بولا: اپنے قلب کی اصلاح کی طلب میں دردر بھٹکتا پھر رہا ہوں، تو میں نے کہا: کہاں سے آئے ہو؟ تو وہ ایکدم رو پڑا اور بولا: میں ایسی قوم کے پاس سے آرہا ہوں، جو اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتوں سے بیزار ہو چکے ہیں، انکی ناشکری دیکھ کر مجھے ڈر ہوا کہ کہیں حق تعالیٰ ان سے یہ ساری نعمتیں سلب نہ کرلیں، بس میں وہاں سے بھاگ کھڑا ہوا، تو کیا کوئی ہے ایسا مرشد جو مجھے نیکی اور بھلائی کی راہ دکھا سکے؟

(فضیلة الشکر: ٦٠)

---

[1] ابو وائلہ، بہت مشہور قاضی اور اپنے زمانے کے نہایت فطین اور عجیب وغریب ذہانت کے مالک تھے، ۱۲۲ھ میں وفات پائی۔

آدابِ جوارح

ہر عضو انسانی سے متعلق کچھ آداب ہیں جنہیں ملحوظ رکھنا ضروری ہے:

۱: نگاہ کے آداب

نگاہ کے آداب میں سے ہے: کہ جب بھی اپنے بھائی پر نظر ڈالو تو اسے محبت سے دیکھو، اس کی سب سے بہترین چیز پر اپنی نگاہ رکھو اور جب وہ تم سے گفتگو کر رہا ہو تو اپنی نگاہیں اس کی طرف ہی متوجہ رکھو۔

۲: آدابِ سماعت

سماعت کے آداب میں ہے: کہ جو کوئی تم سے گفتگو کر رہا ہو، اس کی باتوں میں اپنی دلچسپی کا اظہار کرو اور دورانِ گفتگو اپنی توجہ اور نگاہ دونوں اسی پر مرکوز رکھو اور قطع کلامی سے پرہیز کرو اور بالفرض اگر بتقاضائے مجبوری تمہیں ان میں سے کچھ کرنا بھی پڑے تو اس سے معذرت طلب کر لو۔

۳: زبان کے آداب

زبان کے آداب میں یہ ہے:

کہ اپنے دوست احباب سے ویسی ہی گفتگو کرو جیسی وہ اس وقت سننا پسند کریں، مگر اس گفتگو میں بھی کمال ہوشیاری سے کوئی اچھی بات یا نصیحت کہہ ڈالو جس میں ان کی بھلائی پوشیدہ ہو اور جو باتیں انہیں ناگوار گذریں.. ان سے پرہیز کرو، ان سے تیز آواز میں بات مت کرو اور ان سے وہی باتیں کرو جن کا وہ علم رکھتے ہوں اور جنہیں وہ آسانی سے سمجھ سکیں۔

۴: ہاتھوں کے آداب

ہاتھوں کے آداب میں یہ ہے کہ اپنے بھائیوں اور دوست، احباب کیلئے ہمیشہ نیکی اور تعلق سے ہاتھ بڑھاؤ، ان کیلئے اپنے ہاتھ کبھی تنگ نہ کرو، ان کی مدد کرنے سے اپنے ہاتھ کبھی پیچھے نہ ہٹاؤ۔

۵: پیروں کے آداب

پیروں کے آداب میں یہ ہے کہ:

اپنے بھائیوں کے ساتھ اسطرح سے چلو، جیسے کہ تم ان کے تابع ہو، آگے آگے

کبھی مت چلو اور اگر ان میں سے کوئی تمہیں اپنے سے قریب کرے تو صرف بقدر ضرورت اس کے قریب جاؤ اور پھر واپس اپنی جگہ پر آجاؤ دوستی اور بھائی چارہ پر بھروسہ کر کے اپنے دوستوں اور بھائیوں کے حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی نہ کرو، کیونکہ الفضیل کا کہنا ہے کہ ان کے حقوق ادا نہ کرنا قابل مذمت فعل ہے۔

جب ان کو آتے ہوئے دیکھو تو استقبال کیلئے کھڑے ہو جاؤ اور جب تک کہ وہ لوگ نہ بیٹھ جائیں تمہیں بھی نہیں بیٹھنا چاہیے اور وہیں بیٹھو جہاں وہ تمہیں بٹھائیں۔

(آداب العشرہ ۵۳)

وہ بڑی کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے

حضرت عائشہؓ سے منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا:

میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی کسی زوجہ مطہرہ کیلئے رشک کا وہ جذبہ نہیں ابھرا جو حضرت خدیجہ کیلئے میرے دل میں ابھرتا تھا، جبکہ میں نے انہیں دیکھا بھی نہیں تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ بڑی کثرت سے ان کا ذکر کیا کرتے تھے اور کبھی بکری ذبح کر کے اس کے کئی ٹکڑے کر کے حضرت خدیجہؓ کی دوستوں اور رشتہ داروں کے یہاں بھیجا کرتے تھے، تو میں ان سے کہتی تھی، ایسا لگتا ہے جیسے کہ دنیا میں علاوہ حضرت خدیجہؓ کے اور کوئی عورت ہی نہ ہو، تو آپ ﷺ فرماتے: ''ہاں وہ ایسی ہی تھی اور میرا اس سے ایک بیٹا بھی تھا''۔

(متفق علیہ)

عورت کی نماز اس کے گھر میں

ابی حمید الساعدیؓ کی اہلیہ ام حمیدؓ کے بارے میں منقول ہے: کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور کہا:

یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کے ساتھ نماز پڑھنے کی خواہشمند ہوں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے معلوم ہو گیا کہ تم میرے ساتھ نماز پڑھنا چاہتی ہو۔ مگر تمہارا گھر

کے کسی کونے میں نماز پڑھنا۔ تمہارے کمرے میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے! اور تمہارا تمہارے کمرے میں نماز پڑھنا تمہارے گھر میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور تمہارا تمہاری قوم کی مسجد میں نماز پڑھنا، میری مسجد میں نماز پڑھنے سے بہتر ہے"۔

اور پھر آپ ﷺ نے فرمایا: پھر میں نے اس کیلئے اس کے گھر کے دور دراز اور اندھیرے حصے میں مسجد بنانے کا حکم دیا، جس میں وہ اس وقت تک نماز پڑھتی رہی، جب تک کہ رفیق اعلیٰ سے جا کر نہیں مل گئی۔ (رواہ احمد فی مسندہ)

سب سے زیادہ حق کس کا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا، کہ ایک عورت پر سب سے زیادہ حق کس کا ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اس کے شوہر کا) تو میں نے کہا:

ایک آدمی پر سب سے زیادہ حق کس کا ہوتا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا: (اسکی ماں کا)۔

(رواہ الحاکم)

عقل کی فراوانی

ایک شاعر ابراہیم بن حسان کہتے ہیں:

عقل ہی ہر جوان کی ہوتی ہے زیب و زینت
کتنی بھی کم ہو چاہے اس کی مال و دولت
عقل کی کمی ہو تو ہر جوان ہے بے قیمت
اعلیٰ حسب نسب ہو یا جتنی ہو شان و شوکت
عقل ہی سے ملتا ہے ہر جواں کو ایک مقام
عقل کی بنیاد پر ہوتے ہیں اس کے کام
انسانی عقل اللہ کا سب سے بہتر ہے انعام
ہر نعمت سے بڑھ کر ہے اس عقل کا مقام

اللہ جس کو عقل مکمل عطا کر دے
اخلاق اور فضائل کی دنیا عطا کر دے

(ادب الدنیا والدین : ۲۰)

عفت کی پاسداری

ایک بادشاہ نے اپنے خادم سے کہا :
کم کھاؤ زیادہ عرصے تک کام کرنے کے قابل رہو گے ، عفت کی پاسداری کرو تازندگی کام کرتے رہو گے ، رشوت سے بچ کر رہنا، لڑائی جھگڑے یا ہنگامے کی حالت میں تمہاری کمر مضبوط رہے گی (یعنی تم غالب رہو گے)۔ (عیون الاخبار : ۱ : ٦٠)

قضاء سے فرار

ابن سیرین[1] کہتے ہیں :
ہم ابی عبیدہ بن ابی حذیفہ کی مجلس میں بیٹھے تھے، ان کے سامنے ایک انگیٹھی رکھی تھی، جس میں آگ سلگ رہی تھی، کہ ایک آدمی ان کے پاس آیا اور انکے بستر پر بیٹھ گیا اور بڑی رازداری سے ان سے کوئی بات کہی، جو ہم نہ سن سکے، تو ابو عبیدہ نے اس آدمی سے کہا :
"تم میرے لئے اپنی انگلی اس آگ میں ڈالدو"، تو وہ آدمی بولا : سبحان اللہ ! کیا آپ مجھے حکم دے رہے ہیں کہ میں آپ کی وجہ سے اپنی انگلی آگ میں ڈال دوں ! تو ابو عبیدہ نے اس سے کہا : تم میری خاطر اپنی ایک انگلی اس دنیاوی آگ میں ڈالنے میں بخل کر رہے ہو اور مجھ سے کہتے ہو کہ میں تمہاری خاطر اپنا پورا جسم دوزخ کی آگ میں جھونک دوں۔ ابن سیرین کہتے ہیں :
ہمیں یہ گمان گذرا کہ اس نے ان سے کسی معاملہ میں فیصلہ کرنے کیلئے کہا ہو گا۔

(عیون الاخبار : ۱ : ٦٥)

---

[1] محمد بن سیرین، تابعی اور فقیہ تھے، خوابوں کی تعبیر دینے میں شہرت رکھتے تھے۔ (ان کی مشہور کتاب "تعبیر الرؤیا" کا اردو ترجمہ "خواب اور ان کی تعبیر" کے نام سے دار الاشاعت کے ہاں سے شائع ہو چکا ہے، ناشر)

حاتم اور سفانہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی قیادت میں فوج کی ایک نفری قبیلہ طئی روانہ کی یہ سن کر عدی بن حاتم الطائی[1] گھبرا گیا، وہ رسول اللہ ﷺ کا دیرینہ دشمن تھا، بھاگ کر شام چلا گیا، صبح ہوتے ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ وہاں پہنچ گئے اور ان کے مردوں، عورتوں، گھوڑوں اور مویشیوں کو، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لیکر چلے۔

جب قیدی رسول اللہ ﷺ کے سامنے پیش ہوئے تو، سفانہ بنت حاتم اٹھیں اور بولیں: اے محمد ﷺ! باپ ہلاک ہو گئے، اور ہمارا سردار کہیں چلا گیا، آپ سے گذارش ہے کہ مجھے آزاد کر دیں، عرب قوم کو میری شماتت کا موقع نہ دیں۔

میرے والد اپنی قوم کے سردار تھے، قیدی کو آزاد کرتے، مجرم کو قتل کرتے، پڑوسی کی حفاظت کرتے، ہر قابل نگہداشت چیز کی حفاظت کرتے، مصیبت زدہ کی مدد کرتے، کھانا کھلاتے، امن و سلامتی کا پرچار کرتے، محتاجوں اور یتیموں کی دیکھ بھال کرتے، آفتوں اور مصیبتوں میں لوگوں کی مدد کرتے، ان کے پاس سے کوئی بھی ضرورتمند ناکام یا خالی ہاتھ کبھی نہیں لوٹا، میں حاتم الطائی کی بیٹی ہوں۔

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

اے لڑکی! یہ تو واقعی مؤمنوں کی صفات ہیں، اگر تمہارا باپ مسلمان ہوتا تو ہم اس کیلئے مغفرت طلب کرتے، اس کو آزاد کر دو کہ اس کا باپ اخلاق و کردار کا دلدادہ تھا"۔

پھر فرمایا:

"رحم کرو۔ اس قوی پر جو کمزور پڑ جائے، اس مالدار پر جو غریب ہو جائے اور اس عالم پر جو جاہلوں کے درمیان کھو جائے"

اور پھر سفانہ کی اعزاز و تکریم میں ان کی قوم کے سبھی افراد کی رہائی کا حکم دیدیا۔

تو سفانہ نے آپ ﷺ کیلئے دعا کرنے کی اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے

1: عدی بن حاتم: جلیل القدر صحابی اور زمانہ جاہلیت اور اسلام، دونوں میں اپنی قوم کے سردار تھے، ۹ھ میں اسلام لائے۔ اور فتح عراق، جنگ جمل، صفین اور نہروان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ شرکت فرمائی۔

انہیں اجازت دیدی اور اپنے صحابہ کرام ﷺ سے فرمایا:
”غور سے سنو اور سمجھو“ تو وہ بولیں: اللہ تعالیٰ آپ کی نیکی سے ہر نیکی کے موقع کو فیضیاب کریں اور کبھی کسی کمینہ سے آپ کی کوئی ضرورت نہ ٹکرائے اور جب بھی کسی عزت دار سے وہ کوئی نعمت سلب کرے تو صرف آپ کو اس نعمت کی واپسی کا ذریعہ بنائے۔

رہائی پانے کے بعد وہ اپنے بھائی عدی کے پاس گئیں، جو اس وقت (دومۃ الجندل) میں تھے اور ان سے کہا: میرے بھائی! اس آدمی کے پاس چلے جاؤ، اس سے پہلے کہ تم اس کے پھندے میں پھنس جاؤ، میں نے ایسی سیرت اور رائے دیکھی ہے جو اچھے سے اچھے غالب پر غلبہ پا جائے گی اور ایسی خوبیاں دیکھی ہیں جن سے میں بہت متاثر ہوئی ہوں: میں نے انہیں فقیر سے محبت کرتے دیکھا، قیدی کو رہا کرتے دیکھا چھوٹے پر رحم کرتے اور بڑے کی قدر کرتے دیکھا، ان سے زیادہ جود وکرم کا مالک نہیں دیکھا، اگر وہ نبی ہیں تو ان کے پاس جانے میں سبقت لے جانے والے کی فضیلت ہی کچھ اور ہے اور اگر وہ بادشاہ ہیں، تو تم انکی بادشاہت کے سائے میں رہو گے، یہ باتیں سن کر عدی، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لے آئے سفانہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

(قصص العرب: ۱: ۱۸۰)

زاہد اور گھڑا

ہندوستان کا واقعہ ہے: کہ ایک عابد زاہد شخص تھا، اس کے پاس ایک گھڑا تھا، جس میں شہد اور گھی تھا، ایک دن وہ بیٹھا سوچ رہا تھا: کہ میں یہ گھڑا دس درہم میں بیچ دوں گا، پھر ان سے پانچ عدد بکریاں خریدوں گا، جو ہر سال دو بچے دیں گی، کئی سال بعد ان کی تعداد دو سو ہو جائے گی، پھر ہر چار بکریوں کے بدلے میں ایک گائے خریدوں گا، پھر بیج بو کر کھیتی باڑی کروں گا، میرے ہاتھ دولت میں کھیلیں گے، پھر میرے بہت سارے مکانات، غلام، باندیاں ہوں گی، میں شادی کروں گا تو میرا ایک بیٹا پیدا ہوگا، میں اس کا نام یہ رکھوں گا اور اسکو ادب سکھاؤں گا، اگر کبھی اس نے میری نافرمانی کی تو ایک اپنا ڈنڈا اس کے سر پر اسطرح ماروں گا یہ کہہ کر اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ڈنڈا مارنے کے انداز میں گھمایا اور وہ ڈنڈا گھڑے پر پڑا اور گھڑا ٹوٹ گیا اور سارا

شہد اور گھی اس کے سر پر بہہ گیا۔ (عیون الاخبار ۳: ۲۶۳)

حاجت روائی

حسن بصری نے فرمایا اپنے کسی ضرورت مند بھائی کی حاجت روائی کرنا میرے نزدیک ایک سال اعتکاف میں بیٹھنے سے زیادہ بہتر ہے۔ (عیون الاخبار ۸: ۱۷۵)

آؤ گھڑی بھر کو ایمان لے آئیں

الطیالسی نے ابی الدرداء ﷺ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: عبداللہ بن رواحہ ﷺ اکثر میرا ہاتھ تھامتے اور کہتے، آؤ گھڑی بھر کو ایمان لے آئیں، کہ دل اس ہانڈی سے بھی زیادہ تیزی سے پلٹا کھاتا ہے، جس کا ابال خشک ہو گیا ہو۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۱۳)

مجھے ہی آپ کے پاس آنا چاہیئے

ابن عباس ﷺ سے مروی ہے۔ انہوں نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد میں نے انصار کے ایک آدمی سے کہا: آؤ چل کر اصحاب رسول اللہ ﷺ سے پوچھتے ہیں، کہ آج تو تعداد میں وہ بہت زیادہ ہیں، تو وہ آدمی بولا تعجب ہے تم پر اے ابن عباس! کیا تمہارے خیال میں، لوگوں کے درمیان اصحاب رسول اللہ ﷺ کی موجودگی کے بعد کسی کو تمہاری ضرورت محسوس ہوگی۔

انہوں نے فرمایا: تو میں نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا اور اصحابِ رسول اللہ ﷺ کے پاس جا جا کر ان سے سوال کرتا اور علم حاصل کرتا، جب بھی مجھے پتہ چلتا کہ کسی آدمی کے پاس کوئی حدیث ہے تو میں اس کے دروازے پر جاتا اور وہ مجھے سوتا ہوا ملتا تو میں اس کے دروازے پر اپنی چادر کا تکیہ بنا کر لیٹ جاتا اور ہوا میرے چہرے پر خاک اڑاتی گذر جاتی، وہ آدمی جب باہر آکر مجھے دیکھتا تو کہتا: اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد آپ کیسے آئے؟ مجھے بلوا لیتے، میں خود آپ کے پاس حاضر ہو جاتا۔

تو میں کہتا: نہیں، مجھے ہی آپ کے پاس آنا چاہیے، پھر میں اس سے حدیث کے بارے میں سوال کرتا۔

انصار کا وہ آدمی اس وقت تک زندہ رہا، جب تک کہ اس نے یہ نہیں دیکھ لیا کہ لوگ میرے گرد جمع ہوتے اور مجھ سے سوال کرتے، اس وقت وہ کہتا: یہ جوان مجھ سے زیادہ عقلمند تھا۔ (رواہ الحاکم فی المستدرک)

حق نے اسے گویائی عطا کی ہے

ایک دن خلیفہ مامون الرشید، لوگوں کی شکایات سننے اور انصاف کرنے کیلئے بیٹھے، تو سب سے آخر میں ان کے پاس ایک عورت آئی، جس کے خستہ حال کپڑے سفر کی گرد سے اٹے ہوئے تھے، وہ ان کے سامنے آکر کھڑی ہوئی اور بولی: السلام علیکم یا امیر المؤمنین ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، خلیفہ مامون نے اپنے قاضی یحییٰ بن اکثم کی طرف دیکھا، تو یحییٰ نے کہا: وعلیکم السلام اللہ کی بندی ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، بولو اور اپنی حاجت بیان کرو، تو وہ کہنے لگی:

اے منصب خلافت کے صحیح حقدار
امام مسلمین اور اس ملک کی بہار
آپ کی محفل میں آئی ہے یہ بیوہ ایک فریاد
کچھ نہ چھوڑا اس ظالم نے جس پہ تھا اعتماد
چھینی اس نے مجھ سے میری جائیداد
اس پہ ظلم یہ کہ جدا کر دی میری اولاد

لمحہ بھر کچھ سوچنے کے بعد خلیفہ مامون نے اپنا سر اٹھایا اور کہا:

جو کچھ کہا تم نے افسوس ہوا سن کر
انصاف کی طالب ہو میں جانتا ہوں مگر
شام ہو چلی ہے ابھی تو تم جاؤ
جس دن میں کہوں اپنا حریف ساتھ لاؤ
ہفتہ کو ہو گی مجلس گر آنا ہوا ہمارا
ورنہ تو پھر اتوار کو انصاف ہوگا تمہارا

پھر وہ اتوار کے دن ہی مجلس میں آئے، تو سب سے پہلے وہی عورت انکے سامنے

پیش ہوئی اور بولی:

السلام علیکم امیر المؤمنین! توانہوں نے کہا: وعلیکم السلام تمہارا مخالف کہاں ہے؟ تواس نے کہا: آپ کے پیچھے کھڑا ہے! یہ کہہ کر اس نے ان کے بیٹے العباس کی طرف اشارہ کیا، تو مامون الرشید نے اپنے ایک دربان کو پکارا:

اے احمد بن ابی خالد، اسکا ہاتھ پکڑ کر اس عورت کے ساتھ بٹھادو، اس نے بٹھادیا، پھر عورت کی آواز بولتے ہوئے بلند ہوگئی اور ان کے بیٹے کی آواز پر غالب آگئی، تو احمد نے اس سے کہا: اے اللہ کی بندی! تم امیر المؤمنین کی مجلس میں بیٹھی ہو، ان سے گفتگو کرتے ہوئے اپنی آواز نیچی رکھو، تو امیر المؤمنین نے کہا:

احمد اسے بولنے دو، حق نے اسے گویائی عطا کی ہے اور باطل نے میرے بیٹے کو گونگا کر دیا ہے، پھر انہوں نے فیصلہ فرمایا کہ اس کی جائیداد اسے واپس کر دی جائے اور اس کیلئے خرچ مقرر فرما کر اس کے شہر کے گورنر کو خط لکھا کہ اس کے ساتھ حسنِ سلوک کیا جائے۔ (حدائق الازاهر: ص ٣٩٦)

کم ہمتی کے درجہ سے برتر رہو

عمرو بن مسعدہ اور یحییٰ بن اکثم کی موجودگی میں خلیفہ مامون الرشید نے اپنے بیٹے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

میرے وزراء اور خواص کی بلند ہمتی سے سبق حاصل کرو، قسم خدا کی ان لوگوں نے میرے یہاں یہ رتبے اور مقام صرف اپنی ذاتی کوششوں اور جدوجہد سے ہی حاصل کیئے ہیں، تم میں سے جو حقیر چیزوں کا پیچھا کرتے ہیں ان کو ذلت اور حقارت کے سوا کچھ ہاتھ نہیں آتا اور جو عظیم امور کے پیچھے کھویا جاتا ہے اس کا تھوڑا بھی اس سے زیادہ ہوتا ہے جو حقیر امور سے حاصل ہوتا ہے۔

لہٰذا، اپنے آپ کو کم ہمتی کے درجہ سے بلند اور برتر رکھو اور عظیم امور اور تدابیر کیلئے اپنے آپکو فارغ کرو اور ثقہ لوگوں سے کفایت حاصل کرو، ان خوددار شیروں کی طرح بنو جو چھوٹے موٹے پرندوں اور جانوروں کی طرف نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھتے، وہ صرف بڑے جانوروں کو اپنا شکار بناتے ہیں اور یہ جان لو کہ اگر تمہارے قدم

تمہیں آگے کی طرف نہیں لے گئے تو تمہارا قائد بھی تمہیں آگے نہیں بڑھائے گا اپنے دوست کا حق ادا کر کے ہی تم دوستی کا حق ادا کر سکتے ہو ورنہ نہیں۔

(المحاسن والمساوی ۱۷)

آدمی بناتا ہے

ایک دن خلیفہ مامون الرشید نے اپنے بیٹے العباس، اور اس کے بھائی المعتصم پر نظر ڈالی، اسکا بیٹا العباس کارخانے اور جائیدادیں بناتا تھا، جبکہ المعتصم، آدمی بناتا تھا (یعنی دوست بناتا تھا) تو انہوں نے یہ شعر کہا:

ایک بناتا ہے آدمی دوسرا بناتا ہے جائیداد
کتنا عظیم فرق ہے بستیوں اور دوستوں میں
پریشان ہے مال اور جائیداد کی کثرت سے
جب تک کہ بانٹ نہ دے سب کچھ دلیروں پر

(المحاسن و المساوی: ۱۷٤)

لوگ برابر ہوتے ہیں

حضرت جنیدؒ فرماتے ہیں:

میں نے سری سقطیؒ کو کہتے ہوئے سنا: لوگ اپنے اعمال میں قریب قریب (یعنی برابر اور ملتے جلتے ہوتے ہیں) مگر قریب تر وہ ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے حضور حسن ادب سے نزدیکی حاصل کرے۔ (نشوار المحاضرۃ: ۳: ۱۲۳)

چار دفعہ اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں

قاضی شریحؒ [1] فرماتے ہیں:

میرے اوپر جب کوئی مصیبت نازل ہوتی ہے تو میں اس مصیبت پر اللہ تعالیٰ کا چار

---

[1] شریح بن الحارث: جنہوں نے حضرت عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ اور معاویہؓ کے دور میں قاضی کا منصب سنبھالا اور ۷۸ھ میں وفات پائی۔

دفعہ شکر ادا کرتا ہوں۔

ایک دفعہ شکر ادا کرتا ہوں کہ اس سے زیادہ بڑی مصیبت نازل نہیں ہوئی، دوسری دفعہ شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اس پر صبر کرنے کی توفیق عطا فرمائی، تیسری دفعہ شکر ادا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے (انا للہ وانا الیہ راجعون) پڑھنے کی توفیق عطا فرمائی، کہ اس کا عظیم اجر وثواب ہے اور چوتھی دفعہ اس لیے شکر ادا کرتا ہوں کہ یہ آزمائش یا مصیبت میرے دینی معاملات میں نہیں ہے۔

(الفرج بعد الشدة، ۱ ۱۵۸)

بد اخلاقی سے رسوائی ملتی ہے

خوش خلقی کا بیج بونے سے محبت ملتی ہے اور بد اخلاقی کا بیج بونے سے نفرت ہاتھ آتی ہے اور جس کا اخلاق اچھا ہوتا ہے اس کی عزت ووقار میں اضافہ ہوتا ہے، جبکہ بد اخلاقی سے پیش آنے والے کے ہاتھ رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ نہیں آتا، کیونکہ بد اخلاقی سے کینہ پیدا ہوتا ہے اور جب کینہ دلوں میں گھر کر جائے تو اس کا نتیجہ دشمنی کی صورت میں نکلتا ہے اور یہ دشمنی اگر کسی بے دین شخص کے دل میں پیدا ہو جائے تو وہ اسے دوزخ پہنچا دیتی ہے، الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے اسے بچالیں۔

(روضة العقلاء: ٦٥)

اللہ تعالیٰ برکت دے

انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ، جب ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لے گئے، تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے درمیان دوستی کرائی، تو سعد رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا:

اے عبد الرحمٰن! میں انصار کا سب سے زیادہ مال ودولت والا آدمی ہوں اور میں اسے اپنے اور تمہارے درمیان تقسیم کرتا ہوں اور میرے پاس دو بیویاں ہیں میں ان میں سے ایک کو طلاق دے دوں گا، جب اس کی عدت پوری ہو جائے، تم اس سے نکاح کر لینا، تو عبد الرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"اللہ تعالیٰ تمہارے مال اور اہل و عیال میں برکت دے"۔ (رواہ البخاری)

آپ کیوں رو رہے ہیں اے امیر المؤمنین؟

جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں کسریٰ کے خزانے پیش کئے گئے تو عبداللہ بن الارقم رضی اللہ عنہ نے کہا:

جب تک ان کو تقسیم کیا جائے، اس وقت تک کے لئے انہیں بیت المال میں کیوں نہ رکھا جائے؟ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جب تک یہ تقسیم نہیں ہو جاتے، میں ان پر کسی چھت کا سایہ نہیں ہونے دوں گا، یہ کہہ کر انہوں نے حکم دیا کہ یہ خزانے مسجد کے صحن میں رکھ دیئے جائیں، رات بھر ان کی پہریداری ہوئی، پھر صبح ہوتے ہی تقسیم کرنے کی غرض سے جاتے ہی انہیں کھولا گیا، تو ان میں وہ زرد جواہر نظر آئے جو آنکھیں چکاچوند کر دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ دیکھ کر بے اختیار رو پڑے، تو ان سے کہا گیا، یا امیر المؤمنین آپ روتے کیوں ہیں؟ قسم خدا کی یہ خوشی اور شکرانے کا دن ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: یہ چیزیں جب بھی کسی قوم کو عطا ہوئیں ان میں عداوتیں اور نفرتیں پھوٹ پڑیں۔ (المنتقی: ۲۱۲)

جب اس نے برا بھلا کہا تو مجھے غصہ آ گیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شرابی کو لایا گیا تو انہوں نے اس پر حد قائم کرنے کا حکم دیا، جس پر وہ شرابی ان کو برا بھلا کہنے لگا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے مارنے سے روک دیا، لوگوں نے کہا: یا امیر المؤمنین جس وقت اس نے آپ کو برا بھلا کہا، تو آپ نے اسے چھوڑ کیوں دیا؟

تو فرمایا کیونکہ جب اس نے مجھے برا بھلا کہا تو مجھے غصہ آ گیا، اب اگر اس وقت میں اسے مارتا تو اپنے غصے کی وجہ سے مارتا اپنے پروردگار کیلئے نہیں۔

(المختار من نوادر الاخبار: ۱۲۴)

اللہ تمہارا پردہ رکھے جس طرح تم نے میرا پردہ رکھا

احمد بن المہدیؒ[1] فرماتے ہیں: ایک رات کا ذکر ہے، میں بغداد میں تھا کہ، ایک عورت میرے پاس آئی اور مجھے بتایا کہ وہ اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے، مگر اس وقت وہ ایک آزمائش میں مبتلا ہے، اور بولی: آپ کو خدا کا واسطہ میرا پردہ رکھ لیجئے۔

تو میں نے کہا: آخر بتاؤ تو سہی، تم کس آزمائش میں مبتلا ہو؟ تو وہ بولی: میرے ساتھ زبردستی ہوئی اور اب میں حاملہ ہوں، اور لوگوں سے میں نے یہ کہہ دیا ہے کہ آپ میرے شوہر ہیں، اور یہ حمل آپ سے ہی ہے، تو خدا کیلئے مجھے رسوا مت کیجئے گا، اور میرا پردہ رکھ لیجئے گا، اللہ تعالیٰ آپ کا پردہ رکھے۔

وہ خاموش رہے اور کچھ نہ کہا، پھر وہ عورت چلی گئی، پھر کچھ پتہ نہ چلا.. یہاں تک کہ اُس کے یہاں ایک بیٹے کی ولادت ہوئی، تو محلّہ کے امام چند پڑوسیوں کے ساتھ مجھے بیٹے کی مبارکباد دینے کیلئے آئے، میں نے اُن کے سامنے بے پناہ خوشی اور مسرت کا اظہار کیا، اور اگلے دن اُس بچے کے نام سے دو دینار امام صاحب کو دیئے کہا: یہ اُس عورت کو دینا، یہ اُس بچے کا خرچہ ہے۔ کیونکہ ہم دونوں کے درمیان کسی بات پر علیحدگی ہو چکی ہے۔

پھر میں ہر مہینے دو دینار امام کے ہاتھ پر رکھتا اور کہتا: یہ بچے کا خرچہ ہے، یہاں تک کہ دو سال کا عرصہ گذر گیا، پھر ایسا ہوا کہ اس بچے کا انتقال ہو گیا اور لوگ میرے پاس تعزیت کیلئے آنے لگے، میں ان لوگوں کے سامنے تسلیم و رضا کا اظہار کرتا رہا۔

ایک ماہ گذرنے کے بعد ایک رات وہ عورت میرے پاس آئی اور ساتھ میں وہ دینار بھی لیکر آئی جو میں امام کے ہاتھ اسے بھیجا کرتا تھا اور کہنے لگی: اللہ تعالیٰ آپ کا اسی طرح پردہ رکھے جیسے کہ آپ نے میرا پردہ رکھا، تو میں نے کہا: یہ دینار بچے سے متعلق تھے، اب یہ تمہارے ہیں، تم اس کا جو چاہو کرو۔ (المنتظم: ۲۲۵/٦٦)

---

[1] احمد بن المہدی بن رستم اصفہان سے تعلق تھا، حافظ زاہد اور عابد تھے ۲۷۲ھ میں وفات پائی۔

اللہ اپنے بندے کی مدد فرماتا ہے

ابوہریرہؓ سے مروی ہے: کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے:

"جس نے کسی مسلمان کے عیب پر پردہ ڈالا، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر پردہ ڈالیں گے، اور جس نے کسی مسلمان کی کوئی مشکل آسان کی، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کیلئے آسانی پیدا فرمائیں گے، اللہ تعالیٰ بندے کی مدد کرتا ہے، جب تک کہ وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد کرتا رہتا ہے، جو اپنے عمل کی وجہ سے پیچھے رہ گیا، اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جا سکتا اور جس نے کسی مسلمان کی ایک تنگی دور کی، اللہ تعالیٰ روز قیامت کی تنگیوں اور دشواریوں میں سے اس کی ایک تنگی دور فرما دیں گے"۔ (رواہ مسلم)

یہ شہد کہاں سے آیا؟

فاطمہ بنت عبد الملک[1] کے بارے میں روایت ہے انہوں نے کہا: ایک روز عمر بن عبد العزیزؒ کا شہد کھانے کو دل چاہا، مگر گھر میں شہد نہیں تھا، تو ہم نے ڈاکخانے کی سواریوں میں سے ایک سواری پر ایک آدمی کو ایک دینار دیکر بعلبک کیلئے روانہ کر دیا، وہ شہد لے آیا، تو میں نے اپنے شوہر سے کہا:

آپ نے شہد کھانے کا ذکر کیا تھا تو ہمارے پاس شہد ہے، کیا آپ کیلئے لاؤں؟ پھر وہ کہتی ہیں: کہ ہم نے شہد ان کے سامنے لا کر رکھ دیا، انہوں نے شہد پی لیا پھر کہا: تم لوگوں کے پاس یہ شہد کہاں سے آیا؟ تو انہوں نے جواب دیا:

ہم نے ڈاکخانے کی سواریوں میں سے ایک سواری پر ایک آدمی کو دینار دیکر بعلبک بھیجا تھا، وہاں سے وہ یہ شہد خرید کر لے آیا، تو انہوں نے اس آدمی کو بلا بھیجا اور کہا:

یہ شہد بازار لے کر جاؤ اور اسے بیچ دو، اس میں جتنے پیسے ہمارے تھے وہ ہمیں لوٹا دو، باقی جو بچیں، ان سے ڈاکخانہ کی سواریوں کیلئے چارہ خرید لاؤ، اگر مسلمانوں کو میرے قے کرنے سے کوئی فائدہ پہنچتا تو میں قے کر دیتا (یعنی جو شہد میں کھا چکا ہوں اسے قے کے

---

[1] فاطمہ بنت عبد الملک، عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ علیہ کی اہلیہ تھیں۔

ذریعہ نکال دیتا)"۔ (کتاب الورع ۶۸)

تم میں سے کون پسند کرے گا

ابن عباس ﷺ سے مروی ہے : انہوں نے فرمایا : کہ رسول ﷺ مسجد میں یہ کہتے ہوئے داخل ہوئے : "تم میں سے کون پسند کرے گا کہ اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی اور شدت سے محفوظ رکھیں؟" یہ بات آپ ﷺ نے تین بار دہرائی، تو سب نے کہا : ہم سب یہ پسند کریں گے، یارسول اللہ ﷺ، تو فرمایا :

"جس نے کسی تنگ حال کو مہلت دی یا اس کی تنگی دور کر دی، اللہ تعالیٰ اسے جہنم کی گرمی سے محفوظ رکھیں گے"۔ (قضاء الحوائج : ۹۰)

نجات کیا ہے؟

ابی امامہ کے بارے میں ہے کہ انہوں نے فرمایا : عقبہ بن عامر الجہنیؓ نے کہا : یارسول اللہ ﷺ! نجات کیا ہے؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا :

"تمہارے گھر میں تمہارے لئے گنجائش ہو۔ اپنے دین کو پکڑ کر رکھو، اپنے گناہ پر آنسو بہاؤ" (رواہ احمد والترمذی)

علقمہ کی وصیت اپنے بیٹے کیلئے

دوستی اور معاشرت کے بارے میں جامع بات یحییٰ بن اکثم نے کہی کہ جب علقمہ العطار کی وفات کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا : بیٹے! اگر کسی سے دوستی کرنا چاہو، تو ایسے آدمی کو دوست بنانا کہ جس کی تم خدمت کرو تو وہ قدر کرے۔ اس کی صحبت میں رہو تو وہ تمہارے لیے زینت بن جائے، تمہیں کوئی ضرورت پڑ جائے تو تمہاری مدد کرے، کسی بھلائی یا نیکی کیلئے اپنا ہاتھ بڑھاؤ تو وہ بھی تمہارا ساتھ دے تمہاری کوئی خوبی دیکھے تو اسے شمار کرے۔ اور اگر کوئی برائی دیکھے تو اس کی پردہ پوشی کرے، تم بخل سے کام لو تو وہ پہل کرے، تم پر کوئی آفت آپڑے تو وہ تمہیں تسلی

دے، تم کوئی بات کہو تو وہ تمہارا یقین کرے، کسی معاملہ میں کوشش کرو تو وہ تمہیں آگے بڑھادے، کبھی کسی بات پر جھگڑا ہو تو وہ اپنے حق پر تمہیں ترجیح دے۔

(آداب العشرة: ٤٥)

جو کچھ اس کے پاس تھا پیش کر دیا

ایک آدمی نے حاتم الطائی[1] سے پوچھا: اے حاتم! کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ جود و کرم میں تم پر کوئی سبقت لے گیا ہو؟

تو حاتم طائی نے جواب دیا: ہاں، طئی کا ایک یتیم لڑکا جود و کرم میں مجھ سے سبقت لے گیا، میں اس کے یہاں مہمان بنا تھا، اس کے پاس دس بکریاں تھیں، اس نے ایک بکری ذبح کی، اور اس کا گوشت پکا کر میرے سامنے رکھا، جو کچھ اس نے میرے سامنے رکھا اس میں بھیجہ بھی تھا، میں نے کھانا کھایا اور خاص کر بھیجہ میں نے بہت پسند کیا اور کہا: قسم خدا کی بڑا مزیدار ہے، وہ چپکے سے میرے پاس سے اٹھا، اور ایک ایک بکری ذبح کرتا گیا اور اسکا بھیجہ میرے سامنے رکھتا گیا اور مجھے پتہ بھی نہیں چلا، جب وہاں سے جانے کیلئے گھر سے باہر نکلا، تو چاروں طرف خون ہی خون تھا، اس نے اپنی ساری بکریاں ذبح کر ڈالی تھیں، میں نے اس سے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو وہ بولا: سبحان اللہ! میرے پاس تمہاری پسند کی کوئی چیز ہو اور میں بخل سے کام لوں، یہ تو ایک عربی کیلئے بڑی شرم اور عار کی بات ہو گی۔

تو کہا گیا: اے حاتم، پھر تم نے اس کا بدلہ کس طرح دیا؟ تو حاتم نے کہا: میں نے اسے تین سو لال اونٹنیاں اور پانچ سو بکریاں دیں، تو کسی نے کہا:

تو پھر تو تم اس سے زیادہ فیاض ہوئے، تو حاتم نے کہا: نہیں وہ مجھ سے زیادہ فیاض ہے، کیونکہ اس کے پاس جو کچھ تھا وہ سب کا سب اس نے میرے سامنے لا کر رکھ دیا، جبکہ میں نے اسے جو کچھ دیا، وہ میرے بے تحاشہ مال و دولت کا بہت تھوڑا سا حصہ تھا۔ (المستجاد: ٣٣)

---

[1] حاتم الطائی: بہت مشہور اور بہادر شہسوار تھے، جو وہ سخاوت میں ضرب المثل تھے۔

بے جا دخل اندازی مت کرو

ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

جو بات تم سے متعلق نہ ہو اس میں دخل مت دو اور بے جا گفتگو سے پرہیز کرو، ورنہ تم ضرور کسی گناہ میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اگر بات تم سے متعلق ہو تب بھی، اس وقت تک نہ بولو جب تک کہ مناسب موقع نہ ہو۔

اور کبھی کسی بردبار، یا کم عقل نادان سے بحث مت کرنا، کیونکہ بردبار کے دل میں تمہارے لیئے بغض پیدا ہوگا اور کم عقل نادان تمہیں نقصان پہنچائے گا یا اذیت دے گا۔

جب تمہارا بھائی تمہاری نگاہوں سے اوجھل ہو تو اس کی غیر حاضری میں اس کا ذکر اسی طرح کرو، جس طرح تم اپنی غیر حاضری میں اپنا ذکر کیئے جانا پسند کرتے ہو۔

اسے اس چیز سے محفوظ رکھو جس سے چاہتے ہو کہ وہ تمہیں محفوظ رکھے، کہ یہی عدل وانصاف کا تقاضہ ہے۔

اور اس آدمی جیسا عمل کرو کہ جو اچھی طرح جانتا ہو کہ اسے نیکی کا صلہ ملے گا اور گناہ کی سزا ملے گی۔ (العزلة: ١٣٤)

مہربانی کی نگاہ اور ناراضگی کی نگاہ

عبد اللہ بن معاویہ بن عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب[1] نے فرمایا:

جس پر مہربان ہوتا ہوں دیکھتا نہیں ہوں میں!
کتنے ہیں عیوب اس میں زیادہ ہوں چاہے کم!
ہر عیب چھپا لیتی ہے مہربانی کی ایک نگاہ!
برائیاں اجاگر کرتی ہے ناراضگی کی ایک نگاہ!

(ادب الدنیا والدین: ٣٧)

ا۔ بنی ہاشم کے بہترین جوانوں میں سے ہیں۔

میں تجھے اللہ کے حضور پیش کر کے رہوں گا

عبد اللہ بن قیس ابو امیہ الغفاری سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا: ہم لوگ ایک لڑائی میں شریک تھے، جیسے ہی دشمن سامنے آیا، ایک شور سا اٹھا اور لوگ اپنی صفوں میں واپس لوٹنے لگے، تیز ہواؤں کے جھکڑ چل رہے تھے، کہ میں نے اپنے سامنے ایک آدمی کو دیکھا، میرے گھوڑے کا سر اس کے گھوڑے کے پچھلے حصے سے بالکل ملا ہوا تھا، وہ آدمی اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا:

اے میرے نفس، کیا میں فلاں فلاں لڑائی میں شریک نہیں تھا، تو تو نے مجھ سے کہا: تیرے بیوی بچوں کا کیا گا اور میں تیرا کہنا مان کر واپس ہو گیا تھا، کیا میں فلاں فلاں لڑائی میں شریک نہیں تھا، اور تو نے مجھ سے کہا: تیرے بیوی بچوں کا کیا ہوگا اور میں تیرا کہنا مان کر واپس ہو گیا تھا، قسم خدا کی میں آج تجھے اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کر کے رہوں گا، وہ تجھے قبض کر لیں یا چھوڑ دیں، اس کی یہ باتیں سن کر میں نے کہا: میں اس پر نظر رکھوں گا اور میں اس کے پیچھے پیچھے لگا رہا، جب دشمن پر حملہ ہوا تو وہ سب سے آگے تھا، پھر دشمن نے حملہ کیا تو لوگ چھٹ گئے تھے اور وہ دفاع کرنے والوں میں سب سے آگے تھا، قسم خدا کی اسی طرح کرتے کرتے میں نے اسے پچھاڑ کھا کر گرتے ہوئے دیکھا، میں نے اس کے اور اسکی سواری کے بدن پر لگے ہوئے زخم دیکھے تو ساٹھ یا ساٹھ سے زیادہ تھے۔ (محاسبة النفس: ٧١)

اس کے بعد پیاس نہیں لگی

عثمان بن القاسم سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا: ام ایمنؓ ہجرت کی غرض سے مکہ سے مدینہ جا رہی تھیں، پیدل تھیں اور ساتھ میں زادِ سفر بھی نہیں تھا، بلکہ روزے سے تھیں اور قیامت کی گرمی پڑ رہی تھی انہیں پیاس محسوس ہونے لگی اور اتنی بڑھی کہ وہ مارے پیاس کے مرنے حال ہو گئیں پھر کہتے ہیں، کہ تب وہ روحاء یا اس کے قریب تھیں۔

ام ایمنؓ کہتی ہیں: جب سورج غروب ہو گیا تو مجھے اپنے سر کے اوپر کسی چیز کی سر

سراہٹ محسوس ہوئی، میں نے سر اٹھا کر دیکھا تو مجھے ایک ڈول نظر آیا جو ایک سفید رنگ کی رسی سے لٹکا ہوا تھا، وہ ڈول میرے نزدیک آتا گیا، یہاں تک کہ اتنا قریب آگیا، کہ میں نے اسے پکڑا اور اس میں سے پانی پینے لگی، یہاں تک کہ سیراب ہوگئی۔
پھر وہ کہتی ہیں: کہ اس دن کے بعد سے، میں شدید گرمی والے دن سورج کی تپش میں طواف کرتی تھی تاکہ مجھے پیاس محسوس ہو، مگر اس کے بعد سے مجھے پیاس ہی نہیں لگی۔ (صفة الصفوة ۲/ ٥٤)

اللہ تعالیٰ اس ہمسفر کو جزائے خیر عطا فرمائے

ربیعہ بن عثمان اور قدامہؒ نے کہا: ام کلثوم بنت عقبہ بن ابی معیطؓ کے سوا، ہمارے علم میں ایسی کوئی قریشی عورت نہیں جو اپنے والدین کو چھوڑ کر اسلام لا کر ہجرت کیلئے نکل کھڑی ہوئی ہو، وہ کہتی ہیں: تنعیم کے اطراف میں، صحرائی علاقے میں ہمارے کچھ رشتہ دار، رہا کرتے تھے میں ان کے یہاں جا کر تین تین چار چار دن رہا کرتی تھی، پھر اپنے گھر والوں کے پاس واپس آجاتی تھی، وہ میرے وہاں جانے پر کوئی اعتراض نہیں کرتے تھے، اسی طرح کرتے کرتے میں نے سفر کی تیاری کرلی، پھر ایک دن مکہ سے اس طرح نکلی جیسے اپنے رشتہ داروں کے یہاں جا رہی ہوں، مجھے وہاں تک چھوڑنے کیلئے جو آدمی آیا تھا جب وہ واپس چلا گیا تو، خزانہ کا ایک آدمی مجھے ملا، اس نے مجھ سے پوچھا:
کہاں جا رہی ہو؟ تو میں نے کہا: تم کون ہو؟ اور تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ اس نے کہا: میں خزاعہ سے تعلق رکھتا ہوں، جب اس نے خزاعہ کا ذکر کیا تو میں مطمئن ہوگئی، کیونکہ خزاعہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ معاہدہ میں شامل ہو چکا تھا، میں نے کہا: میں قریش سے تعلق رکھتی ہوں اور رسول اللہ ﷺ کے پاس جانا چاہتی ہوں مگر راستے سے ناواقف ہوں تو اس نے کہا:
میں آپ کے ساتھ ہوں، جب تک کہ آپ کو مدینہ نہ پہنچا دوں، پھر وہ میری سواری کے لئے ایک اونٹ لے کر آیا اور میں اس پر سوار ہوگئی، وہ اس کی لگام تھام کر چلنے لگا، مگر قسم خدا کی، اس نے مجھ سے ایک لفظ بھی نہ کہا، جب مجھے کہیں اترنا ہوتا تو

وہ اونٹ کو نیچے بٹھا کر دور چلا جاتا میرے اترنے کے بعد آتا اور اونٹ کو درخت سے باندھ کر دور درخت کے سائے میں چلا جاتا پھر چلنے کا وقت ہوتا تو اونٹ میرے قریب کر کے چلا جاتا، جب میں سوار ہو جاتی تو وہ اس کی لگام تھام کر چلنے لگتا، اور پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھتا، اسی طرح کرتے کرتے ہم مدینہ پہنچ گئے، اللہ تعالیٰ اس ہمسفر کو جزائے خیر عطا فرمائیں۔

(صفة الصفوة: ٢/ ٥٦)

ان کا گھر روشن ہو جاتا

حفصہ[1] بنت سیرینؒ رات کو اپنا چراغ جلا کر رکھتیں، پھر نماز پڑھنے کھڑی ہو جاتیں، رات میں کسی وقت چراغ شاید بجھ بھی جاتا، مگر ان کا گھر صبح ہونے تک روشن رہتا۔ (صفة الصفوة ٤/ ٢٦)

تمہیں ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں

عباسی خلیفہ (المہدی) عبادت کی غرض سے باہر نکلے ہوئے تھے، کہ ان کا گھوڑا بدک کر بھاگ کھڑا ہوا، یہاں تک کہ وہ ایک اعرابی کے خیمہ تک پہنچ گئے اور اعرابی سے کہا: ضیافت کیلئے کچھ ہے کیا؟ تو اس نے ان کے لئے ایک روٹی نکالی، جو انہوں نے کھالی پھر تھوڑا سا دودھ بچا ہوا تھا وہ لا کر دیا، پھر چمڑے کے ایک برتن میں ان کے لئے نبیذ[2] لے کر آیا، اسے پی کر انہوں نے اعرابی سے کہا:

کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟ تو اس نے کہا: نہیں

تو انہوں نے کہا: میں امیر المؤمنین کا خادمِ خاص ہوں۔

اعرابی نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے منصب میں ترقی دیں، پھر دوبارہ نبیذ پلائی، انہوں نے پی لی۔

پھر کہا: اے اعرابی! کیا تم جانتے ہو میں کون ہوں؟

تو اعرابی نے کہا: آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ امیر المؤمنین کے خادمِ خاص ہیں!

۱۔ تابعیہ، فقیہہ تھیں، ۱۰۰ھ میں وفات پائی۔

۲۔ نبیذ: انگور یا کھجور کی نچوڑی ہوئی شراب۔

تو خلیفہ نے کہا:
نہیں میں امیر المؤمنین کی فوج کا سپہ سالار ہوں۔
تو اعرابی نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کے ملک کو اور وسیع کریں اور آپ کی مرادیں پوری کریں، پھر تیسری مرتبہ نبیذ پلا دی۔
پی کر انہوں نے کہا: اے اعرابی! کیا تم جانتے ہو، میں کون ہوں؟
اس نے کہا: آپ نے دعویٰ کیا تھا کہ آپ امیر المؤمنین کی فوج کے سپہ سالار ہیں!
تو المهدی نے کہا: نہیں، میں تو امیر المؤمنین ہوں۔
اعرابی نے ان کے ہاتھ سے نبیذ کا برتن لے کر رکھ دیا اور بولا:
بس بہت ہو گیا، اگر آپ نے چوتھی مرتبہ پی لی تو آپ اللہ کے نبی ہونے کا دعویٰ کرنے لگیں گے۔
یہ سن کر المهدی نے زور دار قہقہہ لگایا، پھر وہ بے ہوش ہو گئے! ان کے خدم و حشم وہاں پہنچے اور چاروں طرف سے گھیر لیا، تو خوف کے مارے اعرابی کا دل ہوا ہو گیا، المهدی نے اس سے کہا:
تمہیں ڈرنے کی ضرورت نہیں، پھر اس کیلئے بہت سارے کپڑوں اور مال و دولت کا حکم دیا۔ (المستطرف: ۲: ۲۳۳)

اس کے پیروکاروں کو اس کے پیچھے پہنچا دو

ابن عباسؓ نے فرمایا:
کہ روز قیامت، دنیا کو ایک نہایت بدصورت مکروہ بڑھیا کی شکل میں لایا جائیگا، جسکا رنگ نیلا ہوگا، سر کے بال کھچڑی ہوں گے، سامنے کے دانت باہر نکلے ہوں گے، اسے لوگوں کے سامنے لایا جائیگا اور پھر پوچھا جائیگا: اسے جانتے ہو؟ تو لوگ کہیں گے: اس جیسی کو جاننے سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، تو کہا جائے گا:
یہ وہ دنیا ہے، جس کیلئے تم آپس میں مار کاٹ کیا کرتے تھے، یہی ہے وہ جس کیلئے تم آپس میں حسد اور بغض کیا کرتے تھے، ایک دوسرے کو دھوکہ اور فریب دیا کرتے تھے، پھر اسے دوزخ میں پھینک دیا جائے گا، تو وہ پکارے گی: اے میرے پروردگار، کہاں ہیں

میرے پیروکار اور طلبگار؟

تو اللہ عزوجل فرمائیں گے: اسکے پیروکاروں کو؟ اس کے پاس پہنچادو۔ (الزھد ۴۶)

یہ میرے کپڑے

عبد اللہ بن جعفر[1] بن ابی طالبؓ کے بارے میں ہے کہ وہ ایک مرتبہ سفر کر رہے تھے کہ ان کا گذر کچھ لڑکوں کے پاس سے ہوا، جو ایک ہانڈی کے نیچے آگ سلگا رہے تھے، ان میں سے ایک لڑکا اٹھ کر ان کی طرف آیا اور بولا:

جب وہ ملے تو میں نے کہا:

السلام علیکم ابا جعفر!

تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ رک گئے اور کہا: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

تو وہ لڑکا بولا:

کپڑوں کو میرے شکستہ حال کیا!

اس بے درد زمانے نے مجھے پامال کیا!

تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: زمانے کی بے دردی ہم دور کیئے دیتے ہیں، ان پرانے کپڑوں کے بدلے تم ہمارے کپڑے لے لو۔

کہا جاتا ہے: کہ ان کے بدن پر ریشم کا جبہ تھا، ریشم کی چادر تھی اور سر پر ریشم کا عمامہ تھا، ہ سب چیزیں انہوں نے اس لڑکے کو دے دیں تو وہ کہنے لگا:

بنی ہاشم کے معزز ترین فرد آپ ہیں

گھر میں اکثر ذکر ہم لوگ کرتے ہیں

تو انہوں نے جواب دیا: میرے بھائی وہ رسول اللہ ﷺ ہیں، یہ کہا اور وہاں سے چل دیئے! (کتاب الاخوان: ۲۴۹)

---

[1] عبد اللہ بن جعفر بن ابی طالب الہاشمی: جودوکرم میں مشہور تھے، حبشہ میں پیدا ہوئے، ۸۰ھ اسی سال کی عمر میں وفات پائی۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس کی ماں سے زیادہ مہربان ہوتے ہیں

عمر بن الخطابؓ سے مروی ہے، انہوں نے فرمایا:
رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کچھ قیدی عورتیں پیش کی گئیں، ان میں سے ایک قیدی عورت کو قیدیوں کے دوران ایک بچہ نظر آیا تو اس نے اسے گود میں اٹھالیا اور دودھ پلانے لگی، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:
کیا تمہارے خیال میں یہ عورت اپنے بچے کو آگ میں جھونک سکتی ہے؟ تو انہوں نے کہا قسم خدا کی نہیں، "وہ ایسا نہیں کر سکتی" جبکہ وہ اسے نہ پھینکنے پر قادر ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:
"قسم خدا کی، یہ عورت جتنی اپنے بچے پر مہربان ہے اس سے کہیں زیادہ، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر مہربان ہوتا ہے" (متفق علیہ)

زُہد کی اقسام

ابراہیم بن ادھمؒ[1] فرماتے ہیں: زہد کی تین قسمیں ہیں
ایک زہد جو فرض ہوتا ہے، دوسرا زہد جو افضل ہوتا ہے، تیسرا زہد جو باعث سلامتی ہوتا ہے۔
وہ زہد جو فرض ہوتا ہے وہ ہے حرام سے پرہیز کرنا۔
اور زہدِ افضل ہے: حلال چیزوں میں بھی پرہیز گاری اختیار کرنا۔
اور زہدِ سلامتی یہ ہے: کہ شک و شبہ والی چیزوں سے پرہیز کرنا۔

(الزھد: ۲۲)

۱: ابراہیم بن ادھم: اکابرین زہد عبادت میں شمار ہوتا ہے، زہد میں بڑا اونچا مقام حاصل تھا۔

صبر کا پھل میٹھا ہوتا ہے

روایت ہے کہ :

ابوایوب الکاتب پورے پندرہ سال قید میں رہے، یہاں تک کہ وہ اس قید سے تنگ آگئے اور ان کا صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا، تو انہوں نے اپنے ایک دوست کو ایک خط لکھا جس میں انہوں نے اپنی طویل قید کا شکوہ کیا تھا، تو اس دوست نے جواب میں لکھا :

صبر کرو ابا ایوب صبر والوں کی طرح
تم جیسے گر تنگ آگئے، تو دوسرے جھیلیں گے کس طرح
جس کے حکم سے یہ مشکل تم پہ آپڑی!
یقین کرو حل بھی کرے گا صرف وہی!
صبر کرو کہ اس کا ہوتا ہے میٹھا پھل!
اندھیرا یقیناً چھٹ جائیگا آج نہیں تو کل!

اس کے جواب میں ابوایوب نے لکھا :

شکریہ اے دوست صبر کی تم نے کی تلقین!
برا وقت بھی گذر جائیگا، شاید نہیں بلکہ ہے یقین!
گرہ جس نے باندھی کھولے گا بھی وہی!
آسان ہوگی مشکل کرم کریگا وہی!

(آداب الدنیا والدین: ۲۸۸)

قاضیِ کامل

تین صفات اگر کسی قاضی میں پائی گئیں، تو وہ قاضی کامل ہر گز نہیں : قابل ملامت چیزوں کو ناپسند کرنا، قابل تعریف کاموں کو پسند کرنا اور معزول ہونے کو نا پسند کرنا۔

اور تین صفات اگر اس میں نہیں پائی گئیں تو وہ قاضی کامل نہیں : عالم ہونے کے باوجود مشورہ کرنا، کسی آدمی کی شکایت اس وقت تک نہ سننا، جب تک کہ اس کیساتھ

اس کا مخالف نہ ہو اور اگر وہ علم رکھتا ہو تو فیصلہ کر دے۔

(عیون الاخبار: ۱: ۶۵)

کیا کہیں موت بکتی ہے، کہ میں خرید لوں

بادشاہ سے تعلق قائم ہونے سے پہلے مہلّبی کے حالات بہت خراب تھے۔ ایک مرتبہ جب وہ اپنے صاحب ادب دوست کے ساتھ سفر کر رہے تھے تو یہ اشعار پڑھے :۔

کیا موت بکتی ہے کہ خرید لوں؟
کہ یہ زندگی اب تنگ ہو گئی ہے!

ان کے دوست کو ان کی حالت پر ترس آ گیا اور اس نے ان کو ایک درہم دے دیا اور یہ اشعار یاد کر لیئے، پھر دونوں الگ ہو کر اپنی اپنی راہ چل دیئے۔ پھر مہلّبی کے حالات نے پلٹا کھایا اور وہ وزیر بن گیا اور اس کے دوست کے حالات تنگ ہوئے تو اس نے ایک رقعہ مہلّبی کے نام لکھا، اس میں لکھا :۔

کہہ دو وزیر سے جا کر، میری جان آپ پر فدا ہو!
ایک بات کہی تھی آپ نے گر بھول نہ گئے ہوں!
یاد ہے جب کہا تھا حالات سے تنگ آکر!
کیا موت بکتی ہے کہ خرید لوں!

مہلّبی نے یہ رقعہ پڑھا تو اسے پچھلی باتیں یاد آگئیں اور اس نے اپنے دوست کیلئے سات سو درہم کا حکم دے دیا اور اس کے رقعہ کے نیچے لکھا :

مَثَلُ الَّذِيْنَ يُنفِقُوْنَ أَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ أَنْبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْبُلَةٍ مِائَةُ حَبَّةٍ (البقرة: ۲۶۱)

اور جو لوگ اپنا مال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، ان (کے مال) کی مثال اس دانے کی سی ہے جس سے سات بالیں اگیں اور ہر ایک بالی میں سو سو دانے ہوں۔ (قصص العرب: ۳: ۲٦٤)

اللہ تعالیٰ تمہاری رات میں برکت عطا فرمائے

ابی طلحہ رضی اللہ عنہ اور ام سلیمؓ کے بیٹے کا انتقال ہو گیا، تو ام سلیمؓ نے گھر والوں کو تاکید کرتے ہوئے کہا:

ابا طلحہ کو ان کے بیٹے کے انتقال کی خبر مت دینا، میں خود ان سے بات کروں گی، پھر جب ابا طلحہ گھر آئے تو ام سلیم نے ان کے سامنے کھانا رکھا انہوں نے خوب اچھی طرح کھایا پیا اور آرام کرنے کی غرض سے لیٹ گئے، اس کے بعد ام سلیمؓ اور دنوں کے مقابلے میں زیادہ اہتمام کے ساتھ سج دھج کر تیار ہوئیں اور اپنے شوہر کی دلجوئی میں لگ گئیں۔

پھر اس کے بعد انہوں نے تمہید باندھتے ہوئے کہا: اے ابا طلحہؓ! اگر کچھ لوگ کسی کو عاریتاً! کوئی چیز دیدیں اور پھر کچھ عرصہ بعد وہ اپنی دی ہوئی چیز واپس طلب کریں، تو کیا تمہارے خیال میں، انہیں وہ چیز واپس دینے سے منع کرنا چاہیے؟ تو انہوں نے کہا: بالکل نہیں۔

تو ام سلیمؓ نے کہا: تو پھر اپنے بیٹے پر صبر کر لیجئے! ابا طلحہ اٹھے اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سب باتیں بتا دیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

”اللہ تعالیٰ تم دونوں کی رات میں برکت عطا فرمائیں“۔

کہا جاتا ہے کہ، ام سلیمؓ کو اسی رات حمل ٹھہر گیا تھا۔ (صفة الصفوة: ٢/٦٧)

مجالسِ ذکر

عون بن عبد اللہ فرماتے ہیں:

کہ ہم ام الدرداءؓ کی مجلس میں بیٹھ کر اللہ کا ذکر کیا کرتے تھے، ہم نے ان سے کہا: ہم نے شاید آپ کو بیزار کر دیا ہے تو وہ بولیں: تم لوگ یہ کہتے ہو کہ تم لوگوں نے مجھے بیزار کر دیا؟ جبکہ میں نے ہر طرح سے عبادت کی، مگر جس سکونِ دل کی میں متمنی تھی وہ مجھے مجالسِ ذکر میں ہی ملا۔ (صفة الصفوة: ٤/٢٩٦)

اگر کوئی قریب آیا تو وار کر دوں گی

انس ﷺ روایت کرتے ہیں: کہ جنگ حنین کے موقع پر ابو طلحہؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی اہلیہ ام سلیمؓ پر آپ ﷺ کو ہنسانے کی غرض سے بولے: یارسول اللہ ﷺ، آپ نے ام سلیمؓ کو دیکھا، ان کے پاس ایک خنجر ہے؟

تو آپ ﷺ نے ام سلیم سے فرمایا: "تم اس کا کیا کرو گی ام سلیم؟"

تو انہوں نے جواب دیا: میرا مقصد تھا، کہ اگر ان میں سے (یعنی دشمنوں میں سے) کوئی میرے قریب آیا تو اس پر وار کر دوں گی۔ (صفة الصفوة: ۲ ۶۶)

میرے بیٹے، اللہ سے ڈرو

حضرت عمر ﷺ نے اپنے بیٹے عبد اللہ ﷺ کو ایک خط میں لکھا: میرے بیٹے، اللہ سے ڈرو، کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور جو اس پر توکل کرتا ہے وہ اس کی کفایت فرماتے ہیں اور جو اس کا شکر ادا کرتا ہے، وہ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرمادیتے ہیں، تقویٰ اللہ تمہارا مطمع نظر اور روشنی قلب ہونا چاہیے اور یہ جان لو کہ جس کی نیت نہ ہو اس کا کوئی عمل نہیں اور جس کو امید نہیں اس کیلئے کوئی اجر نہیں اور جس کے دل میں رحم یا نرمی نہیں اس کیلئے کوئی مال و دولت نہیں، جس کے پاس پرانا کچھ نہیں اس کیلئے نیا کچھ نہیں۔ (عیون الاخبار: ۳ ۲۴۹)

ان جیسا نہیں دیکھا

علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ نے فرمایا: قسم خدا کی میں نے رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کو دیکھا ہے، آج ان جیسا کوئی نہیں نظر آتا، ان کی صبح اس حال میں ہوتی تھی کہ بھوکے پیٹ، بکھرے بال، گرد آلود کپڑے، پیشانی پر بکری کے گھٹنوں جیسا نشان (یعنی وہ نشان جو کثرت سجود سے پیشانی پر پڑ جاتا ہے، سیاہ رنگ کا) کیونکہ انہوں نے پوری رات سجدہ اور قیام میں گذاری ہوتی ہے، قرآن کی تلاوت کرتے ہوئے، نماز پڑھتے ہوئے اور پھر صبح ہونے کے بعد وہ اللہ کا ذکر کرتے اور دائیں سے بائیں اس طرح ہلتے جیسے، تیز ہوا میں درخت ہلتے ہیں اور آنکھوں سے اشک اس طرح بہہ رہے ہوتے کہ ان کے کپڑے تربتر ہو جاتے۔ (قبسات من حياة الصحابة: ۱۰)

میرا یہ تحفہ

کسی ادیب نے اپنے ایک دوست کیلئے تحفۂ ایک کتاب بھیجی اور اسے لکھا: میرا یہ تحفہ.. عزیزم.. نفاق سے پاک کرتا ہے محنت کی تربیت دیتا ہے، اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچا سکتی اور نہ زیادہ الٹنے پلٹنے سے یہ بوسیدہ ہوگی، دن رات سفر یا حضر میں دل بہلانے کا بہترین ذریعہ ہے، دنیا و آخرت کی صلاح کا ذریعہ ہے، تنہائی کا بہترین ساتھی ہے، بہترین قصہ گو ہے، فرمانبردار گفتگو کرنے والے کی طرح، دوست اور ہم نشین ہے۔ (المحاسن والمساوی: ٦)

کتاب سب سے بہترین مونس ہے

ایک شاعر، علی بن ہارون یحیٰ الندیم کہتا ہے:

جدا ہوگئے میرے مؤنس سبھی!
کتاب کو دوست بنایا جبھی!
کبھی وہ بہترین شاعر ہے تو!
کبھی ہے بہترین لطیفہ گو!
چھپے ہیں اس میں احکام بیشمار!
غور کرنے والوں کیلئے ہیں فائدے ہزار!
رازوں سے تنگ جب ہو جائے سینہ!
کتاب کو دیدیتا ہوں رازوں کا خزینہ!
جب تک ہوں زندہ کہوں گا یہی!
کتاب سے بڑھ کر کوئی مؤنس نہیں!

(المحاسن والمساوی: ١٦)

ڈرتا ہوں سلسلہ ٹوٹ نہ جائے

عبداللہ بن سلمۃ روایت کرتے ہیں: کہ معاذ بن جبلؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور بے

اختیار رونے لگا، تو انہوں نے دریافت کیا: کیابات ہے؟ کیوں رورہے ہو؟ تو اس نے روتے ہوئے جواب دیا: قسم خدا کی میں اس لیئے نہیں رورہا کہ آپ کے اور میرے درمیان کوئی قرابت داری ہے، یا مجھے آپ سے کوئی دنیاوی غرض ہے، مگر میں آپ سے علم حاصل کیا کرتا تھا، ڈرتا ہوں کہیں یہ سلسلہ ٹوٹ نہ جائے۔

تو معاذ بن جبلؓ نے فرمایا: رومت! جس کو علم اور ایمان کی سچی لگن اور طلب ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے عطا کرتے ہیں۔ (رواہ ابو نعیم فی الحلیة)

اسکی بلند ہمتی کے بارے میں پوچھا تھا

یحی بن خالد البرمکی[۱] نے ایک دن اپنے بیٹے ابراہیم کو بلوایا، جو اپنے حسن جمال کی وجہ سے "دینار بنی برمک" کے نام سے پکارا جاتا تھا اور ساتھ میں اس کے اتالیق اور عالم اساتذہ کو بھی بلوایا اور ان سے کہا: میرے اس بیٹے کا کیا حال ہے؟ تو وہ لوگ بولے: کہ ادب میں وہ فلاں مقام تک پہنچ گیا ہے، فلاں فلاں چیز میں نمایاں مقام حاصل کر لیا ہے۔

تو یحییٰ بن خالد نے کہا: میں نے یہ نہیں پوچھا، تو وہ لوگ کہنے لگے: اس کی اتنی جائیدادیں بن گئی ہیں اور انکا محصول اتنا اتنا ہے، تو یحییٰ نے کہا: میں نے یہ بھی نہیں پوچھا، بلکہ میں نے تو اس کی بلند ہمتی کے بارے میں سوال کیا تھا، کیا لوگوں کے اوپر اس کے احسانات ہیں؟ کیا تم نے اسے لوگوں میں ہر دلعزیز اور محبوب شخصیت بنایا ہے؟

تو ان لوگوں نے کہا: نہیں،

تو یحییٰ بن خالد نے کہا: بہت برے دوست اور ساتھی ہو تم قسم خدا کی اسے ان باتوں کی ان چیزوں سے زیادہ ضرورت ہے جن کا تم لوگوں نے ذکر کیا ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے پانچ لاکھ درہم حاضر کرنے کا حکم دیا اور انہیں کن کن لوگوں میں تقسیم کیا، کسی کو پتہ نہیں چلا۔ (المحاسن و المساوئی: ۱۷۰)

۱۔ یحی بن خالد البرمکی: برامکہ کے سردار اور افضل ترین شخص تھے، خلیفہ ہارون الرشید کے اتالیق اور استاد تھے، انہیں قید کر دیا گیا، ۱۹۰ھ میں رقہ میں وفات پائی۔

پچھلا بھلا دیا جاتا تھا

ابو عبد اللہ بن ہارون، جو بصرہ کی ایک مسجد میں امام تھے، کہتے ہیں: کئی سال تک قرآن حفظ کرتا رہا، جتنا یاد کر لیتا تھا وہاں پہنچ کر، پچھلا بھول جایا کرتا تھا، جیسے کہ میں نے وہ حصہ کبھی سنا ہی نہ ہو، یہ چیز میرے لئے باعث اذیت تھی۔

میں نے حج کیا اور کعبہ کے پردوں سے چمٹ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ قرآن حفظ کرنے میں میری مدد فرمائیں۔

جب بصرہ واپس آیا، تو پابندی سے یاد کرنا شروع کیا، یہاں تک کہ صرف چھ ماہ کے عرصہ میں میں نے حفظ کر لیا۔ (نشوار المحاضرة: ۲/۱۴۳)

اللہ تعالیٰ بندے کو آزماتے ہیں

ایک عالم کے ایک دوست تھے، جو کسی مشکل میں پڑ گئے تو انہوں نے اپنے دوست کو لکھا:

اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو اس لیئے آزماتے ہیں، تاکہ وہ ان کے سامنے عاجزی اور انکساری کا اظہار کرے اور ان سے مدد طلب کرے اور ان کی دی ہوئی نعمتوں کا تجدیدِ شکر کرے اور مصیبت میں اس سے فریاد کرے، کیونکہ دوام نعمت و عافیت انسان کو مغرور اور راحت کا شکار بنا دیتی ہے، یہاں تک کہ وہ اپنے اوپر ناز کرنے لگتا ہے اور اپنے رب کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے، شاعر کہتا ہے:

اللہ کی ذات سے بندہ ہو جائے گر غافل!
سرزنش سے بچنے کی کوشش ہوتی ہے لاحاصل!
شکر گر کرتا رہے، نعمت کو ہو حاصل دوام!
ناشکری کرنے والوں کا، عبرتناک ہے انجام!

(الفرج بعد الشدة: ۱/۱۷)

ثمرۂ شرم وحیا

انسان کی شرم وحیا، اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کرتی ہے، اس کی برائیوں کو دفن کر دیتی ہے، اس کی خوبیوں کو اجاگر کرتی ہے۔ جبکہ جس کی شرم وحیا ختم ہو جائے، اس کی خوشی فنا ہو جاتی ہے اور جس کی خوشی اور مسرت ختم ہو جائے وہ لوگوں پر بوجھ بن جاتا ہے اور لوگ اس سے نفرت کرنے لگتے ہیں، جس کو نفرت ملتی ہے اس کو اذیت پہنچتی ہے اور جسے اذیت پہنچتی ہے وہ غمگین ہو جاتا ہے اور جسے غم ملتا ہے وہ اپنی عقل اور حواس کھو بیٹھتا ہے اور جس کی عقل پر بن آئے تو سمجھو وہ خود اپنی ذات کا سب سے بڑا دشمن اور مخالف بن جاتا ہے۔

جس کے پاس حیا نہیں، اس کی کوئی دوا نہیں!
جس کے پاس وفا نہیں اس کے پاس حیا نہیں!
جس کی کسی سے دوستی نہیں، اس کے پاس وفا نہیں!
اور جس کی شرم وحیا ہی ختم ہو جائے تو پھر وہ جو کرے کم ہے، جو کہے کم ہے!

(روضة العقلاء: ۵۸)

میں نے تین خوبیاں دیکھی ہیں

زیاد بن ابیه[1] جب عراق کے گورنر بنے، تو منبر پر چڑھے اور اللہ تعالیٰ کی تعریف وتوصیف بیان کرنے کے بعد فرمایا: اے لوگو! میری نظر میں تین خوبیاں ہیں، جن کی روشنی میں، میں تم لوگوں کو کچھ سمجھانا چاہتا ہوں: میں نے اشراف کی تعظیم ہوئے دیکھی، علماء کی تکریم ہوتے دیکھی، اور معمر بزرگوں کا احترام ہوتے دیکھا اور میں اللہ تعالیٰ سے عہد کرتا ہوں، کہ جب بھی میرے پاس کوئی عزت دار آدمی، کسی دنی یا خسیس آدمی کو لایا، جو کہ اس کی شرافت وعزت کا حق ادا کرنا نہ جانتا ہو تو میں اسے سزا دوں گا۔

اور جب بھی میرے پاس کوئی بوڑھا بزرگ، کسی ایسے نوجوان کو لیکر آیا جو ان کے بڑھاپے اور عمر کا حق ادا کرنا نہ جانتا ہو تو میں اسے سزا دوں گا۔

۱۔ زیاد بن ابیہ: ایک فاتح قائد تھے، انکے والد کے نام میں لوگوں میں اختلاف پایا جاتا ہے، حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں عراق کو گورنر بنے اور ۵۳ھ میں وفات پائی۔

اور جب بھی کوئی عالم کسی جاہل کو لے کر آیا، جس نے اس عالم کے علم کی اور اس کی تحقیر کرنے یا برا بھلا کہنے کی کوشش کی تو میں اسے سزا دوں گا، کہ لوگوں کو پہچان اگر ملتی ہے تو انکے اشراف سے، ان کے علماء کرام سے اور ان کے بزرگوں سے ملتی ہے۔ (المنتقی: ۸۰)

بس بیٹے اتنا کافی ہے

ابو عبد اللہ بن ورام الکوفی کہتے ہیں:

ہمارے یہاں کوفہ میں ایک آدمی تھا، جس کا ایک نافرمان بیٹا تھا، دونوں باپ بیٹوں میں کسی بات پر تکرار ہو گئی، تو بیٹے نے باپ کی ٹانگ پکڑ کر کھینچی اور انہیں گھر سے باہر نکال دیا اور راستے بھر اسے ٹانگ سے پکڑ کر گھسیٹتا چلا گیا، جب ایک جگہ پہنچا تو باپ نے کہا: بس اتنا کافی ہے، میں اپنے باپ کو گھسیٹتا ہوا بس یہیں تک لایا تھا اور آج تو مجھے یہاں لے آیا ہے۔ (نشوار المحاضرة: ۲ ۲۰۱)

تم ایک مسلمان کی سب سے اچھی بیوی ہو

طلحہ بن یحییٰ اپنی دادی سعدیٰؓ کے بارے میں روایت کرتے ہیں انہوں نے کہا: میں ایک دن طلحہ بن عبید اللہ رضی اللہ عنہ کے پاس گئی، تو انکی طبیعت کچھ ناساز لگی، میں نے کہا: کیا بات ہے؟ ہماری کوئی بات ناگوار گذری ہو تو بتائیں، تاکہ ہم آپ کو منالیں! تو انہوں نے جواب دیا: نہیں ایسی کوئی بات نہیں، تم تو ایک مسلمان شخص کی بہترین بیوی ہو۔

مگر مسئلہ یہ ہے کہ میرے پاس کافی رقم جمع ہو گئی ہے اور میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ اس کا کیا کروں؟ تو وہ بولیں: اس میں مغموم ہونے کی کیا بات ہے؟ اپنی قوم کو بلواؤ اور اسے ان میں تقسیم کر دو۔ تو انہوں نے اپنے خادم کو پکارا اور کہا:

میری قوم کے لوگوں کو بلواؤ، تو میں نے وزیرِ خزانہ سے پوچھا کہ انہوں نے کتنا مال تقسیم کیا؟ تو اس نے جواب دیا: "چار لاکھ"۔ (رواہ الطبرانی)

میں اسی سے تو جان بچا کر بھاگا ہوں

فتحِ مکہ کے روز امِ حکیم بنت الحارث بن ھشام (جو عکرمہ بن ابی جہل کی اہلیہ

تھیں) اسلام میں داخل ہو گئیں اور کہا:

یا رسول اللہ ﷺ عکرمہ آپ سے ڈر کر یمن بھاگ گیا ہے، اسے ڈر ہے کہ آپ اسے قتل کر دیں گے۔ تو میری گزارش ہے کہ آپ اس کی جان بخشی کر دیں تو آپ ﷺ نے فرمایا: "وہ محفوظ ہے"۔

اس کے بعد ام حکیم، اپنے ایک رومی غلام کے ساتھ اپنے شوہر کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئیں، راستے میں ان کے غلام نے انہیں بہکانا چاہا۔ مگر وہ اسے بڑی ہوشیاری سے جھوٹی امیدیں دلاتے دے کر اپنے آپ کو اس سے بچاتی رہیں۔ یہاں تک کہ وہ عک قبیلہ کے علاقے میں پہنچ گئیں۔ وہاں پہنچ کر انہوں نے وہاں کے لوگوں سے مدد مانگی تو ان لوگوں نے اس غلام کو پکڑ کر باندھ دیا۔ اور وہ عکرمہ رضی اللہ عنہ کو تلاش کرتے کرتے تہامہ کے ساحل تک پہنچ گئیں۔ جہاں وہ ایک کشتی میں سوار ہو چکے تھے۔ مگر کشتی کا ملاح ان سے بار بار یہی کہتا رہا:

اخلاص سے کام لو! تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: آخر کیا کہوں؟ تو اس نے جواب دیا: کہو، لا الہ الا اللہ! تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میں اسی سے تو جان بچا کر بھاگا ہوں۔

اتنے میں ام حکیم ان کے پاس پہنچ گئیں اور اصرار کرتے ہوئے کہنے لگیں: اے ابن عم! میں تمہارے پاس، سب سے زیادہ صلہ رحم، نیک اور افضل ترین انسان کے پاس سے آئی ہوں، اپنے آپ کو ہلاکت میں مت ڈالو وہ اپنی جگہ رک کر کھڑے ہو گئے۔ یہاں تک کہ وہ ان تک پہنچ گئیں اور بولیں: میں نے رسول اللہ ﷺ سے تمہارے لیئے امان طلب کر لی ہے تو وہ بے یقینی سے بولے: کیا واقعی! تم نے ایسا کیا؟ تو وہ بولیں: ہاں! میں نے ان سے درخواست کی تو انہوں نے تمہیں امان دے دی۔ یہ سن کر عکرمہ رضی اللہ عنہ ان کے ساتھ واپس چل دیئے۔ راستے میں ام حکیم نے انہیں ان کے رومی غلام کی بدنیتی کے بارے میں سب کچھ تفصیل سے بتا دیا۔ تو عکرمہ رضی اللہ عنہ نے اسے قتل کر دیا۔ جبکہ اس وقت وہ اسلام میں داخل نہیں ہوئے تھے۔ (رواہ الحاکم)

میں بعد میں ملنے والی چیز کیلئے پہلے ملنے والی چیز کو نہیں چھوڑتا

کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مامون الرشید اپنے سپاہیوں سے الگ ہو گئے تو ایک قبیلے

سے ان کا گذر ہوا۔ وہاں ان کی نظر ایک کم سن لڑکے پر پڑی جو کھڑا ہوا ایک مشکیزہ بھر رہا تھا اور چیخ رہا تھا: ابا جان جلدی آیئے مشکیزہ کا منہ بند کر دیجئے، مجھ سے اس کا منہ بند نہیں ہو رہا، اس کے منہ نے مجھے عاجز کر کے رکھ دیا ہے، مامون الرشید اتنی کم عمری میں اتنی فصاحت دیکھ کر بہت متاثر ہوئے اور لڑکے سے پوچھا جیتے رہو بیٹے، تم کون ہو؟ تو اس لڑکے نے اپنا نام بتایا اور مامون الرشید سے پوچھنے لگا: یہ بتایئے آپ کون ہیں؟ تو انہوں نے کہا بنی آدم سے ہوں، اس نے کہا: آپ نے سچ کہا، مگر بنی آدم میں آپ کا تعلق کس سے ہے؟

انہوں نے کہا: سب سے بہتر قوم سے، تو اس نے کہا: تو اس کا مطلب ہے کہ آپ عرب قوم سے ہیں، مگر عرب کے کس قبیلہ سے تعلق ہے تو انہوں نے کہا: سب سے بہتر قبیلہ سے، تو وہ بولا: اچھا تو پھر قبیلہ مضر سے ہیں، مگر قبیلہ مضر کی کس شاخ سے تعلق ہے؟

تو انہوں نے کہا: سب سے بہتر شاخ سے تعلق ہے، تو وہ بولا: قسم خدا کی پھر تو آپ بنی ہاشم سے ہیں، مگر بنی ہاشم میں سے کس سے تعلق ہے آپ کا؟ تو انہوں نے کہا: میں وہ ہوں کہ جس پر بنی ھاشم کے لوگ رشک کرتے ہیں، یہ سنتے ہی وہ لڑکا ایک دم تیزی سے پیچھے ہٹ گیا اور بولا:

اے امیر المؤمنین! السلام علیکم، ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

مامون الرشید کہتے ہیں: قسم خدا کی میں اس کی ذہانت سے بہت متأثر ہوا اور اس سے کہا: تمہیں کیا پسند ہے، تمہیں فوری سو دینار دے دیئے جائیں یا پھر بعد میں دس ہزار درہم دیئے جائیں تو وہ لڑکا بولا:

میں عاجل کو آجل سے نہیں بیچتا (یعنی جو چیز فوری مل رہی ہو اسکو بعد میں ملنے والی چیز کیلئے نہیں چھوڑتا)

ابھی یہ گفتگو چل رہی تھی کہ گھر سے ایک ضعیف بزرگ نمودار ہوئے، تو میں نے ان سے بات کر کے لڑکے کو اپنے ساتھ لے جانے کی کوشش کی۔ مگر انہوں نے کہا:

میں ایک بوڑھا اور کمزور آدمی ہوں.. اور میرے ہی جیسی اس کی بوڑھی اور معمر ماں بھی ہے۔ ہمارا اس کے سوا اور کوئی سہارا نہیں.. ہمیں اس سے محروم مت کیجئے، تو میں نے اسے سو دینار دیئے اور وہاں سے چلدیا۔ (المستجاد: ۲۶۲)

ذرا سا تنکا ہی تو ہے

حماد بن زید[1] کہتے ہیں: ایک مرتبہ کا واقعہ ہے، میں اپنے والد کے ساتھ تھا کہ ایک باغ میں سے میں نے گھاس کا ایک تنکا اٹھالیا، تو انہوں نے مجھ سے کہا: یہ تم نے کیوں لیا؟ تو میں نے کہا: یہ ایک تنکا ہی تو ہے۔

تو وہ بولے: اگر سب لوگ اسی طرح ایک ایک تنکا اٹھا کر لے جاتے رہے تو کیا باغ میں گھاس بچے گی؟۔ (کتاب الورع: ۱۹)

اپنا ہاتھ اندر ڈالکر قے کردی

ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک غلام تھا۔ جب وہ ان کیلئے غلّہ لے کر آتا تو وہ جب تک اس کے بارے میں پوچھ نہ لیتے اس وقت تک کھانا نہ کھاتے۔ مگر ایک رات انہوں نے کھالیا اور اس کے بارے میں پوچھنا بھول گئے۔ پھر جب یاد آیا تو پوچھا۔ پتہ چلا کہ وہ ان کی کسی ناپسندیدہ چیز سے تھا۔ انہوں نے فوراً اپنا ہاتھ اندر ڈال کر قے کردی اور کچھ بھی نہ چھوڑا۔ (کتاب الورع: ٦٦)

ان میں ایک روح ہے

جب امام شافعیؒ (سُر من رائی) پہنچے تو اس حال میں تھے کہ کپڑے بوسیدہ ہوچکے تھے اور بال بڑھے ہوئے تھے، وہ اپنی حالت درست کرنے کیلئے ایک نائی کے پاس آئے تو وہ ان کے خستہ حال کپڑوں کو دیکھ کر کراہیت سے بولا: کسی اور نائی کے پاس چلے جائیں، امام شافعی کو اس بات سے سخت تکلیف پہنچی، انہوں نے اپنے ساتھ آئے ایک لڑکے سے پوچھا:

تمہارے پاس کتنے پیسے ہیں؟ اس نے کہا: دس دینار ہیں! تو انہوں نے کہا: یہ پیسے نائی کو دیدو تو اس نے وہ پیسے نائی کو دیدیئے، اور امام شافعیؒ یہ کہتے ہوئے وہاں سے

۱: ابو اسماعیل البصری: عالم ثقہ اور فقیہ تھے۔ ۹۷ھ میں وفات پائی۔

چل دیئے :۔

میرے بدن پر جو کپڑے ہیں، اگر انہیں بیچا جائے!
ایک پیسے میں تو وہ پیسہ بھی ان کی قیمت سے زیادہ ہوگا!
مگر ان کپڑوں میں چھپی ہے ایک ایسی روح!
جس کا مقام جہاں بھر کے انسانوں سے زیادہ ہوگا!
بوسیدہ میان، کند نہ کر سکی تلوار کی دھار!
جہاں پڑی ضرورت اس نے کیا ہے وار!
کیا ہوا اگر کپڑے میرے بوسیدہ ہیں!
کتنی ٹوٹی ہوئی میانوں میں تلواریں پوشیدہ ہیں!

(طبقات الشافعية : ١ ٢٠٣)

تمہارا سچا بھائی وہ ہے جو تم سے سچ کہے

کہا گیا ہے : تمہارا سچا بھائی وہ ہے جو تم سے سچ بات کہے اور جو عقل کا تقاضہ دیکھ کر بات کہے نہ کہ تمہاری خواہش اور جذبات کو دیکھ کر کوئی بات کہے۔ (عيون الاخبار : ٢٨/١)

نصیحت ایک مسافر کیلئے

ایک آدمی، ذی الرمہ شاعر کے بھائی ہشام کے پاس آیا اور کہنے لگا :

میں سفر پہ جارہا ہوں، مجھے کوئی نصیحت کیجئے، تو انہوں نے کہا : نماز وقت پر ادا کرنا کہ تمہیں نماز تو ہر حال میں پڑھنی ہے، نماز پڑھا کرو کہ وہ تمہارے لئے باعث نفع ہوگی اور خبردار اپنے ساتھیوں کے کتے مت بن جانا، کہ ہر جماعت کا ایک کتا ہوتا ہے، جو اپنی بھونکتا رہتا ہے، اگر اس میں کوئی بھلائی ہوتی ہے تو وہ اسے اپنے ساتھ شریک رکھتے ہیں اور اگر وہ ان کیلئے عار بن جاتا ہے تو وہ اسے اپنے سے الگ کر دیتے ہیں۔

(عيون الاخبار: ٢ ١٣٦)

اللہ تعالیٰ نے مجھے زیادہ دیا ہے

ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت میں لوگ قحط سالی کا شکار ہو گئے اور جب حالات بہت خراب ہو گئے تو وہ ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس آئے اور کہنے لگے، اے خلیفہ رسول اللہ! آسمان سے بارش نہیں ہوئی، زمین سے فصل نہیں اگی اور لوگ ہلاکت کی توقع کر رہے ہیں، ایسے میں ہم کیا کریں؟ تو انہوں نے فرمایا: جاؤ اور صبر کرو، مجھے اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے کہ شام ہونے سے پہلے پہلے اللہ تعالیٰ تم لوگوں کی مشکل آسان فرمائیں گے۔

دن ڈھلنے سے پہلے پہلے اطلاع ملی کہ شام سے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا ایک تجارتی قافلہ آیا ہے، لوگ نکل کر اسے دیکھنے لگے، وہ ایک ہزار اونٹوں کا قافلہ تھا، جو گیہوں، تیل اور کشمش سے لدے ہوئے تھے، یہ قافلہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دروازے پر آ کر رک گیا، جب ان پر لدا ہوا سامان انہوں نے گھر میں رکھ لیا، تو سارے تاجر آ گئے، انہوں نے کہا: کیا چاہتے ہو؟ تو وہ تاجر بولے: آپ جانتے ہیں کہ ہم کیا چاہتے ہیں! جو کچھ آپ کے پاس آیا ہے وہ آپ ہمیں فروخت کر دیں، آپ تو جانتے ہیں کہ لوگوں کو ان سب چیزوں کی کتنی شدید ضرورت ہے۔

تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سر آنکھوں پر! لیکن تم لوگ مجھے کتنا فائدہ دو گے؟ تو ان لوگوں نے کہا: ایک درہم پر دو درہم، انہوں نے کہا، مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے، انہوں نے کہا: ہم چار دیں گے، حضرت نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل رہا ہے، تو وہ لوگ بولے: ہم پانچ دیں گے انہوں نے فرمایا: مجھے اس سے زیادہ مل گیا ہے، تو وہ لوگ کہنے لگے: اے ابا عمرو! مدینہ میں ہمارے علاوہ اور کوئی تاجر نہیں اور ہم سے پہلے آپ کے پاس کوئی آیا نہیں، تو آخر آپ کو زیادہ کس نے دیا؟

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اللہ تعالیٰ کو گواہ بناتا ہوں کہ جو کچھ اس قافلے میں آیا ہے، وہ سب میں نے، ضرورتمند مسلمانوں کیلئے اللہ کی راہ میں صدقہ دیدیا ہے۔

(قصص العرب: ۱۸۹/۱)

جاہل کی دو خصلتیں

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ نے فرمایا: جاہل کی دو خصلتوں سے بچ کر رہنا اور انہیں کبھی نہ اپنانا، ایک تو گفتگو کے دوران سر کو بہت زیادہ دائیں بائیں حرکت دینا، دوسرے جواب دینے میں جلدبازی کا مظاہرہ کرنا۔ (عیون الاخبار ٤: ٣٩)

راز افشاں نہ کروں گا

دوست نے چاہا اگر تو دوستی نبھائیں گے!
اس نے ہم سے منہ پھیرا تو ہم بھی روٹھ جائیں گے!
غم نہیں جو توڑ دیا ناطہ دوستی کا!
وہ نہیں تو اور کئی دوست ہمیں مل جائیں گے!
قطع تعلق کے بعد بھی راز افشاں نہ کریں گے ہم!
جہاں تک ممکن ہو سکے گا راز ہم چھپائیں گے!
اعلیٰ ظرف وہی ہے جو قطع تعلق کے باوجود!
برائیوں پر ڈالے پردہ، خوبیوں کا باقی رکھے وجود!

(آداب الصحبة: ٦٥)

لطف اُٹھا روز و شب کے

شاعر نے کہا:

لطف اٹھا روز و شب کے تو اگر ہے ہوشیار!
بس خیال اتنا رہے کہ حدود کو نہ کرنا پار!
دنیا اگر دین کو نقصان نہ پہنچائے!
ہرج نہیں گر اس میں سے کچھ مل نہ پائے!
اوقات نہیں دنیا کی مکھی کے پر کی برابر!
نہ کسی پرندے کے پر کے ذرہ کی برابر!

(ادب الدنیا والدین: ١١٦)

تمہاری آرزو پوری ہوئی

ابراہیم التیمی[1] فرماتے ہیں: میں نے چشم تصور سے اپنے آپ کو جنت میں دیکھا کہ میں وہاں پھلوں سے لطف اندوز ہو رہا ہوں، وہاں کی نہروں سے سیراب ہو رہا ہوں اور وہاں کی حوروں کو گلے لگا رہا ہوں۔

پھر میں نے چشم تصور سے ہی اپنے آپ کو دوزخ میں دیکھا، کہ میں دوزخ والوں کا کھانا زقوم کھا رہا ہوں اور ان کا مشروب خون اور پیپ پی رہا ہوں اور اپنے ہاتھوں پیروں اور گردن میں پڑی لوہے کی زنجیروں اور بیڑیوں سے نبرد آزما ہوں۔

میں نے اپنے آپ سے پوچھا: اے میرے نفس، تو کیا چاہتا ہے ان میں سے؟ تو اس نے کہا: میں چاہتا ہوں کہ دوبارہ دنیا میں واپس جاؤں اور نیک عمل کروں، تو میں نے کہا، چلو تمہاری آرزو پوری ہوئی اور تم دنیا میں ہی ہو، چلو اب عمل کرو۔ (محاسبۃ النفس: ۲۶)

مخالفت پسند آدمی

الزجاج کہتے ہیں:

ہم ''المبرد ابی العباس محمد'' کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ایک آدمی آیا اور ان سے کہا: کیا میں آپ سے نحو کا ایک مسئلہ پوچھوں؟ تو انہوں نے کہا: نہیں وہ آدمی فوراً بولا آپ نے غلطی کی، تو انہوں نے کہا: ارے بھائی، میں غلط یا صحیح کیسے ہو سکتا ہوں، جبکہ میں نے تمہارے سوال کا ابھی جواب ہی نہیں دیا؟ تو ان کے دوست اس آدمی کو مارنے پیٹنے لگے، تو انہوں نے کہا: اس کو چھوڑ دو، مت مارو، میں تم لوگوں کو بتاتا ہوں، اس کا قصہ کیا ہے؟ دراصل یہ آدمی مخالفت پسند ہے اور آج یہ اپنے گھر سے ارادہ کر کے نکلا تھا کہ میں جو کچھ بھی کہوں گا یہ اس کی مخالفت کرے گا اور مجھے غلط ثابت کریگا، سو جو کچھ اس کے دل میں تھا، وقت سے پہلے اس کی زبان سے نکل پڑا۔ (العزلۃ: ۱۶۶)

---

[1] ابراہیم التیمی: اکابر علماء اور زہاد میں سے ہیں۔

چلو شہید سے ملاقات کرتے ہیں

ام ورقہ بنت عبد اللہ بن الحارث الانصاریؓ، وہ خاتون ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ ان سے ملاقات کرنے کیلئے جایا کرتے تھے تو انہیں شہید کہ کر پکارتے تھے، انہوں نے جمع قرآن کا کام انجام دیا تھا اور جس وقت آنحضرت ﷺ جنگ بدر کیلئے نکلے تو ام ورقہ نے کہا: یا رسول اللہ! مجھے اپنے ساتھ جانے کی اجازت دید یجئے، میں وہاں جاکر، زخمیوں کی مرہم پٹی اور مریضوں کی دیکھ بھال کروں گی، تاکہ اللہ تعالیٰ مجھے شہادت سے نواز دیں، تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:"

اللہ عزوجل نے تمہارے لیے شہادت کی راہ ہموار کردی ہے"۔

رسول اللہ ﷺ نے انہیں حکم دیا تھا کہ وہ اپنے گھر والوں کی امامت کے فرائض انجام دیا کریں، یہاں تک کہ جب حضرت عمرؓ کا دور خلافت تھا، تو ایک صبح سویرے سویرے، ان کے پاس (یعنی ام ورقہ کے پاس) انکا ایک غلام اور باندی آئے، جنہیں ام ورقہؓ نے پال پوس کر بڑا کیا تھا اور آکر ام ورقہؓ کو قتل کردیا۔

تو کہا گیا: کہ ام ورقہؓ کو انکے غلام اور باندی نے مار ڈالا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا تھا، وہ کہا کرتے تھے: "چلو چل کر شہید سے ملاقات کرتے ہیں" اللہ تعالیٰ ان پر رحم فرمائیں۔ (صفة الصفوة: ۲: ۷۲)

اے اللہ کی بندی واپس لوٹ جاؤ

ابو ہریرہؓ کے پاس سے ایک عورت گذری، جس کے بدن سے تیز خوشبو پھوٹ رہی تھی، تو انہوں نے اس سے کہا: اے اللہ کی بندی کہاں جارہی ہو؟ تو وہ بولی: مسجد جارہی ہوں، تو انہوں نے فرمایا: خوشبو لگا کر؟ تو وہ بولی: جی ہاں!

تو انہوں نے فرمایا: واپس جاؤ اور غسل کرو، کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ:

"لا يقبل الله من امرأة صلاة خرجت الى المسجد وريحها تعصف حتى ترجع فتغتسل"۔

اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں فرماتے، جو اس حال میں مسجد کیلئے نکلی ہو، کہ اس کے جسم سے تیز خوشبو پھوٹ رہی ہو، جب تک کہ وہ واپس جا کر غسل نہ کر لے۔ (رواہ ابن خزیمہ)

ایمان کے مضبوط ترین بندھن

البراء بن عازبؓ فرماتے ہیں: کہ میں آنحضرت ﷺ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: "کیا تم لوگ جانتے ہو کہ ایمان کا مضبوط ترین بندھن کیا ہے؟"

ہم نے کہا: "نماز" تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"نماز اچھی ہے، مگر یہ نہیں ہے" تو ان لوگوں نے شرائع اسلام کا ذکر کیا، مگر جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ صحیح نہیں بتا پا رہے تو فرمایا: "ایمان کا مضبوط ترین بندھن یہ ہے کہ تم اللہ کیلئے محبت کرو اور اللہ کیلئے نفرت کرو"۔ (رواہ احمد)

ادب کی ضرورت

ابن المقفع[1] نے کہا: ہم اپنے حواس کی قوت کیلئے کھانے پانی کے اتنے محتاج نہیں، جتنے کہ ادب کے محتاج ہیں، جو ہماری عقلوں کی سیرابی کا ذریعہ ہے کیونکہ مٹی کے نیچے دبا ہوا بیج اس وقت تک روئے زمین پر خوش رنگ پھول بن کر نہیں کھلتا، جب تک کہ اسے، اسی میں محفوظ شدہ پانی سے سیرابی حاصل نہ ہو۔ (ادب الدنیا والدین: ۲۲۷)

ہر گناہگار وحشت کا شکار ہوتا ہے

ذوالنونؒ[2] نے فرمایا: بیت المقدس میں مجھے ایک پتھر پر کچھ آڑی ترچھی لائنیں نظر آئیں، میں ایک آدمی کو لیکر آیا اور اس سے ان لائنوں کا ترجمہ کروایا تو پتہ چلا کہ اس پتھر پر لکھا تھا: ہر گناہگار وحشت اور تنہائی کا شکار ہوتا ہے، ہر خوفزدہ بھاگتا ہے، ہر خواہشمند

---

[1] عبداللہ بن المقفع دورِ عباسی کے مشہور کاتب اور ادیب تھے اور ان کا سب سے مشہور کارنامہ تھا "كليلة ودمنة" کا ترجمہ۔
[2] ذوالنون المصری، ثوبان بن ابراہیم الاخمیمی، ایک مشہور عابد و زاہد تھے، مصری بستیوں کے شیخ تھے!!

طلبگار ہوتا ہے اور ہر محبت کرنے والا ذلیل ہوتا ہے۔ (العزلة ۸۱)

دوست احباب کی مزاج پرسی

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ جب ہمارا کوئی مسلمان بھائی، کافی دن ہو جائے اور وہ ہمیں نہ ملتا تو ہم اس کے گھر جاتے، اگر وہ بیمار ہوتا تو اس کی عیادت ہو جاتی اور اگر وہ کسی وجہ سے پریشان یا فکر مند ہوتا تو اس کی مدد ہو جاتی اور اگر ایسی کوئی بات نہ ہوتی تو ملاقات ہو جاتی۔ (آداب العشرة: ۴۳)

سچا دوست

کتنے دوست دنیا میں ملتے ہیں تم سے ہنس کر!
جب تک کہ آسودہ اور اچھے رہتے ہیں حالات!
محبت میں اس کی ہوتی ہے بناوٹ!
ہونٹوں پہ سجا کر ملتا ہے جھوٹی مسکراہٹ!
اتفاق سے ہو جائیں خراب حالات!
دکھا دیتا ہے وہ فورا اپنی اوقات!
ٹھکرا دو اس شخص کی جھوٹی محبت کو!
جو دھتکار دے غریبوں کو اور سلام کرے دولت کو!
اپناؤ تو اس کو جو رہے ایک جیسا!
حالات تنگ ہوں تمہارے یا ہو بہت پیسہ!

(ادب الدنیا والدین: ۱۶۶)

اگر اللہ تعالیٰ نے تمہیں لباس عطا فرما دیا تو نماز پڑھو گے؟

الاصمعی کہتے ہیں: شدید سردی کا موسم تھا، میں سفر میں تھا، کہ قبائل عرب کے ایک چھوٹے سے قبیلے سے میرا گذر ہوا، تو میں نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، ان کے نزدیک باریک لباس میں ملبوس، ایک بوڑھا شخص بیٹھا ہوا تھا، میں اس

کے پاس بیٹھ گیا اور کہا: ہمیں کچھ سنائیے تو وہ کہنے لگا:

یا اللہ! سردی شدید ہو چلی ہے!
اور آپ میری حالت بخوبی جانتے ہیں!
اگر کسی دن مجھے ہونا ہے جہنم رسید!
تو پھر آج کی ٹھنڈ میں تو جہنم لگتی ہے مفید!

مجھے اس کی فصاحت پر بڑا تعجب ہوا اور میں نے اس سے کہا: آپ کو اپنے بڑھاپے کے باوجود نماز چھوڑتے ہوئے شرم نہیں آتی؟

تو وہ کہنے لگا:

کیا خدا کو ہے گوارہ میرا بے لباس نماز پڑھنا!
جبکہ اوروں کو اس نے عطا کیئے ہر موسم کے لباس!
دیدے گر وہ مجھے ایک قمیض اور ایک جبہ!
پڑھوں گا نماز جب تک کھو جاؤں نہ قبر میں!
اور اگر کچھ نہ ملا مجھے اس ایک عبا کے سوا!
پھٹی ہوئی ہے جو، تو سردی پر نہیں کر سکتا صبر میں!
قسم سے نماز نہ پڑھوں گا جب تک ہوں بے لباس!
عشاء کی نہ مغرب کی نہ ہی وتر کی!
علاوہ گرم دن کے نہ پڑھوں گا فجر بھی!
گھٹا جو چھا گئی تو گئی پھر ظہر اور عصر بھی!
قسم سے نہیں پڑھوں گا مغرب کی میں نماز!
نہ اس کے بعد والی اور نہ ہی فجر کی نماز!

الاصمعی کہتے ہیں: تو میں نے اس سے کہا: اے میرے عرب بھائی! اگر اللہ تعالیٰ تمہیں لباس عطا کردیں تو کیا تم نماز پڑھو گے؟ تو وہ بولا: ہاں، قسم ہے مجھے رب کعبہ کی، الاصمعی کہتے ہیں: تو میں نے اسے اپنے پاس موجود ایک اضافی لباس دیدیا، اس نے وہ لیکر پہن لیا اور پانی سامنے ہوتے ہوئے بھی تیمم کرنے لگا، تو میں نے اس سے کہا: ارے بھائی پانی کے ہوتے ہوئے تیمم جائز نہیں، تو وہ بولا:

یہ میں تم سے بہتر جانتا ہوں پھر وہ بیٹھ کر نماز پڑھنے لگا، تو میں نے کہا: ارے

بھائی، کھڑے ہو کر نماز پڑھنے کی قدرت رکھنے کے باوجود بیٹھ کر نماز پڑھنا صحیح نہیں، تو وہ بولا: نہیں صحیح ہے، میں اللہ تعالیٰ سے معذرت کر لوں گا، پھر اللہ اکبر کہہ کر بولا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم... اور پھر نماز میں کہنے لگا:

معذرت ہے کہ پڑھتا ہوں بیٹھ کر نماز!
وضو کیئے بغیر قبلہ رُو ہو کر!
پانی کی ٹھنڈک مجھ سے برداشت ہی نہیں!
اور پیر میرے قاصر ہیں، اٹھانے سے گھٹنوں کا وزن!
طالب ہوں مغفرت کا سردی کا جب تک ہے موسم!
قضا اس کی پڑھوں گا ہو گا جو گرمی کا موسم!
گر نہیں کیا میں نے ایسا تو فیصلہ ہے آپ پر!
جو چاہیں وہ کریں اس بوڑھے کے ساتھ پھر!

(ادب المعدمین: ٦٣)

سب سے ہلکے حساب والے

حسن بصریؒ نے فرمایا: روز قیامت سب سے ہلکے اور آسان حساب والے وہ لوگ ہوں گے، جو دنیا میں اپنا محاسبہ کرتے رہتے ہیں، وہ اپنے ارادوں اور اعمال پر نظر ڈالتے ہیں، اگر اُن کے ارادے ان کے لیئے بہتر ہوتے ہیں تو وہ کر گزرتے ہیں، اور اگر ان کی بہتری کے خلاف ہوتے ہیں، تو وہ اُن پر عمل نہیں کرتے۔

اور کہا: قیامت کا دن اُن لوگوں پر بہت بھاری ہوگا جنھوں نے دنیاوی امور کیلیۓ اپنے آپ کو خطرے میں ڈال دیا اور اپنا کوئی محاسبہ نہیں کیا، مگر قیامت کے دن انہیں پتہ چلے گا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے اعمال کے ذرہ برابر وزن تک کا حساب رکھا ہوا ہے اور پھر یہ آیت پڑھی:

مَا لِهٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصَاهَا۔ (الکہف ٤٩)

ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے (...)

کافروں کی بدگمانی

ابی حفص[1] الصیرفی نے فرمایا: مجھ تک یہ بات پہنچی کہ عمر بن[2] ذر، جب اس آیت کی تلاوت فرماتے تھے:

وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ۔ (النحل: ۳۸)

اور یہ خدا کی سخت سخت قسمیں کھاتے ہیں کہ جو مر جاتا ہے خدا اسے (قیامت کے دن قبر سے) نہیں اٹھائے گا۔

تو کہتے تھے: ہم زور لگا کر یہ قسم کھاتے ہیں کہ مرنے والے زندہ کر کے اٹھائے جائیں گے تو یا اللہ کیا آپ ان دو قسم کھانے والوں کو ایک ہی گھر میں جمع کریں گے۔ پھر ابو حفص پھوٹ پھوٹ کر رونے لگے۔ (حسن الظن باللہ: ۲۷)

دو مقاموں میں سے ایک حاصل ہوگا

ابو نعیم نے الحلیہ میں الضحاك بن عبد الرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ:

ابو موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ نے اپنے وصال کے وقت اپنے بیٹوں کو جمع کر کے ان سے کہا: جاؤ اور گڑھا کھودو، بہت بڑا اور بہت گہرا.. وہ لوگ واپس آئے اور بولے: ہم نے بہت بڑا اور گہرا گڑھا کھودا ہے تو انہوں نے فرمایا: قسم خدا کی دو مقاموں میں سے ایک مقام حاصل ہوگا۔ یا تو میری قبر اتنی وسیع ہو جائے گی کہ اس کے ہر کونے اور دوسرے کونے کے درمیان چالیس بازو کا فاصلہ ہوگا اور پھر میرے لیے جنت کی طرف ایک دروازہ کھل جائے گا اور مجھے وہاں میرے گھر، میری بیویاں اور جو کچھ اللہ تعالیٰ نے میرے لیے انعام و اکرام رکھا ہے۔ نظر آئیں گے۔ پھر مجھے میرے جنتی گھر کا راستہ میرے اس دنیاوی گھر سے بھی زیادہ اچھی طرح یاد ہو جائے گا۔ پھر مجھے جنت سے آنے والی ہوائیں اور خوشبوئیں اس وقت تک لبھاتی رہیں گی جب تک کہ میں قیامت کے

1: عمرو بن علی بن بحر، ابو حفص الفلاس الصیرفی، حافظ ثقہ تھے۔ ۲۴۹ھ میں وفات پائی۔

2: عمر بن ذر بن عبداللہ، ابو ذر الکوفی ثقہ ۱۵۵ھ میں وفات پائی۔

دن اٹھانہ لیا جاؤں۔

اور اگر خدانخواستہ مجھے دوسرا مقام ملا، تو میری قبر مجھ پر، نیزے کے آخری سرے پر موجود لوہے سے بھی زیادہ تنگ کر دی جائے گی۔ پھر میرے لیے جہنم کا دروازہ کھول دیا جائے گا۔ تو مجھے وہاں لوہے کی زنجیریں اور بیڑیاں اور میرے جیسے لوگ نظر آئیں گے۔ پھر مجھے جہنم میں اپنے ٹھکانے کا راستہ اپنے گھر کے راستے سے زیادہ اچھی طرح یاد ہو جائے گا۔ پھر قیامت کے دن اٹھائے جانے تک مجھے اس کی گرمی اور لو کے تھپیڑے برداشت کرنے ہوں گے۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۱۵)

دانا قاصد بھیجو اُسے سمجھانے کی ضرورت نہیں

ابوالاسود الدؤلی نے ایک آدمی کو کہتے ہوئے سنا:

کسی کام کیلئے جب کوئی قاصد بھیجو!
بہتر ہے کسی ادیب کو سمجھا کر بھیجو!
بھیجنا پڑ جائے کسی کام کیلئے تو!
سمجھانے کی ضرورت نہیں، کسی دانا کو بھیجو!

تو انہوں نے کہا: اس نے غلط کہا، کیا اس قاصد کو علمِ غیب ہے؟ اگر وہ اسے سمجھائے گا نہیں تو اسے اس کا مافی الضمیر کیسے پتہ چلے گا۔ اسے یہ کہنا چاہئے تھا:

کسی کام کیلئے جب کوئی قاصد بھیجو!
بہتر ہے کسی ادیب کو سمجھا کر بھیجو!
ہر بات اسے اچھی طرح سمجھانا!
چاہے وہ کتنا ہی عقلمند ہو یا دانا!
یہ نہ کیا تم نے تو افسوس نہ کرنا!
کہ اس قاصد نے علمِ غیب نہ جانا!

(المحاسن والمساوی: ۱۵۶)

کتنا اچھا اور خوبصورت ہے یہ

ابن اسحاق سے منقول ہے کہ مصعب بن عمیر رضی اللہ عنہ نے اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ کو اسلام کی دعوت دی (جب وہ مشرک تھے) اور قرآن پڑھ کر سنایا تو وہ بے اختیار بولے: یہ کتنا اچھا اور خوبصورت لگتا ہے۔ اس مذہب میں داخل ہونے کیلئے کیا کرنا پڑتا ہے؟

تو انہوں نے کہا غسل کر کے پاک صاف ہو جاؤ، پھر پاک صاف کپڑے پہنو، پھر کلمۂ شہادت ادا کرو اور پھر نماز پڑھو۔ تو وہ اٹھے غسل کیا اور اپنے کپڑے پاک کیے۔ پھر کلمہ ادا کر کے دو رکعت نماز پڑھی اور کہا: میرے پیچھے ایک آدمی ہے۔ اگر وہ تمہاری اتباع کر لے تو اس کی ساری قوم اس کے ساتھ ساتھ اسلام لے آئے گی۔ میں ابھی اسے تمہارے پاس بھیجتا ہوں اور وہ ہے "سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ" (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۵۲)

میرے بیٹے گر تو ادب سیکھ گیا

کسی شاعر نے کہا:

ورثہ جو اولاد کیلئے چھوڑا جائے!
ادب اور تہذیب سے بہتر کیا ہے؟
درہم و دینار سے زیادہ ہے اس کی قیمت!
آسودہ زندگی ہو یا تنگ تر ہو حالت!
فنا ہو جاتی ہیں چیزیں سبھی!
رہتا ہے ادب اور دین تا زندگی!
بچپن میں تجھ کو میں نے ادب گر سکھا دیا!
کل کو تو بنے گا آدمی بہت بڑا!
آج اگر ضائع تم نے کر دیا موقع!
آنے والے کل میں تمہارا کوئی مقام نہ ہو گا!
سوکھی شاخ کا جھکنا آسان نہیں ہوتا!
لچکنا نرم شاخ کا بہت آسان ہوتا ہے!

(بهجة المجالس: ۱۰۹)

احمق ترین شخص

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے ہم مجلسوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: مجھے احمق ترین شخص کے بارے میں بتاؤ؟

تو ان لوگوں نے کہا: وہ شخص جو دنیا کے بدلے میں اپنی آخرت کو بیچ ڈالے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ احمق شخص کے بارے میں بتاؤں؟

تو انہوں نے کہا: بالکل بتائیے، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وہ آدمی جس نے اپنی آخرت کسی اور کی دنیا کیلئے بیچ دی۔ (التذکرۃ الحمدونیۃ: 151)

تمہارا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے

ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا: دینِ اسلام ام شریک کے دل میں گھر کر گیا، تو وہ اسلام لے آئیں۔ اس وقت وہ مکہ میں تھیں اور ابی العسکر الدوسی کے نکاح میں تھیں۔ اسلام لانے کے بعد وہ چھپ کر قریش کی عورتوں کے پاس جانے لگیں اور انہیں اسلام لانے کی دعوت و ترغیب دینے لگیں۔ یہاں تک کہ مکہ والوں پر ان کا راز فاش ہو گیا تو ان لوگوں نے انہیں پکڑ لیا اور کہا: اگر ہمیں تمہاری قوم کا خیال نہ ہوتا تو ہم تمہارے ساتھ نہ جانے کیا کرتے۔ مگر ہم تمہیں ان کے پاس واپس بھیج دیں گے۔

ام شریک کہتی ہیں: انہوں نے مجھے اونٹ کی ننگی پیٹھ پر سوار کرا دیا۔ میرے نیچے کچھ بھی بچھا ہوا نہیں تھا۔ پھر تین دن تک مجھے بھوکا پیاسا رکھا۔ جہاں کہیں وہ لوگ ٹھہرتے۔ مجھے تپتے سورج کے نیچے باندھ دیتے۔ جبکہ خود سائے میں چلے جاتے کہ اچانک مجھے اپنے سینے پر کسی چیز کی ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ میں نے وہ چیز اٹھائی تو دیکھا کہ پانی سے بھرا ایک ڈول تھا۔ میں نے اس میں سے تھوڑا سا ہی پانی پیا تھا کہ وہ اٹھا لیا گیا۔ پھر دوبارہ نیچے آیا تو میں نے پھر اس میں سے پانی پیا۔ اسی طرح کئی بار وہ میرے پاس سے اٹھایا گیا اور دوبارہ نیچے لایا گیا اور میں نے اس وقت تک پانی پیا جب تک سیراب نہ ہو گئی۔ پھر باقی پانی میں نے کپڑوں اور جسم پر انڈیل لیا۔ جب وہ

لوگ سو کر اٹھے تو انہوں نے مجھے بہت تازہ دم دیکھا اور آس پاس پانی کے آثار بھی انہیں نظر آئے۔ تو انہوں نے مجھ سے کہا: تم نے اپنی بندش کھول کر ہمارے مشکیزوں میں سے پانی پیا ہے؟ تو میں نے کہا:

قسم خدا کی نہیں۔ بلکہ میرے ساتھ ایسا ایسا واقعہ پیش آیا، تو وہ بولے: اگر تم سچ کہہ رہی ہو تو اس کا مطلب ہے کہ تمہارا مذہب ہمارے مذہب سے بہتر ہے اور پھر جب ان لوگوں نے اپنے اپنے مشکیزے دیکھے تو وہ جوں کے توں ویسے ہی تھے۔ جیسے وہ لوگ چھوڑ کر سوئے تھے۔ یہ دیکھ کر وہ سب کے سب اسلام میں داخل ہو گئے۔

(صفة الصفوة: ۲/۵۳)

مبارکباد دینے آئی ہو تو خوش آمدید

ثابت البنانیؒ کہتے ہیں کہ صلہ بن اشیم [1] ایک لڑائی میں شریک تھے اور ان کے ساتھ ان کا بیٹا بھی لڑائی میں شریک تھا تو انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا:

اے میرے بیٹے! آگے بڑھو اور اس وقت تک لڑائی کرو، جب تک کہ میں تم پر صبر نہ کر لوں۔ (یعنی جب تک کہ تم شہید نہ ہو جاؤ) تو وہ آگے بڑھا اور بے جگری سے لڑا۔ یہاں تک کہ لڑتے لڑتے اس نے اپنی جان دے دی اور شہید ہو گیا۔ عورتیں اس کی بیوی "معاذۃ العدویۃ" کے پاس جمع ہونے لگیں تو اس نے کہا:

مرحبا! اگر تم لوگ مجھے مبارکباد دینے کیلئے آئی ہو تو خوش آمدید! اور اگر اس کے علاوہ کسی اور مقصد کیلئے آئی ہو تو واپس چلی جاؤ۔ (صفۃ الصفوۃ: ۴/۲۳)

ہر پکار مایوس کن ہوتی ہے

کہا جاتا ہے کہ احیحۃ بن الجلاح [2] کے پاس کافی مال و دولت تھی، جو اس نے اپنے دوست احباب پر لٹا دی۔ یہاں تک کہ اس کے پاس کچھ نہ رہا اور وہ قلاش ہو گیا۔ اس

۱: صلہ بن اشیم: عابد، زاہد، قدوہ تھے۔

۲۔ ابو عمرو احیحۃ بن الجلاح بن الحریش الاوسی زمانہ جاہلیت کے بہادر شاعر تھے اور اوس کے سردار تھے۔ ۱۳۰ق ھ میں وفات پائی۔

کے سارے دوست اس کا ساتھ چھوڑ گئے اور جب اس نے اپنی کسی معمولی سی ضرورت کیلئے ان سے مدد چاہی تو ان لوگوں نے معذرت کر لی۔ جس پر اسے بہت دکھ پہنچا۔

قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ اس کے کسی رشتہ دار کا انتقال ہو گیا اور اس نے اس کے نام دولت اور زمینی جائیداد چھوڑی۔ جو زوراء کہلاتی تھی اور کھنڈر پڑی تھی اس نے وہ دولت لی اور زمین کی تعمیرِ نو میں مصروف ہو گیا۔ اس کے ان دوستوں کو (جن پر اس نے اپنی ساری دولت لٹا دی تھی) جب یہ سب پتہ چلا تو انہوں نے اس سے پھر تعلقات استوار کرنے چاہے اور خط لکھ کر اپنے رویوں کی معافی مانگی۔ اس نے جواب میں لکھا:

مصروف ہوں زوراء کی تعمیرِ نو میں اب!
مفلسوں کا ساتھ دیتا ہے کوئی کب!
مایوس کن ہوتا ہے ہر پکار کا جواب!
لبیک کہا میری دولت نے اسے پکارا جب!

یہ پڑھ کر اس کے دوست اس کی طرف سے مایوس ہو گئے.. اور پھر اس سے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ وہ اپنے کام میں مصروف رہا اور اپنی زمین کو بہتر سے بہتر بنا دیا۔

(الفرج بعد الشدۃ: ۲ ۳۹۶)

سب سے پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کو دینا

مجاہد[1] کہتے ہیں کہ: میں عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس تھا اور ان کا ایک غلام ایک بکری کی کھال اتار رہا تھا تو انہوں نے اس سے کہا:

اے غلام! جب کھال اتار کر فارغ ہو جاؤ تو سب سے پہلے ہمارے یہودی پڑوسی کو دینا اور یہ بات انہوں نے کئی بار دہرائی اور اسے یاد دہانی کرائی تو ان سے کہا گیا: آپ یہ کتنی مرتبہ کہیں گے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں اتنی بار پڑوسی کا خیال رکھنے کیلئے کہتے تھے کہ ہمیں خدشہ ہوتا تھا کہ وہ اسے ہمارا وارث نہ بنا دیں۔ ([illegible] ۵۲)

---

[1]: مجاہد بن جبر، اکابر مفسرین میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ [illegible] میں وفات پائی۔

شرم وحیا نے اسے صالح بنا دیا

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ : غزوۂ حنین کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا : آج رات کون تمہاری پہریداری کرے گا۔ تو حارثہ بن النعمان ؓ بہت آہستگی سے اٹھے اور ان کی عادت تھی کہ وہ کسی بھی دنیاوی معاملے میں جلدی نہیں کرتے تھے تو لوگوں نے کہا :

یا رسول اللہ ﷺ حارثہ کو شرم وحیا نے بگاڑ دیا تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا : ''یہ نہ کہو کہ حیا نے اسے بگاڑ دیا۔ اگر تم لوگ یہ کہتے کہ حیا نے اسے صلاح عطا فرمائی ہے تو سچ کہتے ''۔ (المستطرف ۶۸)

اے مدد طلب کرنے والوں کے مددگار

کہا جاتا ہے کہ شدید سردی کے موسم میں ایک آدمی تجارت کی غرض سے نکلا اور اپنی کل جمع پونجی، چار سو درھم سے زریاب نامی پرندے کے چوزے خرید لیئے۔ جب وہ بغداد میں واقع اپنی دکان پر پہنچا تو موسم اور شدید ہو گیا۔ اور یخ بستہ ہوائیں چلنے لگیں۔ جس کی تاب نہ لاکر سارے چوزے ہلاک ہو گئے۔۔ علاوہ ایک چوزے کے۔ جو سارے چوزوں میں سب سے چھوٹا اور کمزور تھا۔ اس تاجر کو اپنی مفلسی کا یقین ہو گیا۔ مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور رات بھر نہایت عاجزی اور انکساری سے گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہا اور دعا مانگتا رہا اور اپنی مشکل آسان ہونے کی فریاد کرتے ہوئے یہی کہتا رہا :

''یا غیاث المستغیثین، اغثنی''

اگلی صبح کے نمودار ہوتے ہی سردی ختم ہو گئی اور وہ جو ایک چوزہ باقی رہ گیا تھا وہ اپنے پر پھلا کر کہنے لگا :

''یا غیاث المستغیثین، اغثنی''

یہ سن کر لوگ جوق در جوق اس آدمی کی دکان پر جمع ہونے لگے۔ صرف اس چوزے کو دیکھنے اور اس کی آواز سننے کیلئے۔ اسی دوران ام المقتدر کی کنیزوں میں سے ایک

کنیز کی سواری وہاں سے گذری تو اس کے کانوں میں بھی اس پرندے کی آواز پڑی اور اس نے نظر اٹھا کر اسے دیکھا تو اسے وہ پرندہ بہت پسند آیا۔ اس نے تاجر سے اس کی قیمت دریافت کی۔ مگر وہ کچھ نہ بولا تو اس نے وہ پرندہ دو ہزار درہم میں خرید لیا اور درہم اسے دے کر وہ پرندہ لے کر چلی گئی۔ (الفرج بعد الشدۃ: ۳/ ۹۹)

تاکہ نفس بیزار نہ ہو جائے

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ: رسول اللہ ﷺ ہمیں نصیحت کرتے وقت اس بات کا خیال رکھتے تھے کہ ہم بیزاری کا شکار نہ ہو جائیں اور حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ: یہ دل ایسے ہی تھک جاتے ہیں، جیسے کہ بدن تھکن کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اسلئے اپنے دلوں کو پُر حکمت اور دلچسپ باتوں سے بہلایا کرو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے یہ بھی فرمایا: اپنے دل کو تفکر و تدبر سے بیدار رکھو۔ اپنے پہلو کو نیند سے دور رکھو اور اپنے اللہ سے ڈرتے رہو!

ابو الدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں اپنے دل کو تھوڑے سے کھیل کود سے بہلاتا ہوں۔ تاکہ وہ راہِ حق میں میری اعانت کر سکے۔

عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اپنے دلوں کو سکون و آرام پہنچاؤ کیونکہ اگر دل پر زبردستی کی جاتی ہے تو وہ اپنی بصارت و بصیرت کھو دیتا ہے۔

اور یہ بھی فرمایا کہ دلوں پر کبھی رغبت اور قبولیت کا زمانہ آجاتا ہے تو کبھی سستی اور اعراض کا۔ لہٰذا اس کے رغبت اور قبولیت کے زمانے میں اسے جو سکھانا ہے سکھاؤ اور جب اس کی سستی اور اعراض کا زمانہ ہو تو اسے اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اور کہا جاتا تھا کہ بیزاری یا اکتاہٹ سے محبت ختم اور دوستی ٹوٹ جاتی ہے۔ نفرت پیدا ہوتی ہے اور مزہ ختم ہو جاتا ہے۔ (بہجۃ المجالس: ۱/ ۱۴۵)

عقلمند، برے لوگوں کی صحبت اختیار نہیں کرتا

ابن حبان البستی کہتے ہیں: عقلمند آدمی برے لوگوں سے دوستی نہیں کرتا کیونکہ برے انسان کی صحبت آگ کے انگارے کی طرح ہے۔ نفرتیں پیدا کرتی ہے کیونکہ اس

کی محبت سچی نہیں ہوتی۔ وہ اپنے عہد کی پاسداری نہیں کرتا۔

چار چیزیں ہیں جو انسان کو خوش قسمت بناتی ہیں۔ وہ یہ ہیں: بیوی کا موافق اور سچا دوست ہونا، اولاد کا فرمانبردار ہونا، دوستوں کا نیک ہونا اور یہ کہ انسان کا رزق اس کے اپنے وطن میں ہی ہو۔

اور وہ ہم نشین جس کی صحبت سے کسی خیر و بھلائی کی امید نہ ہو۔ کسی کتے کی ہم نشینی اس سے بہتر ہے اور جو برے آدمی سے دوستی کرتا ہے، وہ محفوظ نہیں رہتا۔

اسی طرح جو بری جگہ داخل ہوتا ہے۔ ملزم قرار پاتا ہے۔ اور برے لوگوں کی صحبت میں کہی گئی منصور بن محمد الکریزی کی یہ بات بہت صحیح لگتی ہے:

گر ہوتا اس میں بھلائی کا بھی پہلو!
برائی سے اس کی ہو جاتا برابر!
نہ بھلائی ہو اس میں نہ کوئی برائی!
تو عمر بھر بنا دوست کے رہنا ہے بہتر!
بھلائی کوئی نہ ہو شر ہی ہو اس میں!
ایسی دوستی پر کیوں کرے کوئی صبر!

(روضۃ العقلاء: ۱۰۱)

اچھی بات ہی کہنا

ایاس بن معاویہؒ جب ایک کمسن لڑکے تھے، ایک بوڑھے کو لیکر دمشق کے قاضی کے پاس پہنچ گئے اور کہا: اللہ تعالیٰ قاضی کو صلاح عطا فرمائیں ان بزرگوار نے میرے اوپر ظلم کیا اور میرا مال کھا گئے، تو قاضی نے کہا: بزرگ پر ترس کھاؤ اور ان کے بارے میں اسطرح کی بات مت کہو، تو اس نے کہا: کہ حق، مجھ سے، ان سے اور آپ سے، سب سے بڑا ہے، تو قاضی نے کہا: خاموش ہو جاؤ! تو وہ بولے: اگر میں خاموش ہو گیا تو میری حجت تمام کیسے ہو گی، تو انہوں نے کہا: چلو بولو، مگر قسم ہے تمہیں، کوئی اچھی بات ہی کہنا، تو ایاسؒ نے کہا: لا الہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ، یہ بات جب خلیفۂ وقت تک پہنچی تو قاضی کو معزول کر کے ایاس کو انکی جگہ قاضی مقرر کر دیا۔

نیک عمل نیکوکاروں کو خوشخبری دے گا

ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان المعروف والمنكر خلقتان ينصبان يوم القيامة، فاما المعروف فيبشر اهله، ويعدهم بالخير، واما المنكر فيقول لاصحابه اليكم اليكم وما يستطيعون له الا لزوما۔ (رواه ابن حبان)

بے شک نیکی اور برائی قیامت کے دن (ایک شکل میں) پیدا کر کے حاضر کی جائیں گی، نیکی اپنے کرنے والے کو خوشخبری دے گی اور اس سے اچھائی کا وعدہ کرے گی جبکہ برائی اپنے کرنے والوں کو کہے گی کہ تم جانو تمہارا کام ... اور برائی کے پیروکار سوائے اس پر الزام دینے، اس کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

سب سے ہلکے حساب والے

ھاشم بن القاسم[1] نے فرمایا: قیامت کے دن سب سے آسان اور ہلکا حساب ان لوگوں کا ہوگا، جنہوں نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کیلئے اپنا محاسبہ کیا ہوگا اور جو اپنے ارادوں اور اعمال کا جائزہ لیتے ہوں گے، تو اگر ان کا ارادہ اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتا ہوگا تو وہ اسے عملی جامہ پہناتے ہوں گے ورنہ اسے ترک کر دیتے ہوں گے۔

اور روزِ قیامت ان لوگوں کا حساب بہت سخت اور بھاری ہوگا جنہوں نے دنیاوی امور کی وجہ سے اپنے آپ کو خطرات میں ڈالا اور اپنا کوئی محاسبہ نہیں کیا، مگر قیامت کے دن انہیں پتہ چلے گا، جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ان کے اعمال کے ذرہ ذرہ کا حساب کتاب انہیں تھمائیں گے اور یہ کہہ کر یہ آیت تلاوت فرمائی:

يَاوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتَابِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً إِلَّآ أَحْصَاهَا وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ أَحَدًا ۞

(الکھف: ۴۹)

---

[1] ابو النضر البغدادی، خراسانی تھے، ثقہ محدث تھے، اہل بغداد کو ان پر ناز تھا، ۲۰۷ھ میں وفات پائی۔

ہائے شامت یہ کیسی کتاب ہے کہ نہ چھوٹی بات کو چھوڑتی ہے نہ بڑی کو (کوئی بات بھی نہیں) مگر اسے لکھ رکھا ہے اور جو عمل کیئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے.. اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

(کتاب الورع . ۱۸)

یہ مجھ سے زیادہ سخی ہے

عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ کی ایک زمین تھی، جس کی دیکھ بھال کیلئے وہ نکلے، تو راستے میں ایک کھجوروں کا باغ تھا، وہ وہاں رک گئے، وہاں انہیں ایک سیاہ فام غلام کام کرتا ہوا نظر آیا، پھر جب وہ اپنا کھانا لے کر آیا تو انہوں نے دیکھا کہ اس کے پاس صرف تین روٹیاں تھیں، ان میں سے ایک روٹی اس نے ایک کتے کے سامنے ڈال دی اور اس نے کھالی، پھر اس نے دوسری روٹی اسکے سامنے ڈال دی اس نے وہ بھی کھالی، پھر تیسری روٹی ڈالی تو وہ بھی کھالی، عبد اللہ رضی اللہ عنہ یہ منظر خاموشی سے دیکھتے رہے، پھر اس سے پوچھا! اے غلام! گذر اوقات، یا روزمرہ کی خوراک کتنی ہے؟ تو اس نے جواب دیا: جو آپ نے دیکھی، تو انہوں نے کہا: تو پھر تم نے اس کتے کیلئے ایثار کیوں کیا؟ تو اس نے کہا: اس علاقے میں کتے نہیں ہیں اور یہ کتا بہت دور سے، بھوکا پیاسا آیا ہے مجھے اس کو بھوکا لوٹانا گوارہ نہ ہوا، تو عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: تو آج تمہارا گذارا کیسے ہوگا؟ اس نے کہا، آج کے دن بھوکا رہ لوں گا۔

یہ سنکر عبد اللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے کہا: لوگ میری فیاضی کے چرچے کرتے ہیں، جبکہ یہ غلام مجھ سے زیادہ سخی ہے۔

پھر انہوں نے اس غلام کو خرید کر آزاد کر دیا اور پورا باغ خرید کر اسے دیدیا۔

(حیاۃ الحیوان: ۲ . ۲۹۸)

عقل اور تجربہ

کہا گیا ہے کہ: ہر شے عقل کی محتاج ہوتی ہے اور عقل تجربہ کی محتاج ہوتی ہے۔

(عیون الاخبار: ۱ . ۳۴)

میرا خدا سب سے بڑھ کر ہے

محمود الوراق نے کہا:

کوئی نعمت جب وہ دیتا ہے ملتی ہے خوشی!
جو دیکر وہ واپس لے لے تو ملتا ہے بدلے میں ثواب!
کون سی نعمت کا کروں شکر میں ادا!
ایک سے بڑھ کر ایک ہے تیری ہر عطا!
کیا وہ نعمت کہ جس سے مجھے حاصل ہوا سرور!
یا دوسری کہ جسکے ثواب سے دل ہو گیا معمور!
بلکہ دوسری چاہے وہ کتنی ہو ناگوار!
کہ صلہ کیلئے رکھتا ہے اجر بے شمار!

(فضیلۃ شکر ۴۳)

اللہ تعالیٰ کے ڈر سے

حسن بصریؒ نے فرمایا: ایک بدکار عورت تھی، جو بے انتہا حسین و جمیل تھی، اس نے اپنی قیمت سو دینار مقرر کر رکھی تھی، اتفاق سے ایک عابد کی اس پر نظر پڑ گئی اور وہ اسے پسند آگئی، اس کو حاصل کرنے کیلئے، اس نے محنت مزدوری کی اور سو دینار جمع کرنے کے بعد اسکے پاس آ کر کہا:

تم مجھے بہت پسند آگئی تھیں، اسی لیئے میں نے محنت مزدوری کر کے یہ سو دینار جمع کیئے ہیں، تو اس نے کہا: اندر آؤ، تو وہ اندر چلا گیا، اس عورت کی ایک مسہری تھی جو سونے کی بنی ہوئی تھی، وہ مسہری پر بیٹھی اور اس عابد کو دعوت گناہ دی، قریب تھا کہ وہ گناہ میں مبتلا ہو جاتا، کہ ایک دم سے اسے احساس ہوا کہ اللہ تعالیٰ اسے دیکھ رہے ہیں، یہ سوچ کر وہ لرز کر رہ گیا اور اس عورت سے کہا: یہ سو دینار تم رکھ لو مگر مجھے یہاں سے جانے دو.. تو وہ عورت حیرت سے اسے دیکھتے ہوئے بولی کیا ہو گیا تمہیں؟ تم نے تو دعویٰ کیا تھا کہ میں تمہیں اتنی پسند آگئی تھی کہ تم نے میرے حصول کی خاطر،

محنت مزدوری کر کے سو دینار جمع کیئے اور اب جبکہ میں تمہارے سامنے ہوں تو تم ایسا کر رہے ہو؟

تو وہ عابد بولا: اللہ تعالیٰ کے ڈر سے اور اس احساس سے کہ اس کے حضور جا کر کیا منہ دکھاؤں گا اور اب مجھے تم سے نفرت محسوس ہو رہی ہے، شدید ترین نفرت۔

تو وہ کہنے لگی: اگر تم سچ کہہ رہے ہو، تو پھر تمہارے سوا کوئی میرا شوہر نہیں بن سکتا، عابد نے کہا: مجھے جانے دو، تو وہ بولی: نہیں، جب تک تم مجھ سے شادی نہیں کر لیتے میں تمہیں نہیں جانے دوں گی، مگر عابد نے کہا: جب تک میں یہاں سے نکل نہیں جاتا، ایسا ہرگز نہ کروں گا۔

تو اس نے کہا: ٹھیک ہے، مگر میں اگر تمہارے پاس آئی تو تمہیں مجھ سے شادی کرنی پڑے گی، تو عابد نے کہا: دیکھا جائے گا اور یہ کہہ کر، کپڑے سے اپنا منہ چھپا کر اپنے وطن روانہ ہو گیا۔

ادھر اس بدکار عورت کی زندگی ہی بدل گئی، اسے اپنی پچھلی زندگی پر شدید ندامت اور شرمندگی کا احساس ہوا اور اس نے اپنے گناہوں پر صدق دل سے توبہ کی اور عابد کی تلاش میں اس کے وطن روانہ ہو گئی، وہاں پہنچ کر اس نے اس کا نام اور گھر کا پتہ معلوم کیا اور اسکے گھر پہنچ گئی، لوگوں نے اس عابد سے کہا: ایک ملکہ آپ کا پتہ پوچھتی ہوئی آئی ہے، (اس کے بے پناہ حسن و جمال کی وجہ سے لوگ اسے ملکہ تصور کرنے لگے) جیسے ہی وہ باہر آیا اور اس عورت کو دیکھا، ایک زوردار چیخ ماری اور دم توڑ دیا، اس کا بے جان جسم اس عورت کے ہاتھوں میں جھول گیا تو وہ بولی: یہ تو مجھے نہ مل سکا، کیا اس کا کوئی رشتہ دار ہے؟ تو لوگوں نے کہا اس کا ایک نہایت مفلوک الحال بھائی ہے، تو وہ بولی: اسکے بھائی کی محبت میں، میں اس سے شادی کروں گی، اور واقعی اس نے اس عابد کے غریب بھائی سے شادی کر لی۔ (مختصر القوابین: ۷۸)

تم نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تمہیں خوش رکھے

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں: ام حبیبہ نے مجھے اپنی وفات کے وقت بلایا اور کہا: ہم دونوں کے درمیان بہت سے ایسے معاملات ہوا کرتے تھے، جیسے دو سوتنوں

کے درمیان ہوا کرتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ مجھے بھی معاف کریں اور تمہیں بھی اور جو کچھ ہمارے درمیان ہوا اسے بخش دیں، تو میں نے ان سے کہا:

اللہ تعالیٰ آپ کا کہا سنا معاف کر دیں اور عفو ودرگذر سے کام لیکر ان سب چیزوں سے آزاد کر دیں، تو ام حبیبہؓ کہنے لگیں: تم نے مجھے خوش کر دیا، اللہ تعالیٰ تمہیں خوش رکھے۔

اور پھر انہوں نے ام سلمہؓ کو بلا کر بھی ایسا ہی کہا۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲ ۴۲)

تو میرے لیے زیادہ بڑی مصیبت ہے

عسکر[1] میں ایک نہایت مالدار تاجر رہتا تھا، اسکا نام احمد بن عمر بن حفص تھا، ایک مرتبہ وہ کسی کام کی غرض سے اصفہان چلا گیا، تو اس کی غیر حاضری میں اس کے بیٹے نے اس کے مال میں سے تین ہزار دینار گانے بجانے والیوں پر خرچ کر دیئے، اس سے رسید لکھوالی گئی، پھر جب وہ تاجر واپس آیا اور دونوں باپ بیٹے ملے تو اس نے اپنے بیٹے سے اس رقم کا مطالبہ کیا جو اس نے اس کی غیر حاضری میں خرچ کی تھی، مگر وہ ٹال مٹول کرنے لگا۔

کچھ عرصہ بعد اس کے باپ نے اس سے کہا: کب تک ٹال مٹول کرتے رہو گے، جب کہ مجھے یہ بھی پتہ چل گیا ہے، کہ تم نے وہ مال کہاں ضائع کیا ہے؟ اگر تم نے یہ مال سمجھداری سے کوئی علم حاصل کرنے، یا اپنے اوپر پڑنے والی مشکل یا ناگہانی دور کرنے کیلئے خرچ کیا ہوتا، تو اسکی کوئی حیثیت نہیں تھی، جو بھی ہے تمہارا ہی ہے، تم سے بڑھ کر تو نہیں، مگر تم نے اس سے کوئی فائدہ نہیں حاصل کیا، بلکہ الٹا نقصان اٹھایا ہے اور اپنی اس حرکت سے تم نے مجھے جو صدمہ پہنچایا ہے وہ اس صدمہ سے کہیں بڑھ کر ہے جو مجھے اپنا مال ضائع ہونے پر ہوا تھا۔ (نشوار المحاضرۃ: ۱ ۱۸۶)

۱۔ عسکر: دس مقامات ہیں جو اس نام سے موسوم ہیں، ان میں سب سے مشہور، المعتصم کا عسکر ہے، یعنی سامراء۔

خیانت کرنے والے، آج کے بعد سے میرے قریب بھی نہ آنا

قاضی ایاسؒ کا ایک امین تھا، جس کے پاس لوگ اپنی امانتیں رکھواتے تھے، ایسے ہی ایک آدمی نے اس کے پاس اپنی کچھ رقم امانت کے طور پر رکھوادی اور حج کیلئے حجاز روانہ ہو گیا، جب واپس آکر اس نے اپنی رقم کا مطالبہ کیا تو اس امین نے اسے جھٹلا کر صاف انکار کر دیا کہ میرے پاس تمہاری کوئی رقم نہیں ہے۔

یہ آدمی قاضی ایاسؒ کے پاس آیا اور انہیں ساری بات بتادی، تو ایاسؒ نے اس سے پوچھا: کیا اسے پتہ ہے کہ تم میرے پاس آئے ہو؟ اس نے کہا: نہیں، تو ایاسؒ نے کہا: کیا کسی اور کے پاس تم یہ جھگڑا لیکر گئے؟ تو اس نے کہا: نہیں، ایاسؒ نے اس سے کہا: اچھا ٹھیک ہے اب تم جاؤ اور یہ سب باتیں راز رکھنا اور دو دن بعد میرے پاس آنا۔

وہ آدمی چلا گیا تو ایاسؒ نے اپنے امین کو بلایا اور کہا: ہمارے پاس بہت ساری دولت آئی ہے، جو میں تمہارے پاس رکھوانا چاہتا ہوں، کیا تمہارا گھر محفوظ ہے؟

تو اس نے کہا: بالکل محفوظ ہے، تو ایاسؒ نے کہا: اچھا تو پھر ٹھیک ہے، تم اس کو رکھنے کیلئے جگہ اور یہاں سے لیجانے کیلئے آدمیوں کا بندوبست کر کے رکھو۔

دو دن بعد جب وہ آدمی دوبارہ ایاسؒ کے پاس آیا تو انہوں نے اس سے کہا: امین کے پاس جاؤ، اگر وہ تمہیں تمہاری رقم واپس دیدیتا ہے تو ٹھیک ہے، ورنہ اس سے کہنا: کہ میں قاضی کو جا کر سب کچھ بتادوں گا۔

یہ آدمی امین کے پاس آیا اور اس سے کہا: تم مجھے میری امانت واپس دیتے ہو، یا میں قاضی سے جا کر تمہاری شکایت کروں؟ تو امین نے گھبرا کر جلدی سے اس کی امانت اسے لوٹادی، وہ آدمی ایاسؒ کے پاس وہ دولت لینے آیا، جو اسکے پاس بطور امانت رکھوائی جانی تھی، ایاسؒ نے اسے بری طرح ڈانٹا اور کہا: خبردار، خیانت کرنے والے! آج کے بعد سے میرے قریب بھی نہ آنا۔ (قصص العرب: ۱/ ۱۷۳)

کہاں گئی وفا

سنتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز تھی وفا!
آج تک مگر اس کا کوئی نشان نہ ملا!
کسی انسان سے اب وفا کی توقع فضول ہے!
ہر ایک کے چہرے پر اب دغا ہی کی دھول ہے!
وفادار دوست اب بھی ہیں، جس نے رکھا یہ گمان!
سمجھ لو کہ اس انساں کو انساں کی رہی نہیں پہچان!

(الشہاب الثاقب: ۴۰)

شرف الاصل جوان

سلیمان بن عبد الملکؒ کے سامنے، بنی عبس کا ایک وجیہ جوان آیا تو وہ اس سے بہت متاثر ہوئے اور اس سے اس کا نام پوچھا، تو اس نے کہا: میرا نام سلیمان ہے، انہوں نے کہا: کس کے بیٹے ہو؟ تو اس نے جواب دیا: عبد الملک کا بیٹا ہوں! یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک نے اس جوان کو نظر انداز کر دیا اور اس کے بعد آنے والے دوسرے لوگوں کو عطیات دینے لگے، اس جوان کو اندازہ ہو گیا کہ انہیں اس جوان کا ہم نام ہونا، ناگوار گذرا ہے، تو وہ کہنے لگا: یا امیر المؤمنین، آپ کا نام اونچا رہے، آپ کے نام سے ملتا ہوا نام رکھنے والا کبھی، بد بخت نہیں ہو سکتا، آپ خوش ہو جائیے، میں تو آپ کے ہاتھ میں ایک تلوار کی مانند ہوں، آپ اس سے وار کریں گے تو یہ کاٹ ڈالے گی، آپ مجھے حکم دیں گے تو میں آپ کی اطاعت کروں گا، میں آپ کے ترکش کا ایک تیر ہوں، چلائیں گے تو دشمن پر ٹوٹ پڑوں گا، جس سمت کہیں گے مڑ جاؤں گا۔

تو سلیمان بن عبد الملک اس کا امتحان لیتے ہوئے بولے: اگر تمہاری کسی دشمن سے ملاقات ہو جائے تو تم کیا کہو گے؟ تو وہ بولا:

میں کہوں گا، حَسْبِیَ اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْلُ!

تو سلیمان بن عبد الملک نے کہا: کیا تم دشمن کا سامنا ہونے پر بجائے اس پر حملہ

کرنے کے بس اتنا ہی کہنے پر اکتفا کروگے؟

تو وہ جوان بولا: یا امیر المؤمنین آپ نے مجھ سے یہ پوچھا تھا کہ تم ایسے میں کیا کہو گے؟ تو میں نے آپ کو بتادیا، اگر آپ مجھ سے یہ پوچھتے کہ تم ایسے میں کیا کروگے؟ تو میں آپ کو بتاتا کہ ایسے میں، میں اس پر تلوار سے اس وقت تک وار کرتا، جب تک کہ تلوار ٹیڑھی نہ ہو جاتی اور نیزے سے اس وقت تک وار کرتا، جب تک وہ ٹوٹ کر گر نہ جاتا! یہ سن کر سلیمان بن عبد الملک اس نوجوان سے بہت متاثر ہوئے اور اسے اشراف کے ہم پلہ عطیہ دیا اور کہا:

تقویٰ اللہ اگر ہو، ہر جوان کے دل میں!
اور کسی پر بوجھ نہ ہو تو وہ مکمل ہے!

(قصص العرب: ۱: ۲۴۵)

دو طرح کے دوست

شیب بن شیبۃؒ[1] کہا کرتے تھے: میرے دوستوں میں سے کچھ ایسے ہیں، جو سال میں صرف ایک دن مجھ سے ملنے آتے ہیں، مگر یہ وہی ہیں، جن کو میں نے اپنے جینے مرنے کیلئے اٹھا رکھا ہے، اور کچھ ایسے ہیں، جو روزانہ میرے پاس آتے ہیں، مجھے بوسہ دیتے ہیں، اور میں انہیں بوسہ دیتا ہوں، مگر یہ وہ ہیں، جن کیلئے میرا یہ دل چاہتا ہے کہ میں ان کے گال پر بوسہ دینے کی بجائے اگر کاٹ سکتا تو کاٹ لیتا۔ (العزلۃ: ۳۱)

دوستوں کی حرمت

یحییٰ بن اکثمؒ فرماتے ہیں: ایک دن میں نے امیر المؤمنین مامون الرشید کے یہاں رات کو قیام کیا، بیچ رات میں، میری آنکھ کھل گئی اور مجھے شدید پیاس کا احساس ہوا، امیر المؤمنین کو جیسے ہی پتہ چلا، وہ اچھل کر اپنے بستر سے اٹھے اور میرے لیئے پانی لیکر آئے، میں نے کہا: امیر المؤمنین، کسی خادم کو بلا لیا ہوتا! تو انہوں نے کہا.. میرے

۱۔ ابو معمر البصری: ایک سچے اور بلیغ خطیب تھے، ۱۸۰ء میں وفات پائی۔

والد نے، اپنے والد سے، انہوں نے عقبۃ بن عامر الجھنی ﷺ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

سید القوم خادمھم

قوم کا سردار ان کا خادم ہوتا ہے (آداب العشرۃ ۳)

خواہشات سے بچ کر رہنا

حضرت علی بن ابی طالب ﷺ نے فرمایا: خبردار خواہشات کو اپنے اوپر حاوی مت ہونے دینا، کہ اُن کا آغاز بُرا اور انجام بہت نقصان دہ ہوتا ہے، اگر دیکھو کہ تمہارا، نفس خبردار کرنے اور ڈرانے سے قابو میں نہیں آرہا تو اُسے، امید اور ترغیب کے ذریعہ جُھکانے کی کوشش کرو، کیونکہ ترغیب اور ترھیب اگر ایک ساتھ جمع ہو جائیں تو نفس کمزور ہو کر جُھک جاتا ہے۔ (آداب الدنیا والدین)

مومن کی صفات

حسن بصریؒ نے فرمایا: کہ مومن دنیا میں ایک مسافر کی طرح ہوتا ہے، جو اسکی شان و شوکت کا مقابلہ نہیں کرتا، اور نہ ہی اس کے زوال اور کمزوری سے گھبراتا ہے، لوگ اپنے حال میں مست ہوتے ہیں اور یہ اپنے حال میں مگن، لوگوں کو اس کی ذات سے کوئی نقصان یا اذیت نہیں پہنچتی، وہ اپنی ہی فکر میں مشغول رہتا ہے۔ (محاسبۃ النفس ۱۰۷)

مومن، امید اور خوف کے درمیان

حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ رسول ﷺ ایک نوجوان کے پاس آئے، جو اپنی آخری سانسیں گن رہا تھا اور اس سے پوچھا: کیا محسوس کر رہے ہو؟ تو وہ بولا: اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید ہے یا رسول اللہ ﷺ، اور اپنے گناہوں سے ڈر، تو رسول ﷺ نے فرمایا:

لَا يَجْتَمِعَانِ فِي قَلْبِ عَبْدٍ فِي مِثْلِ هٰذَا الْمَوْطِنِ إِلَّا أَعْطَاهُ اللّٰهُ مَا يَرْجُو وَآمَنَهُ مِمَّا يَخَافُ -

ایسے موقع پر یہ دونوں چیزیں جب کسی بندے کے دل میں ایک ساتھ جمع ہو جائیں، تو اللہ تعالیٰ اس کی امید کے مطابق اسے عطا فرماتے ہیں اور جس سے وہ خوفزدہ ہوتا ہے، اس سے محفوظ رکھتے ہیں۔ (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

بندوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی مغفرت

عبد اللہ بن المبارکؒ کہتے ہیں: کہ میں عرفہ کی شام سفیان ثوریؒ [1] کے پاس آیا تو دیکھا کہ وہ دوزانو ہو کر بیٹھے ہوئے تھے، اور آنکھوں سے اشک کا سیل رواں تھا، یہ دیکھ کر میں بھی بے ساختہ رونے لگا، انہوں نے مڑ کر میری طرف دیکھا اور بولے: کیا بات ہے؟ تو میں نے کہا: اس مجمع میں سب سے بدتر حال کس کا ہے؟

توانہوں نے فرمایا: جس کو یہ گمان ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہیں فرمائیں گے۔ (حسن الظن باللہ: ۷۲)

پروردگار تجھ سے فریاد کرتا ہوں

کہا جاتا ہے کہ محمد بن علیؒ [2] نے طواف کے دوران ایک اعرابی کو دیکھا، جس کے جسم پر نہایت بوسیدہ کپڑے تھے اور وہ بغیر کچھ کہے بس ٹکٹکی باندھے کعبہ کو دیکھے جا رہا تھا، پھر وہ آگے بڑھا اور خانہ کعبہ کے پردوں سے چمٹ گیا، پھر اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتا ہوا بولا:

ٹکٹکی باندھے کھڑا ہوں رکھ لے میری لاج!
علم ہے تجھے ہر چیز کا کرتا ہوں فریاد آج!
دیدے مجھے کپڑے اور ایک کمبل!
نماز روزے کا اہتمام کروں گا ہر پل!

۱: سفیان الثوریؒ: علم وفضل کے اکابرین میں شمار ہوتا ہے، فقیہ اور مفسر تھے ۱۶۱ھ میں وفات پائی۔
۲: محمد بن علی بن ابو طالب، یہ حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے بھائی تھے، ان کے والدہ حضرت فاطمۃ الزہراء نہیں تھیں بعد از وفات جعفر حنفیہ تھیں۔

نہیں ملا کچھ بھی اور رہی یہی حالت!
تو نماز چھوڑنے پر نہ کرنا ملامت!

محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے اسے پاس بلایا اور اسے قمیص، عمامہ، کمبل اور دس ہزار درہم دیکر، ایک گھوڑے پر سوار کرا دیا، اگلے سال وہ حج کرنے آیا، تو اس کے جسم پر نہایت نفیس اور خوبصورت لباس تھا اور وہ بہت آسودہ حال لگ رہا تھا، تو محمد بن علی رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا: اے اعرابی! پچھلے سال میں نے تمہیں بہت خستہ حالت میں دیکھا تھا، جبکہ اب میں تمہیں صاحبِ ثروت اور بہت اچھی حالت میں دیکھ رہا ہوں، تو وہ بولا: میں نے ایک صاحب جود وکرم سے شکوہ کیا تھا، تو مالدار ہو گیا۔

لوگوں سے، لوگوں کا بچنا مشکل ہے

ایک حکیم سے کسی نے پوچھا: انسان لوگوں سے کب محفوظ ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ نہ کسی بھلائی میں ہو، نہ برائی میں! تو کہا گیا: اور ایسا کب ہوتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: جب وہ مر جاتا ہے، کیونکہ جب تک وہ زندہ رہتا ہے، یا تو نیک اور بھلا آدمی ہوتا ہے اور برے لوگ اس کے دشمن ہوتے ہیں، یا پھر برا آدمی ہوتا ہے اور اچھے لوگ اس سے نفرت کرتے ہیں اور پرانے زمانے سے یہ مثل چلی آرہی ہے: کہ لوگوں سے، لوگوں کا بچنا مشکل ہے۔ (العزلۃ: ۱٦۵)

دنیا کی محبت

حضرت علی کرم اللہ وجہہ دنیا کے بارے میں کہتے ہیں: کہ اس کا آغاز دشوار ہوتا ہے اور انجام فنا ہوتا ہے، اسکا حلال اور حرام سزا ہوتا ہے، اس میں جو صحتمند رہا محفوظ ہو گیا، اور جو مرض میں مبتلا ہو گیا، وہ پچھتایا، جس کو دولت ملی آزمائش میں مبتلا ہوا اور جس کو غربت ملی غمزدہ ہوا، جس نے اس کے پیچھے بھاگنے کی کوشش کی، وہ اس کے ہاتھ کبھی نہ آئی اور جو اس سے بے نیاز ہو کر بیٹھ گیا، وہ خود اس کے پاس چل کر آئی، جس نے اس پر نظر ڈالی بصارت کھو بیٹھا اور جس نے اس سے عبرت حاصل کی اسے بصیرت عطا ہوئی۔

(ادب الدنیا والدین: ۱۱۵)

میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں

آنحضرت ﷺ اپنے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے ہمراہ تشریف فرما تھے کہ ایک ''اسماء بنت یزید الانصاریہؓ'' نامی عورت ان کے پاس آئی اور کہنے لگی: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں یارسول اللہ، میں عورتوں کی نمائندہ بن کر آپ کے پاس آئی ہوں، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو عورتوں اور مردوں دونوں کیلئے بھیجا ہے، ہم آپ پر اور آپ کے خدا پر ایمان لے آئے اور ہم عورتیں، پابند ہیں، بے بس ہیں، آپ کے گھروں میں رہتی ہیں اور آپ لوگوں کی خواہشات کو پورا کرتی ہیں، آپ کے بچوں کو سنبھالتی ہیں، جبکہ آپ مرد حضرات کو ہم پر ہر طرح فضیلت حاصل ہے، جمعہ اور جماعت کی فضیلت، مریض کی عیادت کی فضیلت، جنازوں میں شرکت کی فضیلت، حج کے بعد حج کرنے کی فضیلت اور سب سے بڑھ کر جہاد فی سبیل اللہ کی فضیلت اور آپ میں سے جب کوئی آدمی حج، عمرہ یا جہاد کی نیت سے گھر سے باہر جاتا ہے تو ہم لوگ آپکے مال کی حفاظت کرتے ہیں۔ آپ کے کپڑے سیتے ہیں.. اور آپ کے بچوں کی تربیت کرتے ہیں.. تو کیا ہم لوگ آپ کے اجر و ثواب میں شریک نہیں ہو سکتے؟ تو نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابۂ کرام ؓ کی طرف رخ پھیر کر ان سے کہا: ''کیا تم لوگوں نے کبھی کسی عورت کے منہ سے، اس عورت کے اپنے دین کے بارے میں سوال کرنے سے زیادہ بہتر کوئی بات سنی ہے؟'' تو انہوں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ، ہم تو سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ کوئی عورت ایسی کوئی بات کہہ بھی سکتی ہے!

تو نبی کریم ﷺ نے اس عورت کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: ''اے عورت! اپنے پیچھے ساری عورتوں کو یہ بات اچھی طرح بتا اور سمجھا دینا کہ عورت کا اپنے شوہر کی اطاعت کرنا، اس کو راضی اور خوش رکھنا، اس کی مرضی کی اتباع کرنا، ان سب چیزوں کے برابر ہے'' وہ عورت خوشی خوشی وہاں سے چلی گئی۔

(قبسات من حیاۃ الرسول (ص): ۱۴۳)

تمہاری ماں، تمہاری ماں

ام عمارۃ نسیبہ المازینہؓ کہتی ہیں: سارے لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس سے چھٹ گئے تھے اور علاوہ چند لوگوں کے جو دس سے بھی کم تھے ان کے گرد کوئی نہ رہا تھا، میں میرے شوہر اور دونوں بیٹے آپ ﷺ کے گرد کھڑے ان کا دفاع کر رہے تھے اور شکست خوردہ لوگ وہاں سے گذر رہے تھے، جب آپ ﷺ نے دیکھا کہ میرے پاس ڈھال نہیں ہے، تو آپ ﷺ نے ایک پیٹھ پھیر کر واپس جاتے ہوئے آدمی کے پاس ڈھال دیکھ کر فرمایا: اپنی ڈھال لڑائی کرنے والوں کو دیدو، تو اس نے وہ ڈھال پھینک دی اور میں نے اٹھالی اور اس سے رسول ﷺ کا دفاع کرنے لگی، گھڑ سواروں نے ہمارا وہ برا حشر کیا کہ اگر وہ ہماری طرح پیدل ہوتے تو ہم انہیں بتاتے اور اللہ کے حکم سے ان پر بھاری رہتے، ہوتا یہ تھا کہ گھوڑے پر آدمی آتا اور میرے اوپر وار کرتا تو میں ڈھال سے اپنا بچاؤ کرتی اور وہ بغیر کچھ حاصل کیئے پیٹھ پھیر کر بھاگنے کی کوشش کرتا تو میں اس کے گھوڑے کی کونچیں کاٹ ڈالتی اور وہ نیچے گر پڑتا، نبی کریم ﷺ پکار کر کہتے: اے ام عمارہ کے بیٹے، تمہاری ماں! تمہاری ماں! تو میرا بیٹا آ کر میری مدد کرتا یہاں تک کہ میں اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲/ ۲۷۹)

اپنا محاسبہ کرو

حضرت عمرؓ نے فرمایا: حساب ہونے سے پہلے اپنا محاسبہ کرلو اور وزن ہونے سے پہلے، اپنے آپ کو تول لو، کہ کل تمہارا حساب ہونے سے زیادہ آسان اور بہتر یہ ہے کہ تم آج اپنا محاسبہ کرلو اور روز محشر کیلئے پوری تیاریاں کرلو جب تمہیں پیش کیا جائے گا اور تمہارا کچھ بھی پوشیدہ نہیں رہے گا۔ (محاسبۃ النفس: ۲۲)

اپنے حال پر تھوڑا رحم کرو

بہیم العجلی کہتے ہیں: بنی مرہ کا ایک نوجوان ہمارے ساتھ کشتی میں سوار ہوا، اس کا یہ حال تھا کہ وہ دن رات روتا رہتا تھا، کشتی پر سوار لوگوں نے اسے سمجھاتے ہوئے

کہا: اپنے حال پر تھوڑا رحم کرو، تو وہ کہنے لگا: میرے نفس کا میرے اوپر کم سے کم حق یہ ہے کہ میں اسے بھی رلاؤں اور خود بھی جب تک زندہ ہوں اس پر روتا رہوں، کیونکہ مجھے پتہ نہیں ہے کہ کل اس کیساتھ کیا ہونے والا ہے، یہ سن کر کشتی پر کوئی شخص ایسا نہ تھا جو رونہ پڑا ہو۔ (محاسبۃ النفس: ۱۱۰)

کفن مہنگے مت لو

خالد بن الربیع کہتے ہیں: کہ جب حذیفہ ﷛ بیمار ہوئے اور وقت وفات آپہنچا تو ان کے دوست احباب کو اطلاع ملی اور وہ لوگ بیچ رات میں یا علی الصباح ہی ان کے پاس پہنچ گئے، تو حذیفہ ﷛ نے پوچھا: کون سی گھڑی ہے یہ؟ تو ہم نے کہا: درمیانی رات یا صبح ہونے کو ہے تو کہنے لگے: اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں ایسی صبح سے، جو دوزخ تک لیجائے، پھر کہا: کیا میرا کفن لے آئے ہو؟ تو ہم نے کہا: ہاں، تو وہ بولے: گراں قدر یا مہنگے کفن کبھی مت خریدو، کیونکہ اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں میرے لیئے خیر موجود ہے تو وہ مجھے اس سے بہتر عطا فرمائیں گے اور اگر معاملہ اس کے برعکس ہوگا تو وہ بہت جلد مجھ سے چھین لیا جائے گا۔ (رواہ البخاری فی الادب)

تین میں سے ایک چن لو

سلیمان بن عبد الملک ؒ کے پاس ایک آدمی آیا اور بولا: یا امیر المؤمنین، میں آپ کو ایک نصیحت کرنا چاہتا ہوں، تو انہوں نے کہا: کیا نصیحت کرنا چاہتے ہو؟ تو وہ بولا: فلاں آدمی، یزید ؒ، ولید اور عبد الملک کے دور میں گورنر تھا اور بے تحاشہ مال و دولت جمع کرلی، اب آپ اسے حکم دیں کہ وہ ساری دولت جو اس نے دھوکے سے قبضالی ہے وہ واپس کر دے، تو سلیمان ؒ نے کہا: تم اس سے بھی زیادہ بڑے اور خیانت کرنے والے ہو، کیونکہ تمہیں اس کا جو راز پتہ چل گیا تو تم نے اسے فاش کر ڈالا اور اگر میں نصیحت کرنے والوں کی عزت نہ کرتا تو تمہیں اس کی سزا دیتا، اب تمہارے سامنے صرف تین راستے ہیں، ان میں سے ایک چن لو، تو وہ بولا: مجھے بتایئے امیر المؤمنین، تو انہوں نے کہا:

اگر تم کہو تو میں تمہاری فراہم کردہ معلومات کی روشنی میں معاملے کی تفتیش کراؤں، اگر تم سچے ہوئے تو ہم تمہیں ناپسند کردیں گے اور اگر تم جھوٹے ہوئے تو ہم تمہیں سزا دیں گے، اور اگر تم چاہو تو ہم تمہاری کہی ہوئی باتوں کو غلط گردان کر بھلا دیں، تو وہ بولا:

آپ میری باتوں کو غلط ہی سمجھئے یا امیر المؤمنین، تو انہوں نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا: اب آئندہ کسی بھلے آدمی کے راز سے پردہ کبھی مت اٹھانا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے پردہ میں پوشیدہ رکھا ہو۔ (المحاسن والمساوئ: ۱۲۰)

میرا شکر ادا کرو، اے جن وانسان

کسی شاعر نے کہا:

گر شکر سے بے نیاز ہوتا کوئی سردار!
جس کی ہوتی کوئی سلطنت یا اونچی ہوتی اس کی شان!
تو خدا اپنے بندوں کو یہ حکم ہی نہ دیتا!
کہ میرا شکر ادا کرتے رہو اے جن وانسان!

(المحاسن والمساوئ): ۱۲۲)

عالم کا حق

ابن عبد البر نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ مقولہ نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا: تم پر عالم کا حق یہ ہے کہ: اس سے کثرت سے سوال کیا کرو، مگر اس کے جواب میں لغزشیں مت تلاش کیا کرو، اگر وہ کچھ بتانا [illegible] یا کوئی بات نظر انداز کرے تو اس پر اصرار مت کرو، اسکی طرف [illegible] سے اشارہ مت کرو اور نہ ہی اپنی آنکھوں سے اسے اشارہ کرو اور اس کی مجلس میں اس سے سوال مت کرو، اس کی غلطی یا لغزش کی تلاش میں مت رہو اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو بھی جائے، تو انتظار کرو، تا آنکہ وہ اپنی غلطی درست نہ کرلے اور اس کا کوئی راز افشانہ کرو، اس کے پاس بیٹھ کر کسی کی غیبت ہرگز نہ کرو، اس کو خصوصیت کے ساتھ سلام کرو اور اگر اس کو کوئی ضرورت پڑے تو سب سے پہلے تم

اس کی خدمت کیلئے آگے بڑھو اور اس کی طویل صحبت سے اکتاہٹ یا بیزاری کا اظہار کبھی مت کرو۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۴۶)

اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک فرمادیا

کہا جاتا ہے کہ ایک آدمی کی کسی دوسرے آدمی سے بڑی گہری دشمنی تھی اور اس آدمی کا دشمن بڑا زور آور تھا، اس لیے یہ اپنے دشمن سے ہر دم خوفزدہ رہا کرتا تھا، اس کی سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ کیا کرے؟

ایک مرتبہ سوتے میں اس نے خواب میں دیکھا کو کوئی اس سے کہہ رہا ہے:
نمازِ فجر کی کسی ایک رکعت میں روزانہ ''اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحَابِ الْفِيْلِ.... ''پوری سورت پڑھا کرو۔

اس آدمی کا کہنا ہے کہ میں نے یہ سورت پڑھنی شروع کردی، کچھ ہی مہینے گذرے تھے کہ میری اس دشمن سے جان چھوٹ گئی اور اللہ تعالیٰ نے اسے ہلاک فرمادیا اور میں ابھی تک وہ سورت اسی طرح پڑھتا ہوں۔ (الفرج بعد الشدۃ: ۱/۱۰۶)

ان کو تجربات نے حکمت سکھادی

ایک اعرابی نے کسی قوم کی شان میں کہا: وہ ایسی قوم ہیں، یا ایسے لوگ ہیں، جن کو حکمت نے ادب سکھلایا اور تجربات نے انہیں حکمت سکھلائی، انہوں نے کبھی اس امن و سلامتی سے دھوکہ نہیں کھایا کہ جس کے پیچھے ہلاکت پوشیدہ ہو اور وہ ٹال مٹول ان سے کوسوں دور رہی، جس میں لوگوں نے اپنی زندگیاں گذار دیں، ان کی زبانوں نے وعدے کئے اور ان کے ہاتھوں نے آگے بڑھ کر انہیں پایۂ تکمیل تک پہنچایا، انہوں نے خوب کہا اور اس پر عمل بھی خوب کیا۔ (المنتقی: د د)

کیوں روتے ہو؟

مسعر بن کدامؒ [۱] کہتے ہیں: ایک مرتبہ میں سفیان ثوریؒ کے ساتھ کہیں جا رہا تھا

۱۔ ابو سلمۃ الکوفی: ثقہ، امام اور حجت تھے ۱۵۵ھ یا ۱۵۳ھ میں وفات پائی۔

کہ ایک سائل نے ان سے کچھ مانگا، مگر ان کے پاس اسے دینے کیلئے کچھ بھی نہ تھا، تو وہ رونے لگے، اس نے کہا: آپ روتے کیوں ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا: اس سے زیادہ دکھ اور تکلیف کی بات کیا ہوگی کہ کوئی آدمی بھلائی کی امید لیکر تمہارے پاس آئے اور اسے کچھ نہ ملے۔ (المنتقی: ۴۵)

خواہش کی مخالفت

محمد الکندی کہتے ہیں: میں نے اپنے بزرگوں کو یہ کہتے سنا: کہ اگر تمہارے پیش نظر دو ایسے معاملے ہوں، جن میں تم یہ فیصلہ نہ کر پا رہے ہو کہ ان میں سے خیر کس میں ہے تو دیکھو کہ ان دونوں میں سے جو تمہاری خواہش کے قریب تر ہو، اس کی مخالفت کرو، کیونکہ خواہش کی مخالفت میں ہی حق پوشیدہ ہے۔ (التذکرۃ الحمدونیۃ: ۱۹۲)

دولت کہاں خرچ کرنی چاہیے؟

حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جس کو اللہ تعالیٰ دولت سے نوازے، اسے چاہیے کہ وہ اس دولت سے، رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرے، مہمان کا اکرام کرے، مسافر، فقراء و مساکین اور مجاہدین کی مدد کرے اور کسی ناگہانی یا مصیبت پڑنے پر اس کی مدد سے صبر حاصل کرے، ایسا کرنے سے وہ دنیاوی عزت اور شرفِ آخرت، دونوں حاصل کرلے گا۔ (روضۃ العقلاء: ۲۳۶)

صبر جمیل

کسی شاعر نے کہا:

امید رکھنا قائم اللہ کی ذات پر!
نظر کرم ہے اس کی تمہارے سارے معاملات پر!
یہ سچ ہے کہ گردشِ دوراں کے ساتھ ساتھ!
الٹتے پلٹتے رہتے ہیں اپنے حالات!

مگر جب ہوتا ہے حکم خدا!
رحمتوں کی اس کی ہوتی ہے برسات!
مایوسی کو خود پر نہ کرنا کبھی بھی طاری!
پلک جھپکنے میں آسان ہونگی مشکلات!
صبر کرو کہ اللہ کی رحمت بھی خوب ہے!
ہر غم کے بعد خوشیوں کی ملتی ہے سوغات!

(الفرج بعد الشدۃ: ۵۲)

کیا چیز؟

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا: بیٹے کیا چیز سب سے کم ہے؟ اور کیا چیز سب سے زیادہ؟ کیا چیز سب سے خوبصورت ہے؟ اور کیا چیز سب سے زیادہ ٹھنڈی ہے؟ کیا چیز سب سے زیادہ انسیت کا باعث ہے؟ اور کیا چیز سب سے زیادہ تنہا ہے؟ کیا چیز سب سے زیادہ قریب ہے؟ اور کیا چیز سب سے زیادہ دور ہے؟

تو ان کے بیٹے نے جواب دیا: سب سے کم چیز ہے یقین اور سب سے زیادہ چیز شک، سب سے خوبصورت چیز ہے، بندوں کے درمیان اللہ عزوجل کی مہربانی جس کی وجہ سے وہ لوگ آپس میں محبت رکھتے ہیں اور سب زیادہ ٹھنڈی چیز ہے اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں کیلئے عفوو درگذر اور لوگوں کا آپس میں ایک دوسرے کیلئے عفوودرگذر، سب سے زیادہ انسیت وتسکین کا باعث ہے تمہارا محبوب جو تمہارے ساتھ ایک ہی بند دروازے کے پیچھے ہو اور سب سے زیادہ تنہا چیز ہے مردہ جسم کہ اس سے بڑھ کر تنہا کوئی نہیں ہوتا اور سب سے زیادہ قریب ہے آخرت دنیا سے اور سب سے زیادہ دور ہے دنیا آخرت سے۔ (روضۃ العقلاء ۱۷۰)

غور کرے کہ وہ کس طرح سوال کرتا ہے

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: تم میں سے جب کوئی اللہ تعالیٰ سے رزق کا سوال کرے تو وہ غور کرے کہ وہ کس طرح سوال کرتا ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تو حلال رزق بھی دیتے

ہیں اور حرام رزق بھی، اسے چاہیے کہ وہ یہ کہے: اللھم! مجھے وہ رزق عطا فرما جو میرے لیے نفع کا باعث ہو نقصان کا نہیں۔ (بہجۃ المجالس: ۱: ۱۴۲)

اقوال، طمع اور لالچ کے بارے میں

رسول اللہ ﷺ، پناہ مانگتے تھے اللہ تعالیٰ کی، ایسی چیز کے لالچ سے، جس کی لالچ کرنا مناسب نہ ہو اور ایسے طمع سے جو طبع (یعنی طبیعت و فطرت) بن جائے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: آدمیوں کے زوالِ عقل کی سب سے بڑی وجہ طمع ہے۔

ایک دوسرے مقام پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ، یا ابن الزبیر رضی اللہ عنہ نے کعب رضی اللہ عنہ سے کہا: حصولِ علم کے بعد آدمیوں کے سینوں سے علم چھن جانے کی وجہ کیا ہے؟ تو انہوں نے کہا: طمع اور لوگوں سے اپنی حاجتیں بیان کرنا اور کعب رضی اللہ عنہ نے یہ بھی کہا: کہ وہ چکنا پتھر جس پر علماء کے قدم نہیں جم پاتے، طمع ہے۔

حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بے نیازی سے تونگری اور مالداری ملتی ہے، لالچ سے غربت ملتی ہے اور تنہائی سے برے دوستوں سے راحت اور نجات ملتی ہے۔

عمرو بن عبید[۱] فرماتے ہیں: مومن میں تین صفات ہوتی ہیں: جب وہ کوئی ایسا لفظ سنتا ہے جس سے اسے اذیت پہنچے تو وہ ایسے درگذر کر دیتا ہے جیسے کچھ سنا ہی نہ ہو اور لوگوں کیلئے وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔

اور طمع اور لالچ تک پہنچنے کے سارے راستے بند کر دیتا ہے۔

ابو العتاھیہ[۲] کہتے ہیں:

لالچ کی میں نے اطاعت کی تو اس نے بنایا مجھے غلام!
قناعت میں نے کی ہوتی تو کبھی نہ ہوتا یہ انجام!

(بہجۃ المجالس: ۱: ۱۵۹)

۱۔ ابو عثمان البصری، عابد اور مشہور معتزلی تھے، ۱۴۳ھ میں وفات پائی۔

۲۔ اسماعیل بن القاسم، مشہور [illegible] بہترین اشعار کہے ہیں ۲۱۱ھ میں وفات پائی۔

ادب، دین کا ادب ہوتا ہے

معتمر بن سلیمان کی مجلس میں ایک اعرابی ادب کے بارے میں بتاتے ہوئے کہنے لگا: حقیقی ادب، دینی ادب ہوتا ہے، کہ وہ کامیابی اور توفیق کی دعوت دیتا ہے، سعادت کا سبب اور زادِ تقویٰ ہے اور وہ یہ ہے کہ تمہیں شرائع اسلام کے بارے میں ساری معلومات ہوں، فرائض کی ادائیگی ہو اور ساتھ میں نوافل کا بھی اہتمام ہو اور اس پر اضافہ ہو درست نیت، اخلاصِ نفس اور حُبِ خیر کا، جس میں مقابلہ کیا جائے، اور شر و فساد سے نفرت کی جائے اور اس سے دور رہا جائے خیر کی طلب ثواب کی نیت سے ہو اور برائی سے پرہیز، سزا اور عقاب کے ڈر سے ہو، تاکہ ثواب حاصل ہو اور سزا سے بچا جائے اور یہ سب برائیوں اور گناہوں کو ترک کرنے اور باعث نجات بننے والی نیکیوں کو ان پر فوقیت دینے سے، حاصل ہوتا ہے۔ (بہجۃ المجالس ۲: ۱۱۰)

اے طاؤس! مجھے نصیحت کرو

ہشام بن عبد الملکؒ حج کرنے آئے، تو حرم میں داخل ہوئے اور کہا، صحابہ ﷺ میں سے کسی کو میرے پاس لاؤ، تو کہا گیا: یا امیر المومنین، ان میں سے اب کوئی نہیں رہا، تو وہ بولے: تابعین میں سے کسی کو بلاؤ تو ان کے پاس طاؤس الیمانیؒ کو لایا گیا۔

جب وہ ان کے پاس آئے تو اپنے چپل ان کے لئے بچھائے گئے فرش کے کنارے پر اتار کر، انہیں سلام کیا، مگر امیر المومنین کہہ کر یا ان کی کنیت سے مخاطب نہیں کیا اور بغیر ان کی اجازت کے، انکے پاس بیٹھ کر بولے: کیسے ہو ہشام

یہ دیکھ کر ہشام بن عبد الملک غصہ میں آگ بگولہ ہو گئے اور ان کو قتل کرنے کا ارادہ کیا، مگر ان سے کہا گیا: یا امیر المومنین آپ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ کے گھر میں ہیں اور یہاں ایسا نہیں کیا جاتا۔

تو انہوں نے طاؤس سے پوچھا: تم نے ایسا کیوں کیا؟ تو انہوں نے کہا: میں نے کیا کیا؟ تو وہ بولے: تم نے میرے فرش کے کنارے پر اپنے چپل اتارے، پھر امیر المؤمنین کہہ کر سلام نہیں کیا اور نہ مجھے میری کنیت سے مخاطب کیا اور بغیر میری اجازت

کے میرے پاس آ کر بیٹھ گئے کہا اور ہشام، تم کیسے ہو؟

تو طاؤس ؒ نے ان سے کہا: جہاں تک تمہارے فرش کے کنارے پر میرے چپل اتارنے کی بات ہے تو میں یہ چپل روزانہ پانچ مرتبہ اللہ تعالیٰ کے حضور پیش ہوتے ہوئے بھی اتارتا ہوں لہٰذا نہ مجھے ملامت کرو اور نہ میرے اوپر غصہ کرو اور رہی یہ بات کہ میں نے تمہیں یا امیر المومنین کہہ کر سلام نہیں کیا تھا تو وہ اس لیے کیونکہ سارے مومن تمہاری امارت سے راضی اور خوش نہیں ہیں، اس لئے اگر میں تمہیں امیر المومنین کہتا تو جھوٹ بولتا اور تمہارا یہ کہنا کہ میں نے تمہاری کنیت سے تمہیں مخاطب نہیں کیا تو اللہ تعالیٰ نے اپنے انبیاء کرام کو (یا داود)، (یا یحییٰ)، (یا عیسیٰ) کہہ کر پکارا ہے، جبکہ اپنے دشمنوں کو انکی کنیت سے مخاطب کیا، جیسے کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

تَبَّتْ يَدَا أَبِي لَهَبٍ وَّتَبَّ ۞

اور رہی تمہاری یہ بات کہ تم میرے پاس آکر بیٹھ گئے تو میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ اگر تم کسی دوزخی کو دیکھنا چاہو تو ایسے آدمی کو دیکھو جو خود تو بیٹھا ہوا ہو اور اس کے گرد لوگ کھڑے ہوئے ہوں، تو ہشام بن عبد الملک ؒ نے کہا: مجھے نصیحت کرو تو انہوں نے کہا: میں نے امیر المؤمنین علی بن ابی طالب ؓ کو کہتے ہوئے سنا کہ دوزخ میں خچروں کی برابر سانپ اور بچھو ہوں گے جو ہر اس حکمران کو ڈسیں گے جو اپنی رعیت کے ساتھ عدل وانصاف نہ کرتا ہو، پھر وہ اٹھے اور وہاں سے نکل گئے۔ (ثمرات الاوراق: ۹۶)

اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے

عقیل بن ابی طالب نے بنی جشم کی ایک عورت سے شادی کی تو ان کو لوگوں نے، خوشگوار زندگی اور اولاد صالح کی دعا دی تو انہوں نے کہا: وہی کہو جو رسول اللہ ﷺ فرماتے تھے:

بارك الله فيكم وبارك بكم

اللہ تعالیٰ تمہیں برکت دے اور تم لوگوں کو برکت کا باعث بنائے۔ (رواہ النسائی)

بہترین ایثار

الواقدی[1] کہتے ہیں: میرے دو دوست تھے، ان میں سے ایک ہاشمی تھا، ہم دونوں ایک جان دو قالب تھے، وقت نے پلٹا کھایا اور میرے حالات بہت خراب ہو گئے، اسی تنگدستی کے عالم میں عید کی آمد ہو گئی، تو میری بیوی مجھ سے کہنے لگی: ہمارا تو کچھ نہیں، ہم تو تنگی ترشی میں بھی گذارہ کر سکتے ہیں، مگر اپنے بچوں کو دیکھ کر میرا دل کٹتا ہے، کیونکہ پاس پڑوس کے بچوں کو نئے نئے کپڑوں میں سج دھج کر عید مناتے ہوئے دیکھ کر ان کو اپنے بوسیدہ اور پرانے کپڑوں کی خستہ حالی بہت دکھی کر رہی ہے، کیا آپ کسی طرح کچھ کر کے ان کیلئے کپڑوں کا انتظام نہیں کر سکتے۔

میرے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا کروں؟ مگر پھر ایک دم مجھے اپنے ہاشمی دوست کا خیال آیا، میں نے اسے خط لکھ کر اس سے مدد کی درخواست کی، تو اس نے مجھے ایک سر بمہر تھیلی بھیج دی اور لکھا کہ اس میں ایک ہزار درہم ہیں، میں نے سکون کا سانس بھی نہیں لیا تھا کہ میرے دوسرے دوست کا خط مجھے ملا، جس میں اس نے اپنی تنگدستی کا شکوہ کیا تھا، بالکل میری طرح تو میں نے وہ تھیلی جوں کی توں اسے روانہ کر دی اور خود مسجد کیلئے روانہ ہو گیا اور اپنی بیوی سے شرمندگی کے باعث میں نے وہ رات مسجد میں گذاری۔

پھر جب واپس گھر آیا اور اپنی بیوی کو تفصیل بتائی، تو اس نے میری حوصلہ افزائی کی اور بجائے ناراض ہونے کے مجھے تسلی دینے لگی کہ میں نے جو کچھ کیا اچھا کیا۔

اتنے میں میں نے دیکھا کہ میرا وہ ہاشمی دوست چلا آرہا ہے اور اس کے ہاتھ میں ویسی ہی ایک تھیلی ہے، اس نے مجھ سے کہا:

مجھے سچ سچ بتاؤ، تم نے میرے بھیجے ہوئے پیسوں کا کیا کیا؟

تو میں نے اسے سارا واقعہ سنا دیا تو وہ بولا: جس وقت تم نے مجھے اپنی ضرورت کا خط لکھا تو میرے پاس اس ایک تھیلی کے سوا کچھ بھی نہ تھا جو میں نے تمہیں ارسال کر دی تھی، پھر میں نے مدد کیلئے ہمارا جو دوسرا دوست ہے اسے خط لکھا تو اس نے مجھے میری

---

[1] الواقدی: محمد عمر بن واقد، مشہور موّرخ تھے، [illegible] میں وفات پائی۔

یہی تھیلی بھجوا دی۔ اور اس طرح ہم تینوں نے ہی ان ایک ہزار درہم سے ایک دوسرے کی مدد کرنا چاہی۔

یہ خبر جب خلیفہ مامون تک پہنچی تو انہوں نے مجھے بلا بھیجا اور میں نے سارا واقعہ بلا کم وکاست انہیں کہہ سنایا، تو انہوں نے ہمیں سات ہزار دینار دینے کا حکم دیا، دو ہزار ہم تینوں کے اور باقی ایک ہزار میری بیوی کیلئے۔ (قصص العرب : ۲۹۰)

پاکیزہ اخلاق

حضرت بن علی ابی طالب رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

پاکیزگی اخلاق کی پوشیدہ ہے جن میں!
ہے پہلا نمبر عقل کا، دوسرے پر ہے دین!
تیسرا نمبر علم کا ہے، حلم کا نمبر ہے چوتھا!
پانچویں پر ہے جود و کرم، بخشش کا نمبر ہے چھٹا!
نیکی کا ہے ساتواں نمبر، آٹھویں پر ہے صبر!
دس نمبر پر نرم روئی تو نویں نمبر پر ہے شکر!
مخاطب کی نگاہوں سے انسان جان لیتا ہے!
دوست کون ہے، دشمن کون؟ خوب پہچان لیتا ہے!
آنکھوں نے تمہاری نگاہوں کو میری بتا دی ہے ہر بات!
رکھتے چھپا کر جن کو تم جو آنکھیں تمہارا دیتی ساتھ!

(ادب الدنیا والدین: ۳۰)

سچی دوستی

العباس بن عبید بن یعیش کہتے ہیں:

کتنے بھائی ایسے ہیں، جن کے باپ ہوتے ہیں غیر!
اور جس کا تمہارا باپ ہو ایک، وہ بھائی تم سے رکھتا ہے بیر!

دوست بناؤ ان کو جو دوستی نبھائیں!
برا وقت پڑے تو تمہارے کام آئیں!
کتنے بھائی، جن کو تمہارے باپ نے پیدا نہیں کیا!
مگر لگتا ہے ایسے، جیسے ان کے باپ نے ہو تم کو پیدا کیا!
موت کا تم کو جہاں ہو ڈر!
کود پڑیں گے وہاں بے خوف وخطر!
رشتہ دار تو وہ ہیں، جو دیکھ بھی لیں تم کو اگر!
شہ رگ سے اپنی لٹکے ہوئے، کریں نہ وہ کوئی فکر!
جب تک دولت تمہاری ہے لوگ تمہارے ساتھ ہیں!
ساتھ جو دولت چھوڑ گئی، تو کوئی نہ تمہارے ساتھ ہے!

(روضۃ العقلاء: ۸۷)

قسم خدا کی یہ تو ہو کر رہے گا

تین فیاض لوگوں میں شرط لگ گئی، ایک نے کہا:
ہمارے دور کے فیاض ترین شخص سعد بن علقمہ ہیں، تو دوسرے نے کہا:
ہمارے دور کا سخی ترین آدمی، عبداللہ بن جعفر ہے، تیسرا بولا:
ہمارے اس دور میں سب سے زیادہ سخی اور فیاض، عرابۃ الاوسی ہیں
اور یوں تینوں میں بحث چھڑ گئی اور جھگڑا بڑھ گیا، تو کچھ لوگوں نے ان سے کہا:
ایسا کرو کہ تم تینوں اپنے اپنے سخی کے پاس جاؤ اور ان سے کچھ مانگو، دیکھتے ہیں کہ کون کیا دیتا ہے، اسی حساب سے فیصلہ ہو جائے گا۔

عبداللہ بن جعفر کا حمایتی اٹھا اور روانہ ہو گیا، جب وہ وہاں پہنچا تو عبداللہ بن جعفر سفر کیلئے اپنی سواری تیار کر رہے تھے، اس آدمی نے کہا: اے رسول اللہ ﷺ کے عم زاد، میں ایک مسافر ہوں، میرے پاس کچھ بھی نہیں، مجھے آپ کی مدد چاہیے عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ رکاب میں پیر ڈال چکے تھے، یہ سن کر انہوں نے اپنا پاؤں باہر نکالا اور کہا:
یہ سواری اور اس پر جو کچھ ہے، سب لے لو، اس آدمی نے وہ سواری لے لی، اس

نے دیکھا کہ اس پر ریشم کی چادریں اور دو ہزار دینار ہیں۔

ادھر دوسری طرف، قیس بن سعد کا حمایتی، ان کے پاس پہنچا تو قیس بن عبد سو رہے تھے۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک باندی باہر آئی اور کہا: کیا بات ہے، وہ سو رہے ہیں، تو اس نے کہا:

میں ضرور تمند مسافر ہوں، ان سے مدد طلب کرنے آیا ہوں، تو وہ باندی بولی: تمہاری ضرورت پوری کرنے کیلئے ان کو جگانے کی ضرورت نہیں، یہ کہہ کر اس نے اسے ایک تھیلی دی جس میں تین سو دینار تھے اور بولی: اونٹوں کے باڑے کی طرف جاؤ اور وہاں سے اپنے لئے سواری منتخب کر لو اور اس پر سوار ہو کر اپنی منزل کی جانب روانہ ہو جاؤ، وہ آدمی سواری اور رقم لے کر چل دیا، جب قیس اپنی نیند سے جاگے تو، باندی نے انہیں ساری بات بتادی، جس پر انہوں نے اسے آزاد کر دیا۔

عرابہ کا حمایتی ان کے پاس پہنچا تو اس نے دیکھا کہ وہ اپنی بصارت سے محروم ہو چکے ہیں، وہ اپنے گھر سے نکل کر مسجد جارہے تھے، انکے دائیں بائیں دو غلام چل رہے تھے اس آدمی نے کہا: اے عرابہ، ایک ضرورتمند مسافر آپ کی مدد کا طالب ہے، تو انہوں نے کہا:

ہائے افسوس! قسم خدا کی، حقوق کی ادائیگی نے عرابہ کے گھر ایک درہم بھی نہیں چھوڑا، مگر میرے بھائی، تم میرے یہ دونوں غلام لے لو، تو اس آدمی نے کہا: میں تمہارے پر نہیں کاٹ سکتا، تو عرابہ نے کہا: قسم خدا کی، یہ تو ہو کر رہے گا اور اگر تم انہیں نہیں لے جاؤ گے تو میں انہیں آزاد کر دوں گا، انہوں نے اپنے غلاموں کے کاندھوں پر سے اپنے ہاتھ اٹھا لیے اور اپنے گھر روانہ ہو گئے، کبھی اس دیوار سے ٹکراتے، تو کبھی اس دیوار سے یہاں تک کہ ان کا چہرہ زخمی ہو گیا۔

جب یہ تینوں جمع ہوئے تو لوگوں نے عرابہ کے حمایتی کے حق میں فیصلہ دے دیا۔

(المختار من نوادر الاخبار: ٦٨)

میری آدھی ملکیت لے جاؤ

معاویہ رضی اللہ عنہ نے، حسین[1] بن علی رضی اللہ عنہ کو عطیات دینا بند کر دیے، تو انکے حالات خراب اور حالت تنگ ہو گئی، تو کسی نے ان کو مشورہ دیتے ہوئے کہا:

اگر تم کسی اور کو بھیج کر اپنے عم زاد عبید اللہ بن العباس کو اپنے حالات سے باخبر کر دو، تو وہ یقیناً تمہاری مدد کریں گے، کیونکہ حال ہی میں ان کے پاس دس لاکھ درہم جیسی خطیر رقم آئی ہے، تو حسین رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

عبید اللہ کے سامنے دس لاکھ کی کیا اہمیت ہے، کیونکہ قسم خدا کی وہ تو تیز چلتی ہوا سے زیادہ فیاض اور چڑھتے بپھرتے سمندر سے زیادہ سخی ہیں، یہ کہہ کر انہوں نے اپنے قاصد کے ہاتھ انہیں لکھ بھیجا کہ معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کے عطیات بند کر دیے ہیں اور ان کی حالت بہت خستہ ہے، انہیں ایک لاکھ درہم کی ضرورت ہے۔

جب عبید اللہ رضی اللہ عنہ نے ان کا خط پڑھا (جو کہ نہایت نرم دل اور مشفق ہستی تھے) تو ان کی آنکھوں سے اشک رواں ہو گئے اور وہ کہنے لگے: ہلاکت ہو تمہارے لئے اے معاویہ! اس گناہ کی وجہ سے جو تمہارے ہاتھوں سے سرزد ہوا اور اب تم، نرم بستروں اور بلند عمارتوں کے مالک بنے بیٹھے ہو۔ جبکہ حسین رضی اللہ عنہ اپنے بال بچوں کے ساتھ تنگدستی سے گزارہ کر رہے ہیں۔ پھر اپنے خازن سے کہا:

حسین رضی اللہ عنہ کیلئے میری ملکیت میں شامل سونے، چاندی، کپڑوں، جانوروں، سواریوں میں سے آدھا حصہ لے جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ میں نے انہیں اپنے مال و دولت کے نصف حصے کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر وہ اس پر قناعت کر لیں تو صحیح ہے۔ ورنہ واپس آکر دوسرا نصف حصہ بھی انہیں لے جا کر دے دو۔ تو وہ بولا: اور جو آپ کے ذمہ اتنے اخراجات ہیں۔ وہ کہاں سے ادا کریں گے؟ تو انہوں نے جواب دیا: اگر ہم اس حالت کو پہنچ گئے تو میں تمہیں اپنی حالت درست کرنے کا راستہ بتا دوں گا۔

پھر جب قاصد حسین رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پیغام لیکر آیا تو انہوں نے کہا: انا للہ! قسم خدا کی میں نے اپنے عم زاد پر بوجھ ڈال دیا، میرے تو وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ وہ

1۔ الحسین بن علی بن ابی طالب۔

میرے لئے اتنی وسعت سے کام لیں گے اور پھر انہوں نے ان کی مال و دولت کا نصف حصہ قبول کر لیا اور وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے اسلام میں ایسا کیا۔ (قصص العرب ۱: ۲۱۲)

گالی گلوچ سے درگذر کرنا

دل سے پسند کرتا ہوں میں اچھے اخلاق!
گوارہ نہیں ہے مجھ کو کسی میں عیب نکالنا!
شرافت کے مارے درگذر کر دیتا ہوں گالی گلوچ!
گالیاں دیتے ہیں جو، گھٹیا ہے کتنی ان کی سوچ!

(ادب الدنیا والدین: ۲۴۴)

اٹھو، دودھ میں پانی ملا دو

عبداللہ بن زید بن اسلم اپنے والد سے، اپنے دادا سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ انہوں نے کہا:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ رات کو جب گشت کیلئے نکلے تو میں بھی ان کے ساتھ تھا، کہ ایک جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تھک کر ایک دیوار سے ٹیک لگالی، آدھی رات ہو چلی تھی، کہ سناٹے میں ایک عورت کی آواز آئی، جو اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی بیٹی اٹھو اور دودھ میں پانی ملا دو، تو اس کی بیٹی نے جواب دیا: امی جان! کیا آپ کو نہیں پتہ، آج امیر المؤمنین نے کیا حکم دیا تھا؟ تو وہ بولی: کیا حکم دیا تھا بیٹی؟ تو بیٹی نے جواب دیا:

انہوں نے ایک منادی کو حکم دیا تو اس نے اعلان کیا کہ دودھ میں پانی کی آمیزش نہ کی جائے، تو اس کی ماں نے کہا: میری بیٹی اٹھو اور جا کر دودھ میں پانی ملا دو، تم جہاں ہو، وہاں نہ عمر رضی اللہ عنہ تمہیں دیکھ سکتے ہیں نہ ان کا منادی، تو وہ لڑکی بولی: امی جان! میں ایسی ہرگز نہیں کہ لوگوں کے سامنے تو میں ان کی اطاعت کروں اور تنہائی میں ان کی نافرمانی کروں۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ ساری باتیں سن رہے تھے، فرمایا: اے اسلم! اس گھر کے دروازہ پر کوئی علامت یا نشان لگا دو اور جگہ اچھی طرح پہچان لو، پھر وہ گشت کیلئے آگے

بڑھ گئے، یہاں تک کہ صبح ہو گئی، صبح ہونے کے بعد انہوں نے مجھ سے کہا: اے اسلم! رات والی جگہ پر جاؤ اور دیکھو کہ وہ بات کہنے والی کون ہے؟ اور جس سے یہ بات کہی گئی، وہ کون ہے؟ اور کیا ان کے یہاں کوئی مرد ہے؟

میں اس جگہ پہنچا تو پتہ چلا کہ لڑکی کنواری ہے، اس کا کوئی شوہر نہیں اور دوسری عورت اس کی ماں ہے اور ان کے یہاں کوئی مرد نہیں، میں نے ساری تفصیل آکر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتادی، تو انہوں نے اپنے بیٹوں کو بلوایا اور سب کو جمع کرنے کے بعد فرمایا: کیا تم میں سے کسی کو عورت کی ضرورت ہے تو میں اس کا نکاح کر دوں؟ کیونکہ اگر تمہارے والد کے اندر عورتوں کے لئے کوئی تحریک ہوتی، تو اس عورت کو حاصل کرنے کے لئے پہل میں ہی کرتا، تو عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میری تو بیوی ہے! عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس بھی بیوی ہے اور عاصم رضی اللہ عنہ نے کہا: ابا جان! میری کوئی بیوی نہیں، آپ میرا نکاح کر دیجئے، یوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس لڑکی کیلئے پیغام بھجوایا اور عاصم رضی اللہ عنہ سے اس کا نکاح کر دیا، ان کے یہاں ایک بیٹی پیدا ہوئی، اس بیٹی کے یہاں بھی بعد میں ایک بیٹی پیدا ہوئی، اس بیٹی کے یہاں پھر عمر بن عبدالعزیز پیدا ہوئے۔ (صفۃ الصفوۃ: ۲: ۲۰۳)

سب سے زیادہ بلیغ کون ہے؟

معاویہ رضی اللہ عنہ نے زیاد سے پوچھا: سب سے زیادہ بلیغ کون ہے؟ تو زیاد نے کہا: آپ، یا امیر المؤمنین، تو انہوں نے کہا: میں تمہیں قسم دیتا ہوں، تو زیاد نے کہا: اگر آپ مجھے قسم دے رہے ہیں تو پھر حضرت عائشہ الصدیقہ سب سے زیادہ بلیغ ہیں، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کوئی بھی دروازہ جو انہوں نے کھولا ہو، اگر اسے بند کرنا چاہا تو بند کر کے ہی چھوڑا۔ اور کوئی بھی دروازہ جو انہوں نے بند کیا ہو، اگر اسے کھولنا چاہا تو کھول کر ہی چھوڑا۔

(صفۃ الصفوۃ: ۲: ۳۶)

یہ تمہاری کلہاڑی کا نشان ہے

حکایت ہے کہ دو بھائی تھے، جن کی گذر اوقات اونٹوں پر تھی، مگر ایسا ہوا کہ ان کے یہاں قحط پڑ گیا اور زمین خشک سالی کا شکار ہو گئی، وہیں قریب میں ہی ایک سر

سبز وادی تھی، جس کی رکھوالی ایک سانپ کرتا تھا اور وہاں کسی کو رہنے نہیں دیتا تھا، ان بھائیوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا: میرے بھائی، اگر میں اس وادی میں رہائش اختیار کر لوں اور اپنے اونٹ وہاں چرایا کروں تو کیسا رہے گا؟ تو اس کے بھائی نے کہا:

ویسے تو کوئی حرج نہیں مگر مجھے ڈر ہے کہ وہاں پر رکھوالی کے لئے موجود سانپ کہیں تمہیں نقصان نہ پہنچائے، کیونکہ جیسا کہ تم جانتے ہو، اس وادی میں جو بھی گیا، اس نے اسے ہلاک کر دیا، تو دوسرا بھائی بولا: قسم خدا کی، اب تو میں وہیں جا کر رہوں گا۔

اور پھر وہ واقعی اس وادی میں جا کر رہنے لگا اور ایک عرصہ تک وہاں اپنے اونٹ چراتا رہا، مگر پھر ایک دن سانپ نے اسے ڈس لیا اور وہ مر گیا، تو اس کے بھائی نے کہا: قسم خدا کی، میرے بھائی کے بعد میرے لیئے اس زندگی میں کوئی دلچسپی نہیں رہی، میں سانپ کو تلاش کر کے یا تو اسے مار ڈالوں گا یا پھر خود بھی اپنے بھائی کے پاس پہنچ جاؤں گا، پھر وہ وادی میں داخل ہوا اور سانپ کی تلاش شروع کر دی، سانپ اسے مل گیا، مگر اس نے اس آدمی سے کہا: کیا تم نے نہیں دیکھا کہ میں نے تمہارے بھائی کو مار ڈالا ہے؟ اگر تم میرے ساتھ صلح کا معاہدہ کرو تو میں تمہیں اس وادی میں رہنے کی اجازت دیدوں گا! اور جب تک زندہ ہوں تمہیں روزانہ ایک دینار دیا کروں گا۔

تو وہ آدمی بولا: کیا واقعی تم ایسا کرو گے؟ تو وہ سانپ بولا: بالکل کروں گا تو وہ آدمی کہنے لگا: مجھے منظور ہے اور پھر اس نے حلف اٹھایا اور سانپ سے وعدہ کیا کہ وہ اسے نقصان نہیں پہنچائے گا، وعدہ کے مطابق سانپ اسے روزانہ ایک دینار دیتا رہا، یہاں تک کہ وہ آدمی نہایت مالدار شخص ہو گیا اور اس کے حالات بہت اچھے ہو گئے۔

ایک دن بیٹھے بیٹھے اسے اپنا بھائی یاد آنے لگا تو وہ بولا: اس عیش و آرام کا کیا فائدہ، جبکہ میرے بھائی کا قاتل میری نظروں کے سامنے دندناتا پھر رہا ہے؟

یہ کہہ کر اس نے ایک کلہاڑی لی اور سانپ کی تاک میں بیٹھ گیا، جیسے ہی وہ اس کے سامنے سے گذرا، اس نے اس کا پیچھا کیا اور اس پر بھرپور وار کیا، مگر نشانہ خطا ہو گیا اور سانپ تیزی سے اپنے بل میں گھس گیا اور کلہاڑی بجائے اس پر پڑنے کے، اس کے بل پر پڑی اور وہاں اس کا نشان پڑ گیا، جب سانپ نے اس آدمی کی یہ حرکت دیکھی تو معاہدہ کی خلاف ورزی کرنے کی پاداش میں اس نے اس کو دینار دینا بند کر دیئے، یہ آدمی اپنی

حرکت پر بہت پچھتایا اور اس سانپ سے خوفزدہ رہنے لگا، تلافی کرنے کے لئے اس نے سانپ سے کہا: کیا ہم دوبارہ اپنے معاہدہ کی تجدید کر سکتے ہیں؟ تو وہ سانپ کہنے لگا: میں کیسے تمہارے ساتھ دوبارہ کوئی معاہدہ کرلوں، جب کہ میرے بل پر تمہاری کلہاڑی کا نشان موجود ہے؟ (نفس ... ۳۶)

چغل خوری کے نقصانات

عطاء بن السائب [1] کہتے ہیں: میں مکے سے آیا تو الشعبی [2] مجھے ملے اور کہنے لگے: اے ابا زید! سنی ہوئی کوئی اچھی بات ہمیں سنایئے، تو میں نے کہا: میں نے عبدالرحمٰن بن عبداللہ بن سابط کو کہتے ہوئے سنا: کہ مکہ میں خون بہانے والا، سود کھانے والا اور چغل خوری کرنے والا نہیں رہ سکتا، تو مجھے اس بات پر بڑا تعجب ہوا کہ انہوں نے چغل خوری کو خون بہانے اور سود کھانے سے ملادیا، تو الشعبی نے کہا: اس میں تعجب کی کیا بات ہے؟ کیا خون خرابہ اور بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب اس چغل خوری کی وجہ سے ہی نہیں ہوتا؟۔ (عیون الاخبار: ۴: ۲۰)

جیسا تم نے کہا، ویسا ہی ہے

الاعمش [3] کہتے ہیں: محارب بن دثار [4] نے مجھ سے کہا: میں نے قضاء کا منصب سنبھالا تو میرے گھر والے رونے لگے اور جب میں معزول ہو گیا، تب بھی وہ لوگ رونے لگے، پتہ نہیں ایسا کیوں ہوا؟

تو میں نے ان سے کہا: جب تم نے قضا کا عہدہ سنبھالا تو تم اس منصب کی ذمہ داریوں اور نزاکتوں سے خوفزدہ تھے، اس لئے تمہارے گھر والے روئے، اور جب تم نے وہ منصب چھوڑا تو تمہیں اسے چھوڑتے ہوئے افسوس ہوا اور تم بہت مایوس

۱۔ ابو محمد: ابو السائب کہلاتے ہیں، اکابر علماء میں شمار ہوتا ہے، ۱۲۶ء میں وفات پائی۔
۲۔ عامر بن شراحیل نام ہے، تابعی، ثقہ اور فقیہ ہیں، ۱۰۳ء میں وفات پائی۔
۳۔ سلیمان بن مہران نام ہے، ابو محمد الکوفی کہلاتے، عالم، حافظ اور قاری تھے، ۱۴۸ء میں وفات پائی۔
۴۔ تابعی ثقہ اور بہترین عالم تھے، کوفہ میں قضا کا منصب سنبھالا اور ۱۱۶ء میں وفات پائی۔

ہوئے تو اس لئے تمہارے گھر والے روئے، تو انہوں نے کہا: ویسا ہی ہے، جب کہ تم نے کہا۔ (عیون الاخبار: ۱ ۷۱)

ان کا عمل تمہارے شعر سے بہتر ہے

داؤد ابن سلم، حرب بن خالد سے ملنے کیلئے روانہ ہوئے، جب وہاں پہنچے تو حرب بن خالد کے غلاموں نے ان کا بہت پر تپاک طریقہ سے خیر مقدم کیا اور ان کی سواری پر سے سازو سامان اتارنے میں مدد کی اور انہیں باعزت طریقہ سے اندر بھیج دیا، اندر آ کر انہوں نے یہ اشعار پڑھے :

دروازے تک ان کے پہنچا جو میں!
اور ملا حرب سے تو ملی کامیابی!
حاجت مند کرتے ہیں تعریف ان کی!
دردمندوں کی فریاد سنتے ہیں فوری!
سبھی لوگ اتنا نوازے جاتے ہیں!
کہ ان کے کتے تک بھونکنا بھول جاتے ہیں!

یہ اشعار سن کر حرب بن خالد نے انہیں بیشمار قیمتی تحائف اور انعامات سے نوازا، پھر انہوں نے چلنے کی اجازت مانگی، جو دیدی گئی اور ساتھ میں انہیں ایک ہزار دینار بھی دیئے گئے، جب وہ وہاں سے باہر نکلے تو دیکھا کہ باہر بیٹھے ہوئے غلاموں میں سے ایک بھی، نہ اپنی جگہ سے اٹھا اور نہ ہی آگے بڑھ کر ان کی روانگی میں کوئی مدد کی، وہ بہت حیران ہوئے اور یہ سمجھے کہ شاید حرب، کسی بات پر ان سے ناراض ہو گیا ہے، وہ واپس اس کے پاس آئے اور بولے : کیا آپ مجھ سے ناراض ہیں؟ تو اس نے کہا :

نہیں مگر تم یہ کیوں پوچھ رہے ہو؟ تو انہوں نے اس سے غلاموں کے رویہ کا ذکر کیا، تو اس نے کہا: واپس جا کر ان سے ایسا کرنے کی وجہ پوچھو، تو وہ ان کے پاس آئے اور وجہ دریافت کی تو وہ بولے : ہم مہمان کا خیر مقدم کرتے ہیں، ان کو الوداع نہیں کہتے۔

جب داؤد بن سلم مدینہ آئے تو الغاضری تک اس واقعہ کی اطلاع پہنچی تو وہ ان کے

پاس آئے اور کہنے لگے: میں یہ واقعہ تمہاری زبان سے سننا چاہتا ہوں، تو انہوں نے پورا واقعہ ان سے بیان کر دیا، تو وہ بولے: قسم خدا کی، غلاموں کا فعل تمہارے اشعار سے بہتر ہے۔ (قصص العرب ۱: ۲۲۴)

کیسے ہو حذیفہ؟

روایت ہے کہ سیدنا عمر رضی اللہ عنہ کی ملاقات حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ سے ہوئی تو انہوں نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا: کیسے ہو حذیفہ؟ تو انہوں نے جواب دیا: میرا حال یہ ہے کہ میں فتنہ کو پسند کرتا ہوں اور حق کو ناپسند کرتا ہوں، بغیر وضو نماز پڑھتا ہوں اور زمین پر میرے پاس وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے پاس آسمان پر نہیں، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو شدید غصہ آیا اور وہ ان سے ناراض ہو گئے، اتفاق سے حضرت علی رضی اللہ عنہ ان کے پاس آ گئے اور انہیں دیکھ کر کہنے لگے: یا امیر المؤمنین، خیریت تو ہے، مجھے آپ کے چہرے سے لگ رہا ہے کہ آپ شدید غصہ میں ہیں۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ہونے والی ساری گفتگو ان کے سامنے دہرائی، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کہنے لگے: انہوں نے سچ کہا عمر! وہ فتنہ کو پسند کرتے ہیں، یعنی مال اور اولاد کیونکہ حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا اَمْوَالُكُمْ وَ اَوْلَادُكُمْ فِتْنَةٌ (التغابن: ۱۵)

تمہارا مال اور تمہاری اولاد تو آزمائش ہے۔

اور حق کو ناپسند کرتے ہیں، یعنی موت کو (کیونکہ موت برحق ہے) اور بغیر وضو کے نماز پڑھتے ہیں،[1] یعنی کہ وہ بغیر وضو کے ہر وقت ہر دم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجتے ہیں اور زمین پر ان کے پاس وہ ہے، جو آسمان پر اللہ تعالیٰ کے پاس نہیں، یعنی ان کے پاس زمین پر بیوی بچے ہیں، جبکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں نہ بیوی ہے نہ بچے۔

تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے: اے ابا الحسن! تم نے سچ کہا اور خوب کہا! تم نے

۱۔ اس کا مطلب ہے کہ حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس جملہ میں "صلاۃ" (اُصلی) کا لفظ استعمال کیا تھا، عربی میں (اُصلی) دو معنوں میں آتا ہے، "نماز پڑھتا ہوں" اور دوسرا "درود بھیجتا ہوں" اسی لیئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اشکال پیدا ہوا۔

حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی طرف سے میرا دل صاف کر دیا۔ (الخلاق ۱۲)

دوستی اور وفاداری

ابو محمد الحریریؒ فرماتے ہیں: قرون اولیٰ کے لوگوں نے طویل مدت تک آپس میں دین کی بنیاد پر معاملہ رکھا، یہاں تک کہ وقت کے ساتھ ساتھ، دین کمزور پڑ گیا، پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں نے آپس میں وفاداری کا تعلق رکھا، یہاں تک کہ یہاں تک کہ وفا بھی ختم ہو گئی، پھر انکے بعد آنے والے لوگوں نے مروت کا تعلق رکھا، یہاں تک کہ مروت بھی ختم ہو گئی، پھر ان کے بعد آنے والے لوگوں نے شرم و حیا کو اپنایا۔۔ یہاں تک کہ حیا بھی ختم ہو گئی، پھر اس کے بعد لوگ، ترغیب اور ترہیب کے ذریعہ آپس میں معاملہ کرنے لگے۔ (آداب العشرۃ: ۶۵)

نادان کی دوستی

الاصمعی کہتے ہیں کہ ایک اعرابی نے کہا: کسی دانا کیساتھ دشمنی کرنا تمہارے لئے کسی نادان کے ساتھ دوستی کرنے سے کم نقصان دہ ہے، اسی سلسلے میں ایک شاعر کا کہنا ہے:

عقلمند کے ساتھ دشمنی نبھانا!
نادان دوست سے کہیں بہتر ہے!
جاہل کی دوستی سے رہنا ہمیشہ بچ کے!
کہ دوست ہر انسان کی پہچان ہوتا ہے!

(الفرائد ۱۴۲)

نصیحتیں یاد رکھا کرو

جعفر بن برقان کہتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عامل کو لکھا: کہ تنگ دستی سے پہلے آسودگی اور فراخی میں اپنا محاسبہ کر لو، کیونکہ تنگی سے پہلے آسودگی کی حالت میں جو اپنا محاسبہ کرتا ہے اس کا انجام خوش کن اور قابل رشک ہوتا ہے اور جو اپنی زندگی

اور خواہشات کے پیچھے مگن ہو جاتا ہے اس کے ہاتھ ندامت اور حسرت کے سوا اور کچھ نہیں آتا ، اسی لئے تمہیں جو نصیحت کی جائے اسے یاد رکھا کرو، تاکہ وہ تمہیں برائیوں سے باز رکھے اور وعظ و تذکیر کے موقع پر تمہارا شمار عقلمندوں میں ہو۔ (محاسبۃ النفس: ۵۹)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا کرتا

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس ایک کرتا تھا، جسے وہ اکثر پہنتے تھے، لوگوں کو اس بارے میں تعجب ہوا کہ اس کرتے میں ایسی کیا خاص بات ہے، تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا، کہ یہ کرتا مجھے میرے دوست اور رفیق عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ نے دیا ہے اور عمر رضی اللہ عنہ وہ ہیں کہ جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے نصح و اخلاص طلب کیا اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا فرمایا۔

(کتاب الاخوان: ۲۴۸)

موت کے وقت اللہ تعالیٰ پر اچھا گمان رکھنا

المعتمر کہتے ہیں: کہ وصال کا وقت قریب آیا تو میرے والد نے مجھ سے کہا: اے المعتمر! مجھے اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت اور فضل و کرم سے متعلق احادیث[1] اور واقعات سناؤ، تاکہ اللہ تعالیٰ سے میری ملاقات حسن ظن کی حالت میں ہو۔ (حسن الظن باللہ: ۳)

حسن الظن باللہ

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: کہ جس وقت بندہ اللہ تعالیٰ کے پاس پہنچتا ہے اور اپنے پروردگار سے ملتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنے بندے پر اس اکلوتی ماں سے زیادہ مہربان ہوتے ہیں، جس نے کھلی زمین پر اپنے بیٹے کیلئے بستر بچھایا اور پھر بستر پر ہاتھ پھیرنے لگی، تاکہ اگر اس میں کوئی کانٹا ہو تو بیٹے کے چبھنے سے پہلے اس کے چبھ جائے اور اگر کوئی بچھو وغیرہ ہو تو بیٹے سے پہلے اسے ڈنک مار دے۔ (حسن الظن باللہ: ۳۲)

۱۔ سلف صالحین کا معمول تھا کہ وقت وفات بندے کو ایسی احادیث اور واقعات سنانا پسند کرتے تھے، تاکہ وہ اس دنیا سے، اللہ تعالیٰ کی ذات پر خوش گمانی کے ساتھ جائے۔

دنیاوی سزا، گناہ کا کفارہ ہوتی ہے

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

من اصاب في الدنيا ذنبا فعوقب به فاللّٰه اعدل من ان يثني عقوبته على عبده، ومن اذنب في الدنيا ذنبا فستر اللّٰه عليه، فاللّٰه اكرم من ان يعود في شيء قد عفا عنه۔ (رواه احمد والترمذی)

کہ جس سے دنیا میں کوئی گناہ سرزد ہوا اور اسے دنیا میں ہی اس گناہ کی سزا بھی مل گئی تو اللہ تعالیٰ کا عدل وانصاف اس سے بڑھ کر ہے کہ وہ اپنے بندے کو دوبارہ پھر سزا دیں اور جس نے دنیا میں کوئی گناہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے اس کے گناہ پر پردہ ڈال دیا، تو اللہ تعالیٰ کا جود وکرم اس سے کہیں بڑھ کر ہے کہ وہ ایک چیز کو درگذر اور معاف کرنے کے بعد دوبارہ اس میں رجوع کریں۔ (رواہ احمد والترمذی)

میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا

ضمضم بن جوس الیمامیؒ[1] فرماتے ہیں: کہ میں اپنے ایک دوست کی تلاش میں، مسجد رسول ﷺ میں داخل ہوا کہ ایک، سفید چمکتے دانتوں اور بڑی بڑی سیاہ آنکھوں والے شخص سے ملاقات ہوگئی، اس نے مجھ سے کہا: اے یمامی! کبھی کسی سے یہ ہرگز نہ کہنا، کہ قسم خدا کی اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی معاف نہیں فرمائیں گے اور نہ ہی تمہیں جنت میں داخل کریں گے؟

تو میں نے کہا: اللہ تعالیٰ تم پر رحم کرے! تم ہو کون؟ تو وہ بولا: میں ابو ہریرہ ؓ ہوں، تو میں نے کہا:

آپ نے مجھے ایسی بات کہنے سے روکا ہے، جو میں غصے کی حالت میں اکثر اپنے گھر والوں اور خدم وحشم کو کہہ دیتا ہوں، تو انہوں نے فرمایا:

ایسا مت کیا کرو، کیونکہ میں نے رسول ﷺ کو کہتے ہوئے سنا کہ: ”بنی اسرائیل

---

[1] ضمضم بن جوس بن الحارث: تابعی، ثقہ تھے، سنن میں ان کی حدیث ہے۔

میں دو آدمی تھے، جن میں سے ایک تو عابد و زاہد تھا اور دوسرا انتہائی مغرور و متکبر، عابد اکثر اس مغرور آدمی سے کہتا رہتا تھا: کیا تم باز نہیں آؤ گے، تو وہ آدمی جواب میں کہتا تھا، تمہیں مجھ سے کیا مطلب؟ یہ میرا اور میرے پروردگار کا معاملہ ہے"۔

پھر رسول ﷺ نے فرمایا: ایک دن اچانک عابد نے دوسرے آدمی پر اس وقت دھاوا بول دیا، جب وہ کسی گناہ میں مشغول تھا تو عابد نے بے اختیار اس سے کہا: قسم خدا کی، اللہ تعالیٰ تمہیں کبھی معاف نہیں کریں گے، قسم خدا کی اللہ تعالیٰ تمہیں جنت میں کبھی داخل نہیں کریں گے۔

اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بھیجا، جس نے ان دونوں کی روحیں قبض کر لیں، جب یہ دونوں اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کیے گئے تو حق تعالیٰ نے گناہگار سے کہا: تو میری رحمت سے جنت میں داخل ہو جا!

اور پھر عابد سے کہا: تو نے میرے بندے پر رحمت کا دروازہ بند کر دیا، یا پھر تو میرے اختیار میں موجود چیزوں پر قدرت رکھتا تھا؟ لے جاؤ اسے دوزخ میں۔

یہاں پہنچ کر رسول ﷺ نے فرمایا:

قسم اس ذات کی کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے، اس نے ایسی بات کہہ دی تھی، کہ جس نے اس کی دنیا و آخرت دونوں ہلاک و برباد کر ڈالیں۔

(رواہ ابو داؤد، احمد)

بے فکر

محمد بن یوسف النحوی الوراق کہتے ہیں کہ ہمارے مشائخ میں سے ایک نے ہمیں بتایا کہ:

میں کشتی میں سوار ہوا تو ہمارے ساتھ سفر میں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اتباع میں سے ایک نوجوان بھی شامل تھا، سات دن گذر گئے مگر اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی، تو ہم نے اس سے کہا: اے فلاں! اللہ تعالیٰ نے ہمیں اور تمہیں سات دن سے ایک ساتھ رکھا ہوا ہے، مگر ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم نہ تو ہمارے ساتھ اٹھتے بیٹھتے ہو اور نہ ہی ہم سے کوئی بات کرتے ہو، تو وہ کہنے لگا:

بے فکر ہے کہ جس کے اولاد نہیں کوئی!
مرنے کا جس کے غم ہو، یا نقصان کا ہو ڈر!
ہر چیز سے بیگانہ ہوا، علم کیا حاصل!
خاموشی اس کا مقصد تنہائی اس کا حاصل!

(المراۃ ۔ ۸۷)

آپ کا کوئی ثانی نہیں

کچھ لوگ بیٹھے، معن بن زائد کی حلیم المزاجی اور نرم طبیعت کا ذکر کر رہے تھے، جب ان کی تعریفیں سنتے سنتے بہت دیر ہو گئی تو، ایک اعرابی اٹھا اور قسم کھائی کہ وہ معن بن زائد کو غصہ دلا کر رہے گا، تو لوگوں نے اس سے کہا:

کہ اگر تم ان کو غصہ دلانے میں کامیاب ہو گئے، تو سو اونٹ تمہارے!

وہ اعرابی فوراً اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور وہاں پہنچ کر اس نے اپنی ایک بکری کو ذبح کیا اور اس کی کھال اتار کر زیب تن کر لی، اس طرح کہ کھال کا اندرونی حصہ سامنے رکھا اور اسی حلیئے میں وہ معن بن زائد کے پاس پہنچ گیا اور ان کے سامنے کھڑے ہو کر بے شرموں کی طرح آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر کبھی زمین کو تو کبھی آسمان کو تکنے لگا.. پھر بولا:

کیا یاد ہے آپ کو اپنا پرانا حال!
چپل تھے اونٹ کی کھال کے اور لباس تھا بکری کی کھال!

تو معن کہنے لگے: مجھے سب یاد ہے میرے بھائی، میں یہ سب کبھی نہیں بھول سکتا، تو اعرابی بولا:

سبحان اس کی قدرت، دی تم کو حکمرانی!
سکھایا مسہری پر بیٹھنا، بھولے سب باتیں پرانی!

تو معن بولے: سبحان اللہ!

تو وہ اعرابی پھر بولا:

ہو جائے گی نہ جب تک میری زندگی تمام!
معن کو نہیں کروں گا امیروں کا میں سلام!

تو معن کہنے لگے:

اگر تم نے ہمیں سلام کیا تو ہم تمہارے سلام کا جواب دیں گے اور اگر تم نے سلام نہیں کیا، تو ہم تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔

اعرابی پھر بولا:

زمانہ کر دے چاہے جو بھی میرا حال!
رہنا نہیں مجھے، جہاں ہو آپ کا جلال!

تو معن کہنے لگے:

اگر تم ہمارے یہاں قیام کرو گے تو خوش آمدید اور اگر یہاں سے جانا چاہو گے، تو ساتھ خیریت کے جاؤ۔

مال و دولت مجھ کو کیجئے عطا
کہ جانے کا یہاں سے کر لیا ہے فیصلہ

تو معن نے حکم دیا کہ اسے ایک ہزار دینار دیدئے جائیں، ایک ہزار دینار لینے کے بعد وہ بولا:

دیا ہے جو تم نے وہ کم ہے بہت
اس سے بھی زیادہ کی ہے مجھ کو طلب
دو گنا دو اس کا کہ تم کو حکومت
بنا کسی رائے یا عقل کے ملی ہے

تو معن نے حکم دیا: اس کو ایک ہزار اور دیدو، یہ سن کر وہ اعرابی آگے بڑھا اور ان کے ہاتھ پاؤں چومتا ہوا بولا:

خدا کرے کہ رہیں سلامت
آپ کا کوئی ثانی نہیں ہے
آپ ہیں مجسم جود و کرم
آپ کی عطا کا سمندر وسیع ہے

تو معن بولے :

اس نے ہماری ہجو کی تو ہم نے اس کو دو ہزار دینار دینے کا حکم دیا، لہذا اس کی مدح سرائی کے انعام میں اسے چار ہزار دینار عطا کیے جائیں، تو وہ اعرابی کہنے لگا :

میں آپ پر قربان! میں نے یہ سب کچھ صرف سو اونٹ حاصل کرنے کیلئے کیا تھا، جو آپ کو غصہ دلانے میں کامیاب ہو جاتا تو مجھے ملتے، تو معن نے کہا :

فکر مت کرو، ڈرنے کی کوئی بات نہیں، پھر اس کو دو سو اونٹ دینے کا حکم دیا، سو اونٹ اس کی شرط کے اور بقیہ سو اونٹ بطور انعام اس کو دیے وہ اعرابی تشکرانہ جذبات کے ساتھ دعا دیتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا۔

(مرآۃ الجنان ۱: ۳۱۷)

اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کروایا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا :

اللہ تعالیٰ زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائیں، دنیا میں ان کو وہ رتبہ اور مقام حاصل ہوا جو کسی کو حاصل نہیں ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کا نکاح کروایا اور قرآن میں اس کا ذکر کیا اور آپ ﷺ نے فرمایا :

تم میں سے، سب سے پہلے مجھ سے آکر وہ ملے گی جس کے ہاتھ سب سے زیادہ لمبے ہوں گے۔

اور یوں آپ ﷺ نے انہیں یہ بشارت سنادی تھی کہ وہ بہت جلد ان سے آکر ملیں گی اور وہ جنت میں ان کی بیوی ہوں گی۔

خون بہنے کی وجہ سے ایسا نہ کر سکی

ضمرۃ بن سعید المازنی اپنی دادی کا ذکر کرتے ہوئے کہتے تھے کہ :

وہ غزوۂ اُحد میں شریک تھیں اور اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ، کو فرماتے ہوئے سُنا کہ : آج نسیبہ بنت کعب کا مقام فلاں فلاں کے مقام سے کہیں بہتر ہے۔

غزوۂ احد میں اُنہوں نے نسیبہؓ کو بڑی بے جگری سے لڑتے ہوئے دیکھا، وہ اپنی کمر

کسے بڑی بہادری سے مقابلہ کر رہی تھیں، ان کے جسم، پر تیرہ کے قریب زخم تھے، ضمرہ کی دادی کہتی ہیں: کہ میں نے ابن قمئہ کو اُن کے کاندھے پر وار کرتے ہوئے دیکھا.. اور یہ زخم اُن کا سب سے زیادہ گہرا اور خطرناک زخم تھا، جس کا وہ پورے ایک سال تک علاج کرتی رہیں، پھر جیسے ہی رسول اللہ ﷺ کے منادی نے اعلان کیا: حمراء الأسد[1] کی طرف روانہ ہو جاؤ تو نسیبہؓ نے بھی اپنے مونڈھے پر کپڑا باندھا اور چلنے کیلئے تیار ہو گئیں، مگر بے تحاشہ خون بہنے کی وجہ سے وہ ایسا نہ کر سکیں، اللہ تعالیٰ انہیں اپنی رحمت اور خوشنودی سے نوازا یں۔ (آمین ثم آمین) (سیر اعلام النبلاء ۲ ۲۷۸)

ہم میں سے نہیں

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

لیس منا من خَبَّبَ امرأة علی زوجها او عبداً علی سیده

ہم میں سے نہیں، جس نے کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف اسے بگاڑا یا بھڑکایا، یا کسی غلام کو اپنے مالک اور سردار کے خلاف بگاڑا۔ (رواہ ابوداؤد والنسائی)

تمہارا گناہ تمہاری مفلسی ہے

ابن کثیرؒ کہتے ہیں:

لوگ ان کے ساتھ ہیں، جن کے پاس مال ہے!
برا ہے وہ آدمی، جو غریب اور بدحال ہے!
زینت ہے مال دولت، مفلسی ہے جرم!
غریب زندہ ہو کر بھی، مردہ ہے جیسے صنم!
جتنے بھی دوست تھے میرے، اونچی تھی جن کی شان!
کتراتے رہے ہیں مجھ سے، بنتے ہیں اب انجان!
بے رخی ان کی دیکھ کر، دل سے نکلی آہ!
جرم کیا ہے میرا، کہا، تیری مفلسی ہے گناہ!
(المستطرف: ۲ ۶۰)

---

[1] یہ مقام مدینہ منورہ سے آٹھ میل کی مسافت پر ہے۔

سبق لو گذرنے والوں سے

ابن جریر نقل فرماتے ہوئے کہتے ہیں: جب اہل شوریٰ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کو خلیفہ نامزد کر دیا تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نہایت غمگین اور شکستہ دل حالت میں باہر نکلے اور منبر رسول ﷺ پر آکر خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کرنے کے بعد، نبی کریم ﷺ پر درود بھیجا اور پھر فرمایا: تم لوگ ایک ہمیشہ نہ رہنے والے گھر میں ہو (یعنی دنیا جو کہ ایک حال میں نہیں رہتی، بلکہ حالات پلٹا کھاتے رہتے ہیں اور آدمی سفر میں رہتا ہے، یعنی یہ مستقل ٹھکانہ نہیں وقتی ہے) اور تمہارے پاس جو کچھ باقی ہے وہ عمریں ہیں جو رہ گئی ہیں، لہذا اس وقت اور مہلت سے فائدہ اٹھاؤ اور وقت اجل سے پہلے پہلے، جو کچھ اپنے حق میں اچھا اور بہتر کر سکتے ہو کر لو، کیونکہ اجل ٹلنے والا نہیں، صبح کو آئے یا شام کو آئے گا ضرور، کہ یہ دنیا بے ثباتی اور دھوکہ پر مبنی ہے۔

فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ (لقمان: ۳۳)

پس، دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں خدا کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔

عبرت حاصل کرو گذر جانے والوں سے، پھر کوشش اور محنت کرو، لمحہ بھر بھی غافل نہ ہونا کہ وہ تم سے غافل نہیں، کہاں گئے دنیا میں بسنے والے، جنہوں نے اس دنیا کو بنایا، سنوارا، تعمیر کی اور لمبے عرصے تک یہاں کے مزے لوٹے؟ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۲۹)

میرا عمل میرے قول سے بہتر ہو

امیۃ بن یزید الاموی کہتے ہیں:

ہم لوگ عبد الرحمن بن یزید بن معاویہؒ کی مجلس میں بیٹھے تھے کہ ان کے خاندان کا ایک آدمی ان کے پاس آیا اور ان سے اپنی شادی کے سلسلے میں مدد کی درخواست کی، تو اس وقت انہوں نے بہت سرسری سے انداز میں اس کی مدد کا وعدہ کر لیا، مگر کسی گرمجوشی کا مظاہرہ نہیں کیا، جب وہ آدمی اٹھ کر چلا گیا تو انہوں نے اپنے وزیر خزانہ کو بلایا اور کہا: اس آدمی کو چار سو دینار دیدو، تو اسے یہ رقم بہت زیادہ لگی، ہم نے کہا:

آپ نے اس کو جس طرح سے جواب دیا تھا، تو ہم تو یہ سمجھے تھے کہ آپ اسے بہت معمولی سی رقم دیں گے، مگر آپ نے اسے ہماری امید اور توقع سے بھی بڑھ کر دینے کا حکم دیا ہے، تو وہ بولے: میں یہ پسند کرتا ہوں کہ میرا عمل میرے قول سے بہتر اور بڑھ کر ہو۔ (المحاسن والمساوئ . ۱۸۸)

صحبت برے لوگوں کی

کسی کا قول ہے:
کہ برے لوگوں کی صحبت سے، دل میں، نیک لوگوں کیلئے بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں، لہذا جس نے لوگوں کے ساتھ کثرتِ اختلاط سے پرہیز کیا، سمجھو اس نے اپنے دفاع کا بہترین انتظام کیا اور احتیاط کا دامن تھام کر اپنے نفس کیلئے سلامتی کا راستہ کھول دیا۔

(العزلة: ۱۱۳)

دنیا کو چھوڑ دو

ابو العتاھیہ کہتے ہیں:

دیکھتا ہوں، جن کیلئے دنیا ہے سب کچھ!
عذاب اس سے بڑھ کر نہیں اور کوئی!
طلبگاروں کو اپنے دیتی ہے ذلت!
بے نیاز جو ہیں اس سے، بخشتی ہے عزت!
چھوڑ دو اس کو، جو شے ہو لاحاصل!
ضرورت ہے جس کی، کرو تم وہ حاصل!

(ادب الدنیا والدین: ۱۲۲)

بادشاہ کو کیا کرنا چاہیے

کہا جاتا تھا: کہ بادشاہ کو تین چیزوں پر عمل کرنا چاہیے، غصہ کی حالت میں سزا کو مؤخر کر دینا، نیکی کرنے والے کو انعام دینے میں جلدی کرنا اور اس سے جو بھی کچھ کہا

جائے اس میں برداشت اور تحمل سے کام لینا (یعنی عجلت میں فیصلہ نہ کرنا)۔
کیونکہ سزا کو مؤخر کرنے میں معاف کر دینے کا امکان ہوتا ہے اور نیکی کا جلد اور فوری صلہ اور انعام دینے میں، نیک کام کرنے کا جذبہ اور داعیہ پیدا ہوتا ہے اور تحمل اور بردباری سے کام لینے میں، صحیح رائے اور صحیح فیصلہ دینے میں آسانی ہوتی ہے۔ (بہجۃ المجالس: ۳۴۸)

جس کو چار چیزیں عطا ہوئیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
جس کو چار چیزیں عطا ہوئیں، وہ چار چیزوں سے محروم نہ رہا: جس کو دعا کرنے کی توفیق عطا ہوئی، وہ قبولیت سے محروم نہ رہا، جس کو مغفرت طلب کرنے کی توفیق عطا ہوئی، وہ بخشش سے محروم نہ رہا اور جس کو شکر ادا کرنے کی توفیق عطا ہوئی، وہ نعمتوں میں زیادتی اور برکت سے محروم نہ رہا اور اس بات کی تصدیق ہوتی ہے حق تعالیٰ کے اس فرمان سے۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَکُمْ (المؤمن: ٦٠)

تم مجھ سے دعا کرو، میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا

پھر استغفار کے بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَنْ یَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ یَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ یَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ یَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ۞ (النساء: ١١٠)

اور جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے، یا اپنے حق میں ظلم کر لے پھر خدا سے بخشش مانگے تو خدا کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔

پھر ادائیگی شکر کا ذکر کرتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی:

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ (ابراھیم: ٧)

کہ اگر شکر کرو گے تو میں تمہیں زیادہ دوں گا

پھر توبہ کا ذکر کرتے ہوئے یہ آیت پڑھی:

اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَی اللّٰهِ لِلَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ یَتُوْبُوْنَ

مِنْ قَرِيْبٍ فَأُولَٰئِكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ عليهم ۗ وكان اللّٰهُ علِيْما حكِيْمًا ۞

(النساء:۱۷)

خدا انہیں لوگوں کی توبہ قبول فرماتا ہے، جو نادانی سے بری حرکت کر بیٹھتے ہیں، پھر جلد توبہ کر لیتے ہیں، پس ایسے لوگوں پر خدا مہربانی کرتا ہے اور وہ سب کچھ جانتا (اور) حکمت والا ہے۔

دل اور زبان

لقمان، ایک حبشی غلام تھے، ایک دن ان کے آقا نے انہیں ایک بکری ذبح کرنے کا حکم دیا، انہوں نے بکری ذبح کر دی، تو ان کے آقا نے کہا: بکری کے گوشت کے جو دو بہترین حصے ہوں، وہ مجھے لا کر دو، تو وہ ان کیلئے دل اور زبان لے آئے، پھر کچھ دن گذرنے کے بعد ان کے آقا نے کہا:

ایک بکری ذبح کرو، انہوں نے ذبح کر دی، تو ان کے آقا نے کہا: اب بکری کے گوشت کے جو دو بدترین حصے ہوں وہ مجھے لا کر دو، انہوں نے پھر ان کی خدمت میں دل اور زبان لا کر پیش کر دیئے، ان کے آقا نے کہا:

> پہلے جب تم نے بکری ذبح کی اور میں نے تم سے دو بہترین حصے طلب کیئے تو تم نے دل اور زبان لا کر دیدیئے، پھر اب دوبارہ بکری ذبح کرنے پر، جب میں نے تم سے اس کے گوشت کے دو بدترین حصے طلب کیئے تو تم پھر میرے لیے دل اور زبان لے آئے؟

تو لقمان نے کہا: اگر یہ دونوں اچھے ہوں تو ان سے اچھا اور بہتر کچھ بھی نہیں اور اگر یہ دونوں برے ہوں تو پھر ان سے بدتر کچھ نہیں۔ (روضۃ العقلاء: ۲۹)

رزق کو، کوئی تقسیم کرنے والا ہے

ابن ابی الدنیا[1] نے کہا ہے:

---

[1] وہ عبداللہ بن محمد ہیں، کنیت ہے ابوبکر القریشی، اخباری، واعظ اور مختلف موضوعات کے مصنف رہے ہیں، ۲۸۱ھ میں وفات پائی۔

جتن کرنے سے ملتا ہے رزق ،جس کو ہے یہ گمان!
جھوٹی تسلی خود کو دے کر، خطا کرتا ہے یہ انسان!
ملتی نہیں اس کو امیری ،سوتا نہیں اس غم میں جو!
دوسری طرف،آتا ہے رزق، سوتے ہوئے انساں کے پاس!
کوشش نہ کرنے سے ملتی ہے غربت!
محنت اور جتن سے ملتی ہے دولت!
ایسا ہی ہو یہ ضروری نہیں ہے!
کہ تقسیم رزق میں، ہے اپنی اپنی قسمت!
برا وقت جو آیا، تو مجبور ہوں گا میں!
جو حکم ہو خدا کا منظور ہے مجھے!
جھیلی تنگدستی اور آسودگی بھی دیکھی!
ہر حال میں مگر، آبرو محفوظ رکھی!

(بہجۃ المجالس :۱ ۱۳۸)

نوح علیہ السلام کی آزمائش

نوح علیہ السلام کی آزمائش کئی چیزوں پر مشتمل تھی :ان کی قوم کا ان کے خلاف بر سر پیکار ہونا! ان کے بیٹے کی نافرمانی اور طوفانِ عام،ان کے بیٹے کا پہاڑی پر چڑھ کر پناہ لینا اور ان کے ساتھ کشتی پر سوار نہ ہونا اور پہاڑوں جیسی اونچی موجوں کے درمیان ڈولتی کشتی پر سوار ہونا۔

اور ان ساری آزمائشوں سے کامیابی سے گذرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ صلہ عطا فرمایا کہ انہیں ان ساری ہولناکیوں سے بچا کر، زمین پر متمکن فرمایا اور طوفان کو سمیٹ دیا اور ان کو حضرت آدم علیہ السلام کا ہم شکل بنایا، کیونکہ دوبارہ جو بشریت کی ابتدا ہوئی تو وہ نوح علیہ السلام سے ہی ہوئی، جیسے کہ پہلی بشریت کی بنیاد حضرت آدم علیہ السلام کے ذریعہ رکھی گئی تھی، آدم علیہ السلام کی ہر اولاد نوح علیہ السلام سے ہی ہے (کیونکہ طوفان سے ساری دنیا مٹ گئی تھی، نسل ختم ہوگئی تھی، نوح علیہ السلام سے

دوبارہ نسلِ انسانی کی ابتدا ہوئی)۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَقَدْ نَادٰنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ ۞ وَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۞ وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبَاقِيْنَ ۞ وَتَرَكْنَا عَلَيْهِ فِي الْاٰخِرِيْنَ ۞ [الصافات: ۷۵تا۷۸]

اور ہم کو نوح نے پکارا سو (دیکھ لو کہ) ہم (دعا کو کیسے) اچھے قبول کرنے والے ہیں۔ اور ہم نے ان کو ان کے گھر والوں کو بڑی مصیبت سے نجات دی۔ اور ان کی اولاد کو ایسا کیا کہ وہ باقی رہ گئے۔ اور پیچھے آنے والوں میں ان کا ذکر (جمیل باقی) چھوڑ دیا۔

وَنُوْحًا إِذْ نَادٰى مِنْ قَبْلُ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ فَنَجَّيْنَاهُ وَأَهْلَهٗ مِنَ الْكَرْبِ الْعَظِيْمِ ۞ (الانبیاء: ۷۶)

اور نوح (کا قصہ بھی یاد کرو) جب (اس سے) پیشتر انہوں نے ہم کو پکارا تو ہم نے ان کی دعا قبول فرمائی اور ان کے ساتھیوں کو بڑی گھبراہٹ سے نجات دی۔ (الفرج بعد الشدۃ: ۱ ۶۶)

قبولیت کا جواب آیا

ابو محمد الحسن بن محمد المہلبیؒ نے اپنی وزارت کے دور کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

ایک وقت میرے اوپر ایسا آیا کہ میں سخت خوف اور آزمائش میں مبتلا ہو گیا۔ اور اپنے آپ کو بالکل بے بس اور لاچار محسوس کرنے لگا، دن نہایت پریشانی کے عالم میں گزرا، رات آئی تو نیند جیسے آنکھوں سے روٹھ گئی، ہر طرف سے مایوس ہو کر، میں نے نماز اور دعا کا سہارا لیا۔ اور سجدہ میں گر کر زارو قطار رونے لگا۔ اور گڑگڑا کر اللہ تعالیٰ سے مدد کی فریاد کی۔ اسی طرح صبح ہو گئی، صبح ہوتے ہوتے میرے دل کو کافی قرار آ گیا تھا۔ ابھی وہ دن گزرا بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد آ پہنچی اور میری مشکل

آسان ہو گئی۔۔ اور اس طرح آسان ہوئی کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا، میرے منہ سے بے اختیار یہ الفاظ نکلے:

رب کریم کو بھیجا میں نے ایک پیغام!
آ پڑا ہے وقت مشکل، اندھیری ہے میری صبح و شام!
آیا جواب، بندے میرے قبول کی تیری دعا!
دور ہو گئیں سب مشکلیں، رب نے سن لی میری صدا!

الفرج بعد الشدۃ ۱۸۷/۳

تین، جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں

یونس بن میسرہ بن حلبس نے فرمایا: تین لوگ، جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتے ہیں: وہ جو اپنے دوست اور بھائی کیلئے یہ کبھی پسند نہ کرے کہ ان پر کوئی آفت یا مصیبت پڑے، ایسے کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے شرمائے اور جو لوگوں کے درمیان بلند رتبہ اور اعلیٰ مقام کا حامل ہو کر بھی اللہ تعالیٰ کیلئے تواضع اور انکساری اختیار کرے، ایسا شخص اللہ کی عظمت سے آشنا اور اس کے قہر و عذاب سے ڈرنے والا ہوتا ہے اور تیسرا وہ کہ جس کا عفو و درگذر اس کی برائی سے قریب ہو، یہ وہ شخص ہے کہ جس پر دنیا قائم ہے۔

(روضۃ العقلاء: ۱۶۶)

حلم اور علم

ابن حبان رضی اللہ عنہ [۱] نے فرمایا: حلم اور علم کے ملاپ سے بڑھ کر کوئی ملاپ نہیں اور عالم میں حلم کے فقدان سے بدتر کوئی چیز نہیں اور اگر حلم کے ماں باپ ہوتے تو عقل اور خاموشی ہوتے اور شاید کسی عاقل پر ایسا وقت آپڑے، جب اس کا واسطہ کسی ایسے شخص سے پڑ جائے جس کے ساتھ حلم اور عفو و درگذر کارگر نہ ہو، تو ایسے میں اسے اپنی مدد کیلئے، کسی غیر بردبار یا جاہل کی ضرورت پڑتی ہے، کیونکہ بعض اوقات، ترکِ حلم ہی عین حلم ہوتا ہے۔ (روضۃ العقلاء: ۲۱۳)

۱۔ وہ ابو حاتم، محمد بن حبان البستی ہیں، بہت مشہور فقیہ، محدث اور قاضی تھے، (روضۃ العقلاء) کتاب انہیں کی ہے، ۳۵۴ھ وفات پائی۔

اے وہ، کہ جسے میں جانتا نہیں

کوفہ کے ایک بزرگ اپنے بارے میں کہتے ہیں:

میرے حالات اتنے تنگ ہوئے کہ میں بالکل قلاش ہو گیا اور حالت بہت خراب ہو گئی، تنگ دستی اتنی بڑھی کہ میرے بچوں کے تن پر کپڑے بھی نہ رہے، میری خادمہ میرے پاس آئی اور کہنے لگی: گھر میں آٹا نہیں ہے اور نہ ہی اس کو خریدنے کیلئے پیسے ہیں، اب ہم کیا کریں؟

تو میں نے کہا: میرے گدھے پر زین کسو، ایک یہی گدھا میرے پاس بچا تھا!

تو وہ بولی: اس نے تین دن سے جو نہیں کھائی، آپ اس پر کیسے سواری کریں گے؟ تو میں نے کہا: کچھ بھی ہو، تم اس پر زین کس دو، اس نے زین کس دی اور میں اس پر سوار ہو کر اپنے تنگ حالات سے فرار حاصل کرنے کیلئے بصرہ کیلئے روانہ ہو گیا۔

جب میں بصرہ کے نزدیک پہنچا تو میں نے سامنے سے ایک قافلہ آتا ہوا دیکھا، جب وہ قافلہ میرے نزدیک پہنچا تو میں بھی اس میں شامل ہو گیا اور انہیں کے ساتھ ساتھ شہر میں داخل ہو گیا، قافلے کا سربراہ اپنے گھر کے سامنے پہنچ کر گھوڑے سے اترا، اسی کے ساتھ ساتھ اور سب لوگ بھی اتر گئے، میں بھی اتر گیا۔

ہم سب لوگ گھر میں داخل ہوئے، ڈیوڑھی پر فرش بچھا ہوا تھا اور سب لوگ سربراہِ قافلہ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، میں بھی بیٹھ گیا، اس نے کھانا حاضر کرنے کا حکم دیا اور ذرا سی دیر میں ہی، بہترین کھانا ہمارے سامنے موجود تھا، میں نے سب لوگوں کے ساتھ خوب سیر ہو کر کھایا، پھر اس نے ہم سب کے ہاتھ دھلوائے اور مرکب خوشبو (یعنی کئی عطروں کا مجموعہ) لانے کا حکم دیا، ہم نے وہ خوشبو اپنے سر اور داڑھیوں پر لگائی، پھر اس نے اپنے غلاموں کو آواز دیتے ہوئے کہا: ٹوکری لیکر آؤ! وہ لوگ ایک بندھی ہوئی سفید ٹوکری لیکر آئے، جب اسے کھولا گیا تو اس میں بہت ساری تھیلیاں رکھی ہوئی تھیں، ہر تھیلی میں ایک ہزار درہم تھے، سربراہ قافلہ نے اپنی داہنی سمت سے تھیلیاں بانٹنا شروع کیں، آخر میں میرا نمبر آیا اور اس نے مجھے بھی ایک تھیلی دیدی، پھر اس نے ٹوکری کو دوبارہ سب لوگوں میں پھرایا اور سب کو تھیلیاں دیں، مجھے بھی دوسری تھیلی ملی، پھر تیسری بار بھی ایسا ہی ہوا اور مجھے تیسری تھیلی بھی

مل گئی اور باقی سب لوگوں کو بھی۔

اب ٹوکری میں صرف ایک تھیلی باقی رہ گئی تھی، اس نے وہ تھیلی اپنے ہاتھوں میں اٹھائی اور میری طرف بڑھاتا ہوا بولا: یہ لو، اے وہ کہ جسے میں نہیں جانتا اور یوں میں چار تھیلیاں لیکر وہاں سے نکل آیا۔

باہر آ کر میں نے ایک آدمی سے دریافت کیا: یہ شخص کون ہے؟ تو اس نے جواب دیا: یہ عبید اللہ بن ابی بکرۃ[1] ہیں۔ (الفرج بعد الشدۃ: ۳-۳۰۰)

قرآن پڑھا کرو، اس سے پہچانے جاؤ گے

الدینوریؒ، الشعبیؒ سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا: جب عمر رضی اللہ عنہ کو خلافت سونپی گئی، تو آپ منبر پر چڑھے اور فرمایا: مجھے یہ گوارا نہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اس حالت میں دیکھیں، کہ میں اپنے آپ کو ابوبکر رضی اللہ عنہ کی مجلس کا اہل سمجھوں اور یہ کہہ کر آپ ایک سیڑھی نیچے اتر آئے، پھر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرنے کے بعد فرمایا: قرآن پڑھا کرو، اس سے پہچانے جاؤ گے، اس پر عمل کیا کرو، اہل قرآن میں تمہارا شمار کیا جائے گا، اپنے آپ کو تولو، اس سے پہلے کہ تمہارا وزن کیا جائے (یعنی اعمال کا وزن کیا جائے، روز قیامت) اپنے آپ کو تیار کرو اس عظیم محشر کے دن کیلئے، جب تم اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہوگے، اور تمہارا کچھ بھی ان سے پوشیدہ نہ ہوگا، کسی بھی صاحبِ حق کو اتنا حق نہیں پہنچتا، کہ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی میں اس کی اطاعت کی جائے۔ اور میں نے اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ مال سے اپنا جو مقام چنا ہے وہ بالکل وہ مقام ہے جو یتیم کے مال کے ولی یا ذمہ دار کو حاصل ہوتا ہے، کہ اگر تونگری حاصل ہوئی تو اپنے آپ کو اس کے مال سے باز رکھوں اور اگر تنگدستی کا شکار ہوا تو نیک نیتی کیساتھ اس سے فائدہ اٹھاؤں (یعنی اسے استعمال کروں)۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۲۸)

---

[1] عبید اللہ بن ابی بکرۃ: ابو حاتم، عبید اللہ بن ابی بکرۃ الثقفی ہیں، بصرہ سے تعلق تھا، تابعی ثقہ تھے، بجستان کے گورنر بنے، پھر بصرہ کے قاضی بنے، انکے جود و کرم کے قصے متواتر سننے میں آتے رہے۔ ان کے بارے میں مشہور ہے کہ وہ اپنے گھر کے چاروں طرف واقع پڑوسیوں کے چالیس چالیس گھروں کے اخراجات پورے کرتے تھے اور ہر عید کے موقع پر سو غلام آزاد کرتے تھے۔

سب سے بہترین لکھی ہوئی چیز ذہن نشین کرتے ہیں

مصعب بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
لوگ سب سے اچھی ذہن نشین کی ہوئی چیزوں پر گفتگو کرتے ہیں اور وہ سب سے بہتر لکھی ہوئی چیز ذہن نشین کرتے ہیں اور سب سے بہتر سنی ہوئی چیز لکھتے ہیں، تو اگر ادب سیکھنا ہو تو آدمیوں کے روئے سخن سے سیکھو کہ تمہیں ان سے صرف چیدہ چیزیں ہی سننے کو ملیں گی۔ (المحاسن والمساوئی: د)

میرے پاس اس سے بہتر ہے

حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک زمین تھی، جو معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کی زمین سے ملی ہوئی تھی، دونوں زمینوں کی دیکھ بھال کیلئے ان زمینوں پر غلام رہتے تھے، تو ایسا ہوا کہ معاویہ کے غلام، حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کی زمین میں گھس آئے اور اس کے ایک ٹکڑے پر قبضہ کر لیا، تو حضرت عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کو لکھا:

امابعد، یا معاویہ! تمہارے کچھ غلاموں نے میری زمین غصب کر لی ہے، انہیں یہ سب کرنے سے باز رہنے کا حکم دو، نہیں تو پھر ہمیں آپس میں دوسری طرح سے نمٹنا پڑے گا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے جب عبد اللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کا خط پڑھا تو پڑھ کر اپنے بیٹے یزید کو تھما دیا، جب انہوں نے وہ خط دیکھ لیا اور پڑھ لیا تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: کیا کہتے ہو یزید؟

تو یزید نے کہا: میری رائے ہے کہ ان کیلئے ایک فوج بھیجی جائے، جس کا ایک سرا ان کے پاس ہو اور دوسرا سرا ہمارے پاس، وہ ان کا سر کاٹ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں اور آپ کو ان سے چھٹکارہ مل جائے، تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا: میرے پاس اس سے بہتر رائے ہے۔

تو یزید نے کہا: وہ کیا ابا جان! تو انہوں نے کہا: دوات اور کاغذ لاؤ! پھر انہوں نے

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے نام ایک خط لکھا اور اس میں لکھا میں نے اپنے بھائی کے بیٹے کا خط پڑھا اور قسم خدا کی اس کی تکلیف سے مجھے بھی تکلیف پہنچی، ارے دنیا و مافیہا آپ کی خوشی کے آگے ہیچ ہے! اور میں نے اللہ تعالیٰ اور مسلمانوں کی ایک جماعت کو گواہ بنا کر، تحریری عہد نامہ لکھا ہے کہ میری زمین اور اس پر جتنے بھی غلام ہیں سب آپ کی ملکیت ہیں، آپ میری زمین کو اپنی زمین میں شامل کرلیں اور میرے غلاموں کو اپنے غلاموں میں، والسلام!

جب عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ نے معاویہ رضی اللہ عنہ کا جوابی خط پڑھا تو انہوں نے جواب میں لکھا: میں نے امیر المؤمنین کا مکتوب پڑھا، اللہ تعالیٰ مجھے ان کی بقا سے محروم نہ کرے اور انہیں اس رائے سے محروم نہ کرے جس نے ان کو یہ مقام دیا، والسلام!

جب معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان کا مکتوب پڑھا تو پڑھ کر اپنے بیٹے یزید کو تھما دیا جب یزید نے اسے پڑھا تو خوشی سے ان کا چہرہ تمتما اٹھا۔

تو معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا: میرے بیٹے! اگر ایسی کسی بیماری میں مبتلا ہو جاؤ تو ایسی ہی دوا سے اس کا علاج کرنا اور ہم وہ قوم ہیں، جن کو حلم اور تحمل میں خیر کے علاوہ اور کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ (المختار من نوادر الاخبار: ۱۲)

جنگ بھی کرتے اور حدیثیں بھی بیان کرتے تھے

ابن ابی شیبۃ اور ابن عساکر نے ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ سے نقل فرمایا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

ہم لوگ جب لڑائی پر جایا کرتے تھے، تو ایک یا دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سننے کیلئے چھوڑ جاتے تھے، تو جب ہم لوگ لڑائی سے واپس آیا کرتے تو وہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیان کردہ احادیث شریف ہم سے بیان کرتے، جنہیں آگے چل کر ہم بھی بیان کرتے اور کہتے: فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے۔ (قبسات من حیاۃ الصحابہ: ۴۳)

ناپسندیدہ ترین عالم

مسیح علیہ السلام نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے نزدیک ناپسندیدہ ترین عالم وہ شخص ہے

کہ جو غیبی امور پر گفتگو کرنا پسند کرتا ہو اور مجلس میں اس کیلئے جگہ چھوڑی جاتی ہو اور کھانے پر بلایا جاتا ہو اور اس کیلئے قابیں انڈیلی جاتی ہوں، سچ بتاتا ہوں تمہیں : کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا میں اپنا اجر اور حصہ وصول کر لیا اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انہیں دو گنا عذاب دیں گے۔ [illegible] ۱۱۲

شروع میں اچھا کر کے، آخر میں بگاڑ دیا

ابن جامع السہمی[1]، بے تحاشہ مال و دولت کے ساتھ مکہ معظمہ آیا اور وہاں کے غرباء میں وہ دولت تقسیم کر دی، تو سفیان بن عیینہ نے فرمایا : مجھے اطلاع ملی ہے کہ یہ سہمی بے تحاشہ مال و دولت لیکر آیا ہے! لوگوں نے کہا : جی ہاں، تو انہوں نے پوچھا آخر اسے اتنا مال ملتا کس بات پر ہے؟ تو کہا گیا : بادشاہوں کے سامنے نغمہ سرائی کرتے ہیں تو وہ انہیں نوازتے ہیں، تو سفیانؒ نے پوچھا : یہ ان کے سامنے کیا گاتا ہے، جواب دیا گیا : اشعار گنگناتا ہے، تو انہوں نے پوچھا : کیا کہتا ہے؟ تو ان کے ایک شاگرد نے اس کے کہے ہوئے چند اشعار سنائے :

طائفین کے ساتھ حرم میں طواف کرتا ہوں!
زمین پر گھسٹتا ہوا دامن اٹھا کر چلتا ہوں!

تو سفیانؒ نے فرمایا : اللہ تعالیٰ اس پر برکت نازل کرے،
کیا خوب کہا! پھر کیا کہتا ہے تو وہ بولا :

رات سے صبح تک سجدے میں کرتا ہوں!
قرآن منزل کی تلاوت میں کرتا ہوں!

سفیانؒ نے فرمایا : یہ بھی خوب کہا، اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمائیں، پھر کیا کہا؟ تو وہ بولا :

شاید کہ غم یوسف کو دور کرنے والا!
مسخر کر دے میرے لیے ان کے آقا جیسا آقا!

یہاں سفیانؒ نے ایک دم فرمایا : بس کرو، رک جاؤ! جو شروع میں اچھا کیا،

---

[1] عصر عباسی کا مشہور مغنی تھا۔

اسے آخر میں بگاڑ دیا۔ (قصص عرب ۶۲)

وہی شہید ہے

حضرت عمرؓ فرماتے ہیں: کہ بہادری اور بزدلی مردوں میں فطری طور پر موجود ہوتی ہے کہیں تمہیں ایسا آدمی ملے گا، جو ایسے آدمی کیلئے لڑائی کرتا ہے، جیسے یہ بھی پرواہ نہ ہو کہ وہ واپس اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ بھی سکے گا یا نہیں اور کہیں ایسا آدمی ملے گا، جو اپنے ماں باپ سے فرار حاصل کرتا ہے اور کہیں ایسا آدمی ملتا ہے جو صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کیلئے لڑائی کرتا ہے، بس وہی شہید ہے۔

(عیون الاخبار: ۲: ۱۷۱)

ان کو اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے گھوڑے کی لگام بنا دینا

عبید اللہ بن عبد الخالق کہتے ہیں:

رومی فوجیوں نے کچھ مسلمان عورتوں کو قیدی بنالیا، یہ خبر (رقہ) پہنچی، جہاں پر اس وقت خلیفہ ہارون الرشید امیر المؤمنین تھے، تو منصور بن عمار سے کہا گیا:

اگر آپ امیر المؤمنین کے قریب بیٹھ کر، لوگوں کو لڑائی پر اکسائیں تو کیسا ہے؟ منصور نے ایسا ہی کیا اور جس وقت وہ بیٹھے ہوئے لوگوں کو لڑائی کی ترغیب دے رہے تھے، اچانک کپڑے کی ایک بندھی ہوئی سربمہر تھیلی ان کے پاس آکر گری، اس تھیلی کے ساتھ ایک خط بھی بندھا ہوا تھا، انہوں نے وہ خط کھول کر پڑھا تو اس میں لکھا تھا:

میں عرب کے اہل بیوت سے تعلق رکھنے والی ایک عورت ہوں، مجھے پتہ چلا کہ رومیوں نے مسلمان خواتین کو قید کر لیا ہے اور اسی وقت میں نے سنا کہ آپ لوگوں کو لڑائی کرنے کیلئے اکسا رہے ہیں اور انہیں ترغیب دلا رہے ہیں، تو میں نے اپنے وجود کی عزیز ترین شے، اپنے بالوں کی دونوں چوٹیاں کاٹ کر اس سربمہر تھیلی میں باندھ کر آپ کو ارسال کر دی ہیں اور واسطہ آپ کو رب العزت کا، کہ آپ ان کو اللہ کی راہ میں نکلے ہوئے غازی کے گھوڑے کی لگام بنا دیجئے گا، کہ شاید اللہ تعالیٰ میرا یہ حال دیکھ کر مجھ پر رحم فرما دیں۔

عبید اللہ کہتے ہیں:

کہ وہ یہ خط پڑھ کر ایک دم رو دیئے اور ساتھ میں لوگ بھی آبدیدہ ہو گئے، ہارون الرشید نے فوج کو، کوچ کرنے کا حکم دیا اور خود بنفس نفیس لڑائی میں شرکت کی اور دشمنوں کو شکست عظیم سے دوچار کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں فتح و کامرانی سے نوازا۔ (صفۃ الصفوۃ: ۴: ۱۹۸)

ان سے بڑھ کر سچا لہجہ کسی کا نہ دیکھا

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر سچا لہجہ (غالباً اس سے مراد فصیح اللسان یا شیریں زبان یا صدقِ کلام ہے) کسی کا نہ دیکھا علاوہ ان کے کہ جنہوں نے انہیں پیدا کیا (یعنی ان کے والد رسول اللہ ﷺ)۔ (سیر اعلام النبلاء: ۲: ۱۳۱)

یہ تیس سال سے ان کا معمول تھا

رجاء بن مسلم العبدی کہتے ہیں:

ہم عجردہ العمیہ[1] کے گھر میں ہوتے تھے، تو دیکھتے تھے، کہ وہ اپنی پوری رات نماز سے روشن و مزین کرتی تھیں اور شاید یہ بھی کہا: کہ وہ ابتدائی رات سے لے کر طلوع سحر تک قیام کرتی تھیں پھر طلوع سحر کے وقت انتہائی غم میں ڈوبی ہوئی آواز سے پکارتی تھیں:

> تیرے لئے عابدوں نے راتوں کی تاریکیاں، رات کے آخری پہر سے سحر کا اندھیرا چھٹنے تک، اس طرح کاٹی ہیں کہ وہ مستقل تیری رحمت و مغفرت کو حاصل کرنے کی جدوجہد میں مشغول رہے، صرف تجھ سے میرے آقا، تیرے سوا کسی سے نہیں، میرا سوال ہے کہ تو مجھے ان سبقت حاصل کرنے والوں کے زمرے میں شامل کر لے، اور مجھے اپنے پاس مقربین کے درجہ میں اٹھالے اور اپنے نیک بندوں سے مجھے ملا دے، کہ تو کریموں سے بڑھ کر

۱۔ ایک عابدہ و زاہدہ خاتون تھیں۔

کریم، رحیموں سے بڑھ کر رحیم، عظیموں سے بڑھ کر عظیم ہے اے کریم!
اور یہ کہہ کر بے اختیار سجدے میں گر جاتیں اور طلوع فجر تک یونہی سجدے میں پڑے پڑے روتی گڑگڑاتی اور دعا مانگتی رہتیں، ان کا یہ معمول تیس سال تک رہا۔

(صفۃ الصفوۃ: ۴/ ۳۱)

میں اس کے گھر کا مہمان ہوں

حجاج بن یوسف الثقفی، مکہ میں کچھ لوگوں کیساتھ بیٹھے، محو گفتگو تھے، کہ وادی میں ایک اعرابی کی آواز سنی جو بلند آواز میں لبیک پڑھ رہا تھا، تو حجاج بن یوسف نے کہا:

اس آدمی کو میرے پاس لیکر آؤ، اسے حجاج کے سامنے پیش کر دیا گیا، اس نے پوچھا: تم کون ہو؟ تو وہ بولا: غیر معروف النسب ہوں، تو حجاج بولا: میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا، تو وہ بولا: پھر کیا پوچھا ہے آپ نے؟

تو حجاج بولا: کس ملک سے تعلق تمہارا؟ وہ بولا: میں یمن کا رہنے والا ہوں، تو حجاج نے اس سے کہا: محمد بن یوسف[1] کو کیسا چھوڑا؟ تو وہ اعرابی بولا: صحتمند، تندرست، چست و چالاک!

تو حجاج نے کہا: میں نے تم سے یہ نہیں پوچھا۔

تو وہ بولا: تو پھر کیا پوچھا ہے آپ نے؟

تو حجاج نے کہا: لوگوں کے ساتھ اس کا رویہ کیسا ہے؟

وہ بولا: انتہائی ظالم، جابر، خالق کا نافرمان اور مخلوق کی اطاعت کرنے والا۔

یہ سن کر حجاج بن یوسف نے بھونچکا ہو کر اسے دیکھا اور کہا: تم نے یہ سب کہنے کی ہمت کیسے کی، جب کہ تم جانتے ہو کہ میرے لیے وہ کیا مقام رکھتا ہے؟

تو وہ اعرابی بولا: کیا تمہارے نزدیک، تمہارے لئے اس کا مقام، اللہ تعالیٰ کے نزدیک میرے مقام سے بڑھ کر اور زیادہ عزیز ہے؟ جب کہ میں اس کے گھر کا مہمان ہوں اور اس کے دین کے لحاظ سے فیصلے کرنے والا اور اس کے پیارے نبی محمد ﷺ پر ایمان رکھنے والا ہوں۔

---

[1] محمد بن یوسف، حجاج بن یوسف کا بھائی اور یمن میں اس کا عامل تھا!!

یہ سن کر حجاج بن یوسف دل برداشتہ ہو گیا اور اسے کوئی جواب نہ سوجھا، وہ اعرابی بنا اجازت لیے وہاں سے چل دیا۔ (نفحۃ العرب ۲: ۱۲۳)

ہم پانی سے ہیں

ابن اسحاق کہتے ہیں:

جب رسول اللہ ﷺ "بدر" کیلئے روانہ ہوئے تو ایک عرب بزرگ کے پاس سے آپ ﷺ کا گذر ہوا، آپ ﷺ اس کے پاس رکے اور اس سے (محمد ﷺ) اور قریش کے بارے میں دریافت کیا اور یہ کہ فریقین کے بارے میں اسے کیا اطلاعات موصول ہوئی ہیں، تو اس بزرگ نے کہا: جب تک آپ یہ نہیں بتائیں گے کہ آپ کا تعلق کہاں سے ہے، میں آپ کو کچھ نہیں بتاؤں گا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اگر تم ہمیں بتادو گے تو ہم بھی تمہیں بتادیں گے) تو وہ بزرگ بولے:

مجھے خبر ملی ہے کہ قریش کے لوگ مکہ سے، فلاں وقت روانہ ہو چکے ہیں، اگر مجھے خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو وہ لوگ آج فلاں جگہ ہوں گے (اس جگہ کا نام بتایا، جہاں قریش کے لوگ پہنچ چکے تھے) اور یہ خبر بھی ملی ہے کہ محمد (ﷺ) فلاں وقت مدینہ سے روانہ ہو چکے ہیں، تو اگر مجھے خبر دینے والے نے سچ کہا ہے تو وہ آج فلاں مقام پر ہوں گے اور یہ کہہ کر اس نے، اس جگہ کا ذکر کیا، جہاں رسول اللہ ﷺ موجود تھے، پھر کہنے لگا: آپ لوگ کون ہیں؟ تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (ہم پانی سے ہیں) اور پھر وہاں سے روانہ ہو گئے۔ تو وہ بزرگ کہنے لگے: ہم پانی سے ہیں! ہم (عراق) کے پانی سے ہیں، یا فلاں، فلاں پانی سے ہیں۔ (عیون الاخبار: ۲: ۱۹۴)

ہمیں اور کچھ سنائیں

یحییٰ بن حسان رحمہ اللہ کہتے ہیں:

ہم سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ[1] کی مجلس میں بیٹھے تھے اور وہ ہمیں حدیثیں سنا رہے تھے، کہ

---

[1]: ائمہ اسلام میں ان کا شمار ہوتا ہے اور وہ ان لوگوں میں سے ہیں کہ جن کو حجت ماننے میں امت کا اجماع ہے، ۱۹۸ء میں وفات پائی۔

اچانک چند لوگوں کا ٹولہ ایک بوڑھے ضعیف شخص پر حملہ آور ہوا اور اسے لوٹ کر اس کا ایک ہاتھ بھی توڑ دیا، تو وہ بوڑھا، سفیان کو پکار کر دہائی دینے لگا کہ جو کچھ انہوں نے میرے ساتھ کیا ہے، میں اس سے کبھی آپ کو بری نہیں کروں گا؟

مگر سفیان اس کی آواز نہ سن سکے، تو ان ہی لوگوں میں سے (جنہوں نے اس بوڑھے آدمی کو لوٹا تھا) ایک آدمی کی طرف دیکھتے ہوئے بولے: یہ شیخ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو اس نے جواب دیا، یہ کہہ رہے ہیں، کہ ہمیں اور کچھ سنائیں۔ (الحلیۃ ۷: ۲۱۷)

طالب علم کو خود چل کر آنا پڑتا ہے

ہارون الرشید نے فریضہ حج ادا کیا اور پھر مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہو گئے وہاں پہنچ کر انہوں نے مالک بن انس سے ملنے کی خواہش کا اظہار کیا، کہ جن کے علم وذہانت کے بارے میں وہ بہت کچھ سن چکے تھے اور انہیں بلا بھیجا، مگر مالک نے ان کے قاصد سے کہا:

"امیر المؤمنین سے کہنا کہ طالب علم کو خود چل کر آنا پڑتا ہے، علم کسی کے پاس چل کر نہیں جاتا"۔

خلیفہ ہارون الرشید نے اپنا سر تسلیم خم کر دیا اور مالکؒ سے ملنے کیلئے خود ان کے گھر روانہ ہو گئے، مگر وہاں پہنچ کر انہوں نے حکم دیا کہ مجلس کو لوگوں سے خالی کر دیا جائے، مگر مالکؒ نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا اور لوگوں کے وہاں رہنے پر اصرار کرتے ہوئے فرمایا: اگر علم کو عوام الناس سے روک لیا جائے تو خواص کیلئے اس میں کوئی خیر نہیں۔

(انیس الجلیس ص: ۴۰)

سودا کامیاب ہو گیا، ابو یحییٰ

ابن سعدؒ اور ابن عساکرؒ، سعید بن المسیب سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ صہیبؓ ہجرت کی غرض سے مدینہ منورہ کیلئے روانہ ہوئے تو مشرکینِ قریش کے کچھ لوگوں نے ان کا تعاقب کیا، یہ دیکھ کر صہیبؓ نے اپنا ترکش نکالا اور اس میں سے سارے تیر نکال لئے اور انہیں للکارتے ہوئے کہا:

قریش کے لوگوں، تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم سب سے زیادہ ماہر تیر انداز ہوں اور قسم خدا کی تم لوگوں کے اپنے آپ تک پہنچنے سے پہلے پہلے، میں اپنا ترکش خالی کر دوں گا، تیر ختم ہو گے تو تم پر اپنی تلوار سے اس وقت تک وار کروں گا جب تک کہ اس کا ایک بھی ٹکڑا میرے ہاتھ میں رہے گا، آگے تمہاری مرضی ہاں اگر تم لوگ چاہو تو میں تم لوگوں کو، مکہ میں موجود اپنی ساری دولت کا پتہ بتا سکتا ہوں اور اسکے بدلے میں تم لوگ مجھے جانے دو، تو وہ لوگ بولے۔

ہمیں منظور ہے، اور فریقین میں معاہدہ ہو گیا اور صہیب ؓ نے انہیں اپنی دولت کا پتہ بتا دیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَاۗءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝ (البقرة: ۲۰۷)

اور کوئی شخص ایسا ہے کہ خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کیلئے اپنی جان بیچ ڈالتا ہے اور خدا بندوں پر بہت مہربان ہے۔

جب آنحضرت ﷺ نے صہیب ؓ کو دیکھا تو فرمایا:

سودا کامیاب ہو گیا، ابا یحییٰ، سودا کامیاب ہو گیا، ابا یحی اور قرآن کی آیت پڑھ کر سنائی۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۸۷)

جوان کی زبان اس کا آدھا وجود ہوتی ہے

روایت ہے کہ ایک نوجوان، الاحنف بن قیس[1] کی مجلس میں اکثر شریک ہوا کرتا تھا، مگر بالکل خاموش رہتا تھا، الاحنف کو اس بات پر بڑا تعجب ہوا، ایک دن جب حلقہ خالی ہو گیا تو الاحنف نے اس نوجوان سے کہا: بولو بیٹے، تو وہ بولا: اے عم! کیا اگر کوئی آدمی اس مسجد کی چھت پر سے گر پڑے تو کیا اسے کوئی نقصان پہنچے گا؟ تو الاحنفؒ نے فرمایا: کاش کہ ہم تمہیں خاموش ہی رہنے دیتے اور پھر، الاعور الثنی کے

۱: ابو بحر، نہایت ذہین، فطین، عظیم الشان فاتح تھے، حلم و بردباری میں ضرب المثل تھے، ۷۲ھ میں وفات پائی۔

یہ اشعار پڑھے :

خاموش کسی کو دیکھ کر ہوتا ہے یوں تعجب!
جیسے کہ بولنا ہی، اس کی ہو پہچان!
جیسے ہر جوان کا ہوتا ہے زبان اور دل!
ان دونوں کے علاوہ وہ گوشت اور خون کا ہے مجسم!

(ادب الدنیا والدین ۲۲۲)

آداب صحبت

السلمی[1] فرماتے ہیں :

صحبت اور دوستی کے کئی پہلو ہیں، جن میں سے ہر پہلو کے کچھ آداب اور لوازم ہیں :

۱ : اللہ تعالیٰ کی صحبت

اللہ تعالیٰ کی صحبت کا تقاضہ ہے، اس کے احکامات کی تعمیل کرنا، نواھی اور منکرات کو ترک کرنا، پابندی سے اس کا ذکر کرنا، قرآن کریم کی تلاوت کرنا، اپنا مراقبہ اور محاسبہ کرتے رہنا کہ کہیں پروردگار کو ناراض کرنے والی کسی شے کا وجود تو نہیں، قضاء وقدر پر راضی رہنا، آزمائشوں پر صبر کرنا اور اس کی مخلوق پر شفقت کرنا۔

۲ : نبی کریم ﷺ کی صحبت

نبی کریم ﷺ کی صحبت کا تقاضہ ہے : آپ ﷺ کی سنت کی اتباع کرنا اور ہر چھوٹی سے چھوٹی بات میں ان کی مخالفت سے بچنا۔

۳ : صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کی صحبت

آپ ﷺ کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور اہل بیت کی صحبت کا تقاضہ ہے : ان کیلئے رحمت طلب کرنا، ان کے اقوالِ حسنہ کو پیش پیش رکھنا اور احکام و سنن میں ان کے اقوال کو

---

۱ : پورا نام، محمد بن الحسین، ابو عبد اللہ نیشاپوری ہے۔ صوفیاء کے امام اور ان کے مؤرخ ہیں، سن وفات ۴۱۲ھ ہے۔

قبول کرنا۔

۴ : اولیاء اللہ کی صحبت

اولیاء اللہ کی صحبت کا تقاضہ ہے: ان کی خدمت کرنا اور ان کا احترام کرنا اور وہ جو کچھ اپنے اور اپنے مشائخ کے بارے میں بتائیں اس کا یقین کرنا۔

۵ : بادشاہ کی صحبت

بادشاہ کی صحبت کا تقاضہ ہے: اس کی اطاعت کرنا، بشرطیکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہ ہو، کہ اس کی مخالفت کرنا رواج بن چکا ہے، اس کو بددعا نہیں دینی چاہیے بلکہ غائبانہ طور پر اس کیلئے دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ، اس کی اصلاح فرمائیں اور دینی امور میں اسے نصیحت کریں اور اس کے ساتھ مل کر نماز پڑھیں اور جہاد میں حصہ لیں۔

۶ : بیوی بچوں کی صحبت

بیوی بچوں کی صحبت کا تقاضہ ہے: ان کے ساتھ چشم پوشی، خوش خلقی، شفقت اور محبت سے پیش آنا، انہیں ادب و آداب سکھانا، اطاعت اور فرمانبرداری کی تعلیم دینا، کیونکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يَآأَيُّهَا الَّذِيْنَ امَنُوْا قُوْٓا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓئِكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَا أَمَرَهُمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ۞ [التحریم:٦]

مومنو! اپنے آپ کو اور اپنے اہل عیال کو آتش (جہنم) سے بچاؤ۔ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں اور جس پر تند خو اور سخت مزاج فرشتے (مقرر) ہیں۔ جو ارشاد خدا انکو فرماتا ہے اس کی نافرمانی نہیں کرتے اور جو حکم انہیں ملتا ہے اسے بجا لاتے ہیں۔ ان کی بھول چوک کو معاف کر دینا اور غلطیوں کو نظر انداز کر دینا بشرطیکہ ان سے کوئی گناہ یا معصیت سرزد نہ ہو۔

۷ : دوستوں کی صحبت

دوستوں کی صحبت کا تقاضہ ہے: ان کیساتھ خوش خلقی اور مسکراتے چہرے کے ساتھ پیش آنا، ان کے ساتھ اچھا معاملہ کرنا، ان کی خوبیاں اجاگر کرنا، ان کی برائیوں پر

پردہ ڈالنا، ان کی نیکیوں کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا... اور ان کے ساتھ کی ہوئی اپنی نیکیوں کو چاہے وہ کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں، بیان نہ کرنا، جان اور مال سے ان کی مدد کرنا، کینہ، حسد، ظلم اور ان کو تکلیف پہنچانے والی ہر چیز سے پرہیز کرنا اور ہر اس چیز کو ترک کر دینا جس کی معذرت کرنی پڑے۔

۸ : علماء کی صحبت

علماء کی صحبت کا تقاضہ ہے: ان کی حرمت کی پاسداری کرنا، ان کے اقوال کو قبول کرنا، مہمات میں ان کی طرف رجوع کرنا اور ان کا وہ مقام پہچاننا جو اللہ تعالیٰ نے ان کو عطا فرمایا، نبیوں کی وراثت اور خلافت کا مقام۔

۹ : والدین کی صحبت

والدین کی صحبت کا تقاضہ ہے:

ان کی زندگی میں، جان و مال سے ان کی خدمت کرنا.. اور ان کی وفات کے بعد ان کے وعدوں کو پورا کرنا، ہر دم ان کیلئے دعا گو رہنا اور ان کے دوستوں کا اکرام کرنا۔

۱۰ : مہمان کی صحبت

مہمان کی صحبت کا تقاضہ ہے: اس کے ساتھ خوش خلقی، مسکراتے چہرے کے ساتھ پیش آنا، اچھی گفتگو کرنا، اپنی خوشی کا اظہار کرنا، اس کی خوشی اور ناخوشی کا خیال کرنا اور مہمان نوازی کا موقع دینے اور کھانا کھانے پر اس کا احسان ماننا اور شکریہ ادا کرنا۔

(آداب العشرۃ: ص ۴۹)

حجاج، دوستی نہیں بھلاتا

حکایت ہے:

کہ حجاج کے پاس، خوارج کے کچھ لوگ لائے گئے، جن میں حجاج کا ایک دوست بھی شامل تھا، اس نے سب کے قتل کے احکامات جاری کر دیئے، علاوہ اپنے دوست کے، جسے اس نے معاف کر کے آزاد کر دیا، وہ آدمی قطری بن الفجاءۃ کے پاس واپس آیا تو قطری نے اس سے کہا:

اللہ کے دشمن، حجاج کی لڑائی کیلئے دوبارہ جاؤ، تو وہ آدمی بولا: ایسا کیسے ہو سکتا ہے،

اس نے تو میرا ہاتھ آزاد کر کے اسے جکڑ دیا اور میری گردن آزاد کر کے مجھے اپنا غلام بنالیا ہے۔

پھر کہنے لگا:

کیا میں حجاج پر اس ہاتھ سے کروں حملہ!
جو یہ اعتراف کرے کہ وہی اس کا آقا ہے!
ایسا کروں تو مجھ سے زیادہ ذلیل نہیں کوئی!
کہ میری غداری دے گی گواہی یہی!
کیا کروں گا جب میں روز محشر اس کے سامنے!
ہوں گا کھڑا اور اس کے اعمال احتجاج کریں گے!
کیا یہ کہوں گا، اس نے مجھ پر ظلم کیا؟ نہیں تو پھر!
اس سے تو بہتر ہو گا کہ میرے والی مجھ پر ظلم کریں!
کہیں گے لوگ جو بیج میں نے بوئے تھے!
کاٹی جو فصل تو پھل اس کے تلخ تھے!

(ادب الدنیا والدین، ۱۰۶)

جب تک کہ میری پڑوسن کو چھپا نہ لے چلمن

ایک شاعر نے کہا:

میری اور میرے پڑوس کی آگ ایک ہے!
مجھ سے پہلے اس کیلئے اترتی ہے ہانڈی میری!
میرے پڑوسی کے گھر پر پردہ اگر نہ ہو!
پھر مجھے کوئی فکر کیوں نہ ہو!
نکلے پڑوسن جو باہر تو اندھا ہو جاتا ہوں میں!
جب تک کہ میری پڑوسن کو چھپا نہ لے چلمن!

(آداب الصحبۃ: ۵۶)

سمجھ دار انسان کی صفات

وھب بن منبہؒ فرماتے ہیں :
کہ "آل داود" کے حکیمانہ اقوال میں لکھا ہے :
سمجھ دار انسان کو چاہیے کہ وہ چار گھڑیوں سے کبھی غافل نہ رہے، ایک وہ گھڑی جس میں وہ اپنے رب سے مناجات کرے، دوسری وہ گھڑی جس میں وہ اپنا محاسبہ کرے، تیسری وہ گھڑی، جس میں وہ اپنے ان مخلص دوستوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھے، جو اسے اس کے عیوب سے آگاہ کریں اور پوری سچائی سے اسے اپنے آپ سے آشنا کریں اور چوتھی وہ گھڑی جو وہ اپنے اور اپنی ان لذتوں کیساتھ گذارے، جو محمود اور حلال ہوں کہ یہی گھڑی اس کیلئے دوسری گھڑیوں میں معاون اور مددگار ہوگی اور یہی گھڑی دلوں کی راحت کا سامان ہوگی، اور سمجھ دار انسان کو چاہئے کہ وہ صرف تین چیزوں کیلئے چلتا پھرتا نظر آئے، اصلاح روزگار کیلئے، حلال لذتوں کیلئے، اور وقتِ موعود کے زادِ راہ کی تیاری کیلئے۔

اور سمجھ دار انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے دور اور زمانے سے خوب اچھی طرح واقف ہو، اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہو اور اپنے کام سے کام رکھتا ہو۔ (محاسبہ النفس : ۳۰)

عوام الناس کو ترک کرنے میں ہی تمام نخوت ہے

ابو سلیمان الخطابیؒ فرماتے ہیں : اللہ تم پر رحم کرے، دیکھو اور غور کرو، کیا آج تمہیں خیر و بھلائی کے معاملے میں مدد کرنے والے، خیر کی طرف دعوت دینے والے اور برائیوں سے روکنے والے نظر آتے ہیں ؟ اگر تم ایسے لوگوں کو پانے میں ناکام ہو جاؤ اور ان پر کوئی قدرت نہ رکھ سکو، تو اپنا سر بچا کر لے جاؤ اور اپنے آپ کو کسی دھوکہ میں مت رکھو، کہ لوگوں کو خوش رکھنا ناممکن ہے۔ ان کی دوا کرتے کرتے، پچھلے لوگ خود بیمار پڑ گئے اور تھک گئے اور ان کے سارے حربے ناکام ہو گئے، تو کیا ضرورت ہے تمہیں ایسی امیری اور تونگری کی کہ جس میں کوئی مالداری نہ ہو اور ایسی جدوجہد کی جس میں کوئی کامیابی حاصل نہ ہو اور کیا ضرورت ہے تمہیں ایسے لوگوں سے دوستی کرنے کی، جن کے ملنے سے تمہیں کوئی علم

حاصل نہ ہو اور جن کو دیکھنے سے تمہیں کوئی حسن و جمال نظر نہ آسکے اور نہ ان کی مدد سے کوئی مالی فائدہ حاصل ہو سکے، ایسے لوگوں کو اگر تم غور سے دیکھو گے تو تمہیں پتہ چلے گا کہ وہ لوگ صرف ظاہری طور پر دوست ہیں، جبکہ در حقیقت وہ تمہارے دیرینہ دشمن ہوتے ہیں، تم سے ملتے ہیں تو تمہاری چاپلوسی کرتے ہیں اور تمہارے پیچھے تمہاری برائیاں کرتے ہیں اور عیب نکالتے ہیں، تمہارے پاس آتے ہیں تو تمہاری نگرانی کرتے ہیں اور جب اٹھ کر باہر جاتے ہیں تو تمہاری برائیاں بیان کرتے ہیں، منافق اور دھوکے باز ہوتے ہیں، چغل خوری کرتے ہیں، جھوٹے دوست ہوتے ہیں، جو کسی بلاو مصیبت سے کم نہیں ہوتے۔

اپنے پاس ان کی بھیڑ بھاڑ کو دیکھ کر دھوکہ نہ کھا جانا اور اس وہم میں نہ رہنا کہ یہ لوگ تمہارے علم کی تعظیم یا تمہارے حق کی قدر دانی کیلئے جمع ہوئے ہیں، ان میں سے اکثر لوگ، علماء کی مجلسوں اور ان کے دروازوں تک اگر کھنچے چلے جاتے ہیں تو صرف، اپنے مقاصد کی تکمیل اور اپنی خواہشات اور ضرورتوں کو پورا کرنے کیلئے جاتے ہیں، علماء بیچارے دو مصیبتوں کے درمیان گھرے رہتے ہیں اور ان کے اور اپنی ذمہ داریوں کے درمیان بری طرح پستے ہیں، اگر ان کو کچھ بتاتے ہیں، تو وہ کثرتِ سوال اور الٹی سیدھی باتوں سے انہیں اذیت پہنچاتے ہیں اور اگر کچھ بتانے سے انکار کرتے ہیں، تو وہ انہیں برا بھلا کہتے ہیں اور ان کے دشمن بن جاتے ہیں اور صرف یہی نہیں، بلکہ وہ ان کے علم اور معرفت سے فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں مجبور کرتے ہیں کہ وہ ان کے مقاصد و اغراض کی تکمیل میں ان کی مدد کریں، جن سے یہ لوگ لڑائی کریں، ان سے وہ بھی لڑیں، جن سے یہ دشمنی نبھائیں۔

انہیں وہ لوگ بھی اپنا دشمن جانیں اور جن سے یہ مقابلہ کریں، وہ بھی ان لوگوں سے مقابلہ کریں اور اس طرح یہ علماء سفہاء کی صف میں شامل ہو جائیں گے، اور رؤساء محکوم اور خسیس لوگ ان کے حاکم بن جائیں گے، تو ان لوگوں سے زیادہ آفت زدہ اور نقصان دہ سودا کرنے والا اور کون ہوگا؟ تو کیسا ایسی نوبت لانے والوں سے بچنا اور فرار حاصل کرنا ضروری ہے یا نہیں؟ اور ایسے لوگوں سے چھٹکارہ حاصل کرنا، باعث نجات ہے کہ نہیں؟ بالکل ہے؟ اور ایسا ہی ہے اور کیا خوب کہا کسی نے : عوام الناس کو ترک کرنے میں ہی تمامِ نخوت ہے۔ (العزلۃ : ۱۱۱)

جب خالی ہو جائے تو مجھے بتادینا

الحسن بن کثیرؒ کہتے ہیں: کہ میں نے محمد بن علیؒ سے اپنی حاجت اور اپنے دوستوں کی جفااور بے رخی کا شکوہ کیا، توانہوں نے فرمایا:

بہت برا دوست ہے وہ دوست، جو تمہاری آسودگی اور تونگری میں تو تمہارا خیال رکھے اور تمہاری مفلسی اور غریبی میں تمہارا ساتھ چھوڑ جائے اور پھر اپنے خادم کو حکم دیا تو وہ ایک تھیلی لیکر آیا، جس میں سات سودرہم تھے، انہوں نے وہ تھیلی تھماتے ہوئے کہا: کہ اس سے اپنے اخرجات پورے کرنا اور جیسے ہی یہ خالی ہو جائے تو مجھے خبر کر دینا۔

(کتاب الاخوان: ۲۱۷)

اگر دنیا تمہارے ہاتھ میں ہوتی

عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا:

میں نے جب بھی کسی کو کچھ مال دیا، وہ مجھے کم ہی لگا اور مجھے اللہ تعالیٰ سے بہت شرم آتی ہے، جب میں ان سے اپنے کسی بھائی بند کیلئے کچھ مانگتا ہوں اور خود دنیا میں بخل کا ثبوت دیتا ہوں اور جب قیامت کا دن ہوگا تو مجھ سے کہا جائے گا: اگر دنیا تمہارے ہاتھ میں (یعنی اختیار میں) ہوتی تو تم اور بھی زیادہ بخیل ہوتے۔ (کتاب الاخوان: ۲۰۳)

اپنے ہاتھ اٹھا کر مجھے چمٹالیا

ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے اپنی اس علالت کے دوران، جس میں آپ ﷺ کا وصال ہوا تھا، مجھے بلا بھیجا، جب میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو میں نے آپ ﷺ کو سوتے ہوئے پایا، میں بے اختیار ان پر جھک گیا، تو آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ بڑھا کر مجھے چمٹالیا۔ (رواہ ابو داود)

بخل سب سے بڑی آفت ہے

ایک شاعر نے کہا:

سب آفتوں میں بخل سب سے بڑی ہے آفت!
مگر بد عہدی اور ٹال مٹول میں اس سے بھی بڑھ کر ہے شامت!
مال کی کثرت سمجھ داری کے بغیر!
ایسی ہے، جیسے چپل ہو پیر کے بغیر!
عقل تو موجود ہے، دولت نہیں مگر!
تو ایسا ہے جیسے پیر کو چپل نہ ہو میسر!
ہر انسان ہوتا ہے خود اپنے لیے میان!
مگر تلوار نہ ہو جس میں بیکار ہے وہ میان!
عقل اگر ہے پاس تو انسان ہی کی عقل میں!
پوشیدہ اس کا فضل ہے، باقی ہے سب بیکار!

(الخلاء: ۱۱۹)

دوستی اگر صحیح ہو

ابو العباس بن سریج[1]، ابو العباس المبرّد اور ابو بکر بن داود ایک ہی راستے پر چلے جا رہے تھے کہ اچانک ایک نہایت تنگ موڑ آ گیا، تو ابن سریجؒ سب سے آگے ہو لئے اور ان کے پیچھے ابو العباس محمد بن المبرّد چلے اور سب سے آخر میں ابن داود رہ گئے جب یہ تینوں کھلی جگہ پر پہنچے تو ابن سریج نے مڑ کر ان سے کہا: علم نے مجھے آگے بڑھا دیا، تو ابن داودؒ نے کہا: ادب نے مجھے پیچھے رہنے پر مجبور کر دیا، تو المبرّد ابو العباس محمدؒ نے ان دونوں سے کہا: تم دونوں نے غلط کہا: صحیح معنوں میں اگر دوستی ہو تو مشقتیں، تکالیف اور دشواریاں، بے معنی ہو کر رہ جاتی ہیں۔ (الاعزاز: ۱۳۲)

ا۔ وہ احمد بن عمر بن سریج البغدادی ہیں، کنیت ابو العباس ہے اپنے دور کے شافعی فقیہ تھے، ۳۰۶ء میں وفات پائی۔

داؤد علیہ السلام کی دعا

داؤد علیہ السلام اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے: اللھم! میں آپ کی پناہ مانگتا ہوں برے پڑوسی سے، ایسے مال و دولت سے جو میرے لیے عذاب بن جائے، ایسی اولاد سے جو میرے لئے وبال بن جائے، ایسی بیوی سے جو بڑھاپا آنے سے قبل ہی مجھے بوڑھا کر دے اور مکار و فریبی دوست سے جس کی آنکھوں سے میرے لئے محبت ٹپکتی ہو، جبکہ اُس کے دل میں میرے لیئے کینہ اور نفرت چھپی ہوئی ہو، جو میری کوئی خوبی دیکھے تو چھپالے اور میری کوئی برائی دیکھے تو اس کا چرچا کر دے!! (العزلۃ: ۱۲۴)

جہالت میں ذلت ہے

کسی شاعر کا کہنا ہے:

ادب اور عقل میں دیکھی میں نے عزت!
جہالت میں سراسر ملتی ہے ذلت!
آدمیوں کا حسن، ہوتا نہیں ہے حسن!
جب تک کہ حسنِ بیان ہوتا نہیں ہے ساتھ!
اس سے بڑھ کر برائی انسان کی نہیں ہے!
چہرہ تو ہے مگر، زبان ہی نہیں ہے!

(ادب الدنیا والدین: ۲۶۶)

اور غصہ کو روکنے والے

کہا جاتا ہے کہ جعفر الصادق[1] کا ایک غلام کھڑا ہوا ان کے ہاتھ دھلوا رہا تھا، کہ اچانک لوٹا اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر سلفچی میں جا گرا اور چھینٹے اڑ کر ان کے چہرے پر پڑے، تو انہوں نے غصہ سے اپنے غلام کی طرف دیکھا، وہ فوراً بولا: آقا

و الکاظمین الغیظ

---

[1] جعفر بن محمد الباقر بن علی زین العابدین بن الحسین بن علی شیعہ امامیہ کے بارہ اماموں میں ان کا چھٹا نمبر ہے!!

اور غصے کو روکنے والے

تو وہ بولے میں نے غصہ ضبط کر لیا، تو وہ بولا:

و العافین عن الناس

اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں

تو انہوں نے کہا: جا میں نے تجھے معاف کر دیا، تو بولا:

و اللہ یحب المحسنین

اور خدا نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے

تو انہوں نے کہا:

جا، کہ تو اللہ تعالیٰ کیلئے آزاد ہے۔ (المستطرف ۱: ۲۶۰)

اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟

محمد بن مصرف فرماتے ہیں: ابی حازم الاعرج[۱] کی وفات کے وقت ان کے پاس گئے اور ان سے پوچھا: اے ابا حازم! اپنے آپ کو کیسا پا رہے ہو؟

تو انہوں نے فرمایا: میں خیریت سے ہوں، اللہ تعالیٰ کی ذات سے امید اور ان پر اچھے گمان کے ساتھ 'اور قسم خدا کی، ہر گز برابر نہیں ہے وہ، جو اُخروی جائیداد کی تعمیر میں آئے اور جائے (محبت کرے) اور جب موت آئے تو وہ موت کا استقبال کرے اور موت اس کا استقبال کرے.. اور وہ جو دنیاوی جائیداد کی تعمیر و تشکیل کیلئے آئے اور جائے اور اسے کسی اور کیلئے بنا سنوار کر چھوڑ کر خدا کی طرف لوٹ جائے، تو ایسے آدمی کے حصے میں کچھ نہیں آتا۔ (حسن الظن باللہ: ۹۸)

ہم تمہاری امت کے معاملے میں تمہیں خوش کر دیں گے

عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ابراہیم علیہ السلام کے اس قول کی تلاوت فرمائی:

۱۔ ابی حازم الاعرج کا نام: مسلمہ بن دینار ہے، عابد ثقہ قصہ گو تھے ۱۰۰ھ میں وفات پائی

رَبِّ إِنَّهُنَّ أَضْلَلْنَ كَثِيرًا مِّنَ النَّاسِ فَمَنْ تَبِعَنِي فَإِنَّهُ مِنِّي وَمَنْ عَصَانِي فَإِنَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ۝ (سورۃ ابراھیم:۳۶)

اے پروردگار انہوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے، سو جس شخص نے میرا کہنا مانا وہ میرا ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

پھر عیسیٰ علیہ السلام کے قول کی تلاوت فرمائی:

إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ ۝ (المائدہ:۱۱۸)

اگر تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر بخش دے تو (تیری مہربانی ہے) بیشک تو غالب اور حکمت والا ہے۔

اور پھر اپنے ہاتھ اٹھا کر بے اختیار رونے لگے اور فرماتے لگے:

اللّٰھم امتی امتی

اور یہ کہہ کر پھر رو پڑے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اے جبرائیل، محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور تمہارا رب زیادہ جانتا ہے۔ اور ان سے پوچھو کہ وہ کیوں روتے ہیں؟ جبرائیل آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ان کے رونے کی وجہ دریافت کی، تو رسول اللہ ﷺ نے انہیں وجہ بتا دی، اور اللہ زیادہ جانتا ہے، تو ارشاد باری تعالیٰ ہوا:

اے جبرائیل، محمد ﷺ کے پاس جاؤ اور ان سے کہو:

ہم تمہیں، تمہاری امت کے معاملے میں خوش کر دیں گے اور غمگین نہ ہونے دیں گے۔ (رواہ مسلم)

ہمیں قرآن سے پہلے ایمان عطا کیا گیا

طبرانیؒ نے الاوسط میں ابن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:

میں نے اپنے دور کا کافی عرصہ گذارا ہے، ہمیں قرآن سے پہلے ایمان عطا ہوتا تھا، پھر رسول اللہ ﷺ پر سورت نازل ہوتی تھی تو ہم میں سے ہر ایک اس میں موجود

حلال حرام سے آگاہی حاصل کرتا تھا اور یہ سیکھتا تھا کہ کس حد پر اسے رکنا چاہیے، جیسا کہ تم لوگ قرآن سیکھتے ہو، پھر میں نے ایسے آدمی دیکھے جن کو ایمان سے پہلے قرآن حاصل ہوا، وہ پوری سورۃ فاتحہ شروع سے آخر تک پڑتے، مگر انہیں یہ پتہ نہ ہوتا کہ اس میں کیا احکامات ہیں اور کس چیز سے روکا گیا ہے، کہاں پر اسے رکنا چاہیے۔

(قبسات من حیاۃ الصحابہ: ۴۲)

عقلمند کی زبان اور جاہل کا دل

حسن بصریؒ نے فرمایا:

عقلمند اور سمجھ دار انسان کی زبان اس کے دل کے پیچھے ہوتی ہے، جب وہ بولنے کا ارادہ کرتا ہے تو پہلے سوچتا ہے، اگر جو بات وہ کہنے جا رہا ہوتا ہے اس کیلئے فائدہ مند ہوتی ہے تب وہ بولتا ہے، مگر، اگر وہی بات اس کے حق میں نہیں ہوتی تو وہ خاموش رہتا ہے، جبکہ جاہل کا دل اس کی زبان کے پیچھے ہوتا ہے۔ (بہجۃ المجالس: ۸۷۱)

نہ تمہیں اس کا حکم دوں گا اور نہ اس سے روکوں گا

روایت ہے کہ حضرت عمرؓ مدینہ سے شام تک ایک خچر پر آئے، حضرت معاویہؓ نے نہایت عمدہ جلوس کے ساتھ انکا استقبال کیا، مگر حضرت عمرؓ نے انہیں نظر انداز کر دیا اور ان سے منہ پھیر لیا، تو معاویہؓ پیدل ہی ان کے ساتھ ساتھ چلنے لگے، تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت عمرؓ سے کہا: آپ نے انہیں تھکا دیا، تو حضرت عمرؓ معاویہؓ کی طرف متوجہ ہو کر بولے: اے معاویہؓ تم اتنا عظیم الشان جلوس ساتھ لیکر چلتے ہو، جبکہ مجھے اطلاع ملی ہے کہ تمہارے دروازے پر حاجت مندوں کا ہجوم لگا رہتا ہے؟ تو انہوں نے کہا:

جی ہاں، امیر المؤمنین! تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: ایسا کیوں؟ تو معاویہؓ بولے: میں ایک ایسے ملک میں ہوں جہاں پر جاسوسوں پر کوئی پابندی نہیں، لہذا بادشاہ کی ہیبت اور جلال کا رعب ان پر پڑنا چاہیے، اگر آپ مجھے حکم دیں تو میں اسے قائم رکھوں اور اگر منع کریں گے تو میں اس چیز سے باز آجاؤں گا، تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: اگر جو کچھ تم نے کہا وہ سچ ہے تو یہ ایک مشکوک رائے ہے اور تمہارا کہا غلط ہے تو یہ بڑا ادیبانہ دھوکہ ہے، للہذا نہ میں تمہیں اس

کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی تمہیں اس سے روکتا ہوں۔ (ثمرات الاوراق ۳۰۷)

آزمائش میں مبتلا لوگوں کا افضل ترین عمل

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
آزمائش میں مبتلا لوگوں کا افضل ترین عمل ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے کشادگی کا انتظار کرنا اور بقدر آزمائش اس پر صبر کرنا۔
اور یہ بھی فرمایا کہ:
صبر کرنے والے کو کامیابی ضرور ملتی ہے اور خدا پر توکل کرنے والا کبھی مایوس نہیں ہوتا۔ (الفرج بعد الشدۃ ۱۵۴)

میرے اللہ، تو پُر وَقار اور تحمل والا ہے

ایک رات کا ذکر ہے کہ خلیفہ ''المنصور'' نے سوتے میں ایک خواب دیکھا، جس سے وہ گھبرا کر اپنی نیند سے جاگے اور بیقراری سے ''الربیع'' کو پکار کر اس سے کہا:
ابھی اور اسی وقت باب الشام کے فوراً بعد واقع دوسرے دروازے پر جاؤ، وہاں تمہیں لوہے کے دروازے سے ٹیک لگائے ایک مجوسی آدمی ملے گا، اسے فوراً میرے پاس لیکر آؤ تو ''الربیع'' فوراً وہاں سے روانہ ہو گیا اور اس مجوسی کو ساتھ لیکر ہی لوٹا۔
منصور نے اسے دیکھتے ہی کہا: ہاں یہی ہے وہ آدمی، پھر اس سے پوچھا، تمہاری فریاد کیا ہے؟
تو وہ بولا: ''انبار'' میں آپ کے عامل نے میری زمین کے پاس ایک زمین لی، پھر اس نے مجھ سے میری زمین کا سودا کرنا چاہا تو میں نے انکار کر دیا، کیونکہ وہی زمین میرا ذریعۂ معاش ہے، جس سے میرے بیوی بچوں کی گذر اوقات ہوتی ہے، تو اس نے زبر دستی میری زمین پر قبضہ کر لیا۔
المنصور نے اس سے کہا:
میرے قاصد کے تم تک پہنچنے سے پہلے تم نے کیا دعا مانگی تھی؟
اس نے کہا:

میں نے کہا تھا:

میرے اللہ تو حلیم اور پروقار اور تحمل سے کام لینے والا ہے مگر میرے اندر صبر نہیں!!

تو المنصور نے الربیع سے کہا:

اس عامل کو بیقرار کر دو اور اسے سبق سکھاؤ اور اس مجوسی کی زمین اس کے قبضے سے چھین کر اسی مجوسی کے حوالے کر دو اور اس عامل کی زمین بھی اس سے خرید کر اس مجوسی کو دیدو۔

الربیع نے ایسا ہی کیا اور یہ ساری کاروائی، دن کے کچھ ہی حصہ میں عمل میں آگئی اور وہ مجوسی ہنسی خوشی وہاں سے روانہ ہو گیا، اس حال میں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی مشکل آسان کر دی تھی اور اسے اور زیادہ عطا فرمادیا اور اس کے ساتھ احسان کا معاملہ فرمایا۔

(الفرج بعد الشدۃ: ۲: ۲۹۶)

یہ دیکھو کہ اس کے ہاتھ کیا کر رہے ہیں

ایک شکاری تیز ہوا کے عالم میں، چڑیوں کا شکار کر رہا تھا، تیز ہوا کی وجہ سے گرد و غبار اڑ کر اس کی آنکھوں میں جا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے پانی بہہ رہا تھا، وہ جب بھی کسی چڑیا کا شکار کرتا، اس کے پر کاٹ کر اسے اپنے جال میں ڈال دیتا ایک چڑیا اپنی ساتھی چڑیا سے کہنے لگی، کتنا نرم دل ہے یہ آدمی کیا تمہیں اس کی آنکھوں میں آنسو نظر نہیں آرہے؟ تو دوسری چڑیا بولی: اس کی آنکھوں کے اشکوں پر نہ جاؤ، بلکہ یہ دیکھو کہ اس کے ہاتھ کیا کر رہے ہیں؟ (روضۃ العقلاء: ۹۶)

نیکی، بدی کو بجھا دیتی ہے

لقمان نے اپنے بیٹے سے کہا:

جھوٹ کہا، جس نے یہ کہا کہ بدی، بدی کو بجھا دیتی ہے، کیونکہ اگر وہ سچا ہے تو اسے چاہیے کہ آگ کے پاس ایک اور آگ جلائے اور پھر دیکھے کہ کیا آگ دوسری آگ کو بجھاتی ہے یا نہیں؟

نہیں تو پھر نیکی بدی کو بجھا دیتی ہے، بالکل ایسے، جیسے کہ پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔

(روضۃ العقلاء: ۱۶۹)

ہمارا رزق تیرے ہی ذمہ ہے

اصمعی کہتے ہیں:

کہ میں قبیلہ "کلب" کے ایک محلہ میں آکر اترا تو دیکھا کہ وہ لوگ قحط کا شکار ہیں اور اس حال میں انہیں کئی سال گذر گئے تھے، یہاں تک کہ ان کے مویشی اور جانور مر گئے، زمین تھی کہ کھیتی اگانے سے انکاری تھی، آسمان نے اپنا پانی روک لیا تھا۔

میں نے دیکھا کہ قبلہ کی طرف سے ایک سیاہ بادل کا ٹکڑا اٹھا اور قریب آنے لگا، جیسے کہ اب زمین کو چھولے گا، قبیلہ کے لوگ بیقراری سے اس کے اور قریب آنے کا انتظار کرتے اور نعرہ تکبیر سے پورا علاقہ گونج اٹھتا، مگر بحکم خدا وہ بادل اپنا رخ بدل کر چلتا بنتا اور یہ ایک بار نہیں بلکہ کئی بار ہوا، جب اسی طرح بہت دیر ہو گئی تو ان میں سے ایک بوڑھی عورت باہر نکلی اور ایک بلند جگہ پر چڑھ کر اپنی پوری طاقت سے پکارا: اے عرش کے مالک! تو جو چاہے کر، ہمارا رزق تو تیرے ہی ذمہ ہے۔

ابھی وہ اپنی جگہ سے نیچے بھی نہ اتر پائی تھی، کہ آسمان بادلوں سے گھر گیا اور سیاہ گھنگھور گھٹائیں امنڈ کر آنے لگیں اور پھر ایسی بارش ہوئی کہ جیسے سب لوگ ڈوب جائیں گے، یہ سب کچھ میری نظروں کے سامنے ہوا۔ (الفرج بعد الشدۃ: ۱ ۲۸۶)

یہ میرے پاس ہے

ہشام بن خالد الربعیؒ کہتے ہیں:

ایک مرتبہ کا ذکر ہے، میں ایک مسجد میں داخل ہوا اور میرے پاس ایک تھیلی تھی، جس میں ایک ہزار درہم تھے، جو میری کل جمع پونجی تھے، اس کے علاوہ میرے پاس اور کچھ نہ تھا، میں نے یہ تھیلی ستون کے پاس رکھ دی اور نماز پڑھنے لگا، نماز پڑھ کر فارغ ہو گیا تو وہ تھیلی میرے ذہن سے نکل گئی اور میں وہاں سے چلا آیا۔

جب مجھے وہ تھیلی یاد آئی تو مجھے افسوس ہوا اور مجھے اپنا آپ گرانبار لگنے لگا، ایک سال گذر گیا، مگر میں نے یہ بات کسی کو نہ بتائی، فکر و غم نے مجھے بیمار کر دیا، میں پھر اس مسجد میں آیا اور اسی ستون کے پاس نماز پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی کہ وہ میری تھیلی

مجھے لوٹادے، ایک بوڑھی عورت میرے نزدیک ہی میری باتیں سن رہی تھی۔
کہنے لگی: اے بندۂ خدا! یہ تم کس چیز کا ذکر رہے ہو؟
تو میں نے کہا: پچھلے سال میں اس ستون کے پاس اپنی ایک تھیلی بھول گیا تھا۔
تو وہ بولی: یہ رہی، میرے پاس اور میں پورے ایک سال سے تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں اور پھر وہ سر بمہر تھیلی جوں کی توں میرے پاس لے آئی۔ (الفرج بعد الشدۃ ۳ ۹۳)

خیانت کا انجام

ایک آدمی نیا نیا بغداد شہر میں وارد ہوا تھا، اس کے پاس وافر مقدار میں درہم موجود تھے، جب شام ہو چلی اور اندھیرا چھانے لگا تو اسے ڈر ہوا کہ اسے کوئی حاجت مند نہ مل جائے، یا کوئی مصیبت نہ اس پر ٹوٹ پڑے، یہ سوچ کر وہ بغداد شہر کے ہی رہنے والے ایک آدمی کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا اور اس سے رات گذارنے کی اجازت مانگی، تو اس نے اسے گھر میں بلالیا۔
جب اس آدمی کو یقین ہو گیا کہ اس مہمان کے پاس کافی مال ہے تو اس نے دل ہی دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس مہمان کو قتل کر کے اس کے مال پر قبضہ کر لیگا۔
اس آدمی کا ایک نوجوان بیٹا بھی تھا، جسے اس نے اس مہمان کے نزدیک ہی سونے کو کہا اور دونوں کی جگہائیں، ذہن نشین کر کے گھر سے نکل گیا، اس کا بیٹا اپنے باپ کے خیالات اور ارادوں سے بے خبر تھا، رات کے کسی حصہ میں چراغ بجھ گیا اور قدرت کا کرنا یہ ہوا کہ اس آدمی کا بیٹا اپنی جگہ سے کھسک کر اس مہمان کی جگہ چلا گیا اور وہ مہمان اس نوجوان کی جگہ لیٹ گیا، وہ آدمی اپنے مہمان کو قتل کرنے کے ارادے سے اندر داخل ہوا اور مہمان سمجھ کر اپنے بیٹے کا گلا گھونٹنے لگا، وہ پھڑ پھڑایا اور پھر اس نے دم توڑ دیا۔
نوجوان کے پھڑ پھڑانے سے مہمان کی آنکھ کھل گئی اور وہ سارا معاملہ جان گیا، بھاگ کر گھر سے نکلا اور راستے میں کھڑے ہو کر بری طرح شور مچانے لگا، سارے پڑوسی اس کی مدد کیلئے گھروں سے نکل آئے اور قاتل کو پکڑ لیا، اس پر دباؤ ڈالا گیا تو اس نے اپنے بیٹے کے قتل کا اعتراف کر لیا، اسے قید کر لیا گیا اور اس کے گھر سے مال بازیاب کر کے مہمان کو لوٹادیا گیا اور وہ بچ گیا۔ (الفرج بعد الشدۃ ۳ ۱۰۷)

میری مدد کیلئے اپنے تین آدمی بھیج دیجئے

ابن سعدؒ اور حاکمؒ سے منقول ہے کہ محمد بن کعب القرظیؒ نے فرمایا:
نبی کریم ﷺ کے دور میں پانچ انصاری صحابیوں نے قرآن کو جمع کرنے کا کام انجام دیا، معاذ بن جبلؓ، عبادۃ بن الصامتؓ، ابی بن کعبؓ، ابو ایوبؓ اور ابو الدرداءؓ، پھر جب حضرت عمر کا دور آیا تو یزید بن ابی سفیانؓ نے انہیں لکھا:
کہ اہل شام کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے اور شہر کے شہر بھرتے جا رہے ہیں اور انہیں شدید ضرورت ہے کسی ایسے شخص کی جو انہیں قرآن کی تعلیم دے سکے اور دینی امور انہیں سمجھا سکے، تو اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل کریں، میری مدد کیلئے اپنے تین آدمی بھیج دیجئے، تو معاذ بن جبلؓ، عبادہؓ اور ابو الدرداءؓ اس مہم پر روانگی کیلئے تیار ہو گئے، حضرت عمرؓ نے ان سے کہا: اپنی مہم (حمص) شہر سے شروع کرنا، تمہیں مختلف لوگوں سے واسطہ پڑے گا، ان میں سے کچھ ذہین بھی ہوں گے، اگر ایسا دیکھو تو، کچھ لوگوں کو اس کام پر لگا دینا، جب دیکھو کہ وہ قابل اطمینان حد تک سیکھ گئے ہیں، تو تم میں سے ایک وہیں رک جائے، اور دوسرا دمشق اور تیسرا فلسطین کیلئے روانہ ہو جائے!!
یہ تینوں حمص پہنچے اور اس وقت تک وہیں رہے، جب تک کہ ان لوگوں کی طرف سے اطمینان نہیں ہو گیا، پھر عبادۃؓ وہیں ٹھہر گئے اور ابو الدرداءؓ دمشق اور معاذؓ فلسطین کیلئے چلے گئے اور طعونِ "عمواس" کے موقع پر وہیں پر انتقال فرما گئے، جب کہ عبادۃؓ بعد میں فلسطین چلے گئے اور وہیں پر ان کا انتقال ہو گیا اور ابو الدرداءؓ دمشق میں ہی رہے، یہاں تک کہ وہیں انکا وصال ہو گیا۔

(قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۵۰۴)

میرے حلم اور بردباری کی وجہ سے ہی مجھے نصرت ملی

ایک آدمی، المھلبؒ کو خوب برا بھلا کہہ رہا تھا اور بے تحاشہ گالیاں دے رہا تھا، جبکہ وہ بالکل خاموش تھے، اتنے میں ایک آدمی وہاں سے گذرا اور اس نے سب کچھ سن لیا،

اس نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اس بد تمیز آدمی کو اس کی بد تمیزی کی ایسی سزا دی کہ یاد رکھے، پھر مہلبؒ کی طرف متوجہ ہو کر بولا: کیا آپ اپنی مدد خود کر سکتے تھے؟ اپنا بدلہ نہیں لے سکتے تھے؟

تو المہلبؒ نے فرمایا: میرے بھائی، مجھے حلم اور بردباری سے ہی مدد ملی ہے! اگر میں حلم و بردباری کا ثبوت نہ دیتا تو تم میری کبھی مدد نہ کرتے۔ (المختار من نوادر الاخبار: ۱۲۱)

سردار کی خوبیاں

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

سردار وہ ہے، کہ جب اس سے سوال کیا جائے تو وہ سخاوت کا ثبوت دے اور جب اسکے ساتھ نادانی سے پیش آیا جائے تو وہ حلم اور بردباری کا ثبوت دے اور جن کیساتھ رہے ان کیساتھ اچھا سلوک کرے۔ (عیون الاخبار: ۳ ۲۲۵)

کیا تم نے اس کے ساتھ سفر کیا ہے

ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا:

کہ فلاں آدمی بہت بھلا اور نیک آدمی ہے۔

تو آپ نے فرمایا:

کیا تم نے اس کیساتھ سفر کیا ہے؟

تو وہ بولا: نہیں

آپ نے پھر کہا: کیا تمہارے اور اس کے بیچ کبھی جھگڑا ہوا؟

وہ بولا: نہیں

تو آپ نے پھر کہا: کیا کبھی اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی ہے؟

وہ بولا: نہیں

تو آپ نے فرمایا: تو تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتے، شاید تم نے اسے مسجد میں سر اٹھاتے اور جھکاتے دیکھا ہوگا۔ (عیون الاخبار: ۷ ۱۵۸)

میں اس کی نقل کرنا چاہتا ہوں

ابوالحسین بن عیاش القاضیؒ کہتے ہیں:

بغداد میں، میں نے اپنے ایک دوست کو ایک کشتی میں بیٹھے دیکھا، تیز ہوا چل رہی تھی اور کشتی کافی ہچکولے کھا رہی تھی اور ایسے میں وہ بیٹھا ہوا کچھ لکھ رہا تھا، میں نے کہا: ارے بھائی! ایسی جگہ اور ایسے وقت میں؟ تو وہ بولا: دراصل میں ایک لرزہ کے شکار آدمی کی تحریر کی نقل کرنا چاہ رہا ہوں، میں نے کئی بار کوشش کی مگر ہاتھ ناکام ہو گئے، اسی لئے میں جان بوجھ کر اس تیز ہوا میں موجوں کے درمیان ہچکولے کھاتی اس کشتی میں آ کر بیٹھا ہوں، تاکہ میری تحریر مرتعش ہو جائے اور اس کی تحریر جیسی ہو جائے۔ (نشوار المحاضرۃ: ۱ ۶۳)

پیٹ بھرنے سے ڈرتا ہوں

یوسف علیہ السلام سے کہا گیا:

آپ زمین کے خزانوں کے مالک ہوتے ہوئے بھی بھوکے کیوں رہتے ہیں؟

تو آپؑ نے فرمایا: پیٹ بھرنے سے ڈرتا ہوں کہ کہیں بھوکے رہنے والوں کو نہ بھول جاؤں۔ (عیون الاخبار: ۲ ۳۷۴)

میں تم پر ایمان لاتا اور تائید کرتا ہوں

خلیفہ مامون الرشیدؒ کے دورِ خلافت میں ایک آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا اور پھر کہنے لگا کہ وہ ابراہیم الخلیلؑ ہے، تو مامونؒ نے اس سے کہا:

ابراہیم علیہ السلام کے تو بے تحاشہ معجزات تھے، تو وہ آدمی بولا: کیا معجزات تھے؟ انہوں نے کہا: ان کیلئے آگ دہکا کر انہیں اس میں ڈال دیا گیا تھا مگر وہ آگ ان کیلئے ٹھنڈک اور سلامتی کا باعث بن گئی تھی، اب ہم تمہارے لیے آگ جلائیں گے اور تمہیں اس میں جھونک دیں گے، اگر وہ تمہارے حق میں بھی ایسی ہی ثابت ہوئی جیسی کہ ابراہیم علیہ السلام کے حق میں ثابت ہوئی تھی تو ہم تم پر ایمان لے آئیں گے، تو وہ آدمی بولا: اس سے ہلکا

معجزہ چاہیے مجھے! تو مامون نے کہا: تو پھر موسیٰ علیہ السلام کے معجزے دکھاؤ! وہ آدمی بولا: اور ان کے کیا معجزے ہیں؟ مامون نے کہا: انہوں نے جیسے ہی اپنی لاٹھی زمین پر ڈالی تھی وہ چلتے پھرتے سانپ میں تبدیل ہو گئی تھی اور انہوں نے اس لاٹھی سے سمندر پر ضرب لگائی تھی تو وہ دو ٹکڑوں میں بٹ گیا تھا انہوں نے جب اپنا ہاتھ گریبان میں ڈال کر نکالا تھا تو وہ چمکتا ہوا سفید نکلا تھا، تو وہ آدمی کہنے لگا یہ تو پہلے سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

تو مامونؒ نے کہا: تو پھر عیسیٰ علیہ السلام کے معجزے پیش کرو! وہ آدمی بولا: وہ کیا ہے؟ مامونؒ نے کہا: مردوں کو زندہ کر دینا! تو وہ یکدم بولا: بس، بس رک جایئے، میں پہنچ گیا... میں قاضی یحیٰ بن اکثمؒ کی گردن اڑا دیتا ہوں اور پھر اسی لحہ میں انہیں زندہ کر کے دکھادوں گا، تو یحیٰ بن اکثمؒ ایک دم کہنے لگے: میں سب سے پہلے تجھ پر ایمان لاتا اور تیری تائید کرتا ہوں۔ (قصص العرب: ۴/ ۴۳۰)

گفتگو کی چار قسمیں

ابو اسحاق الفزاریؒ نے فرمایا: [1] ابراہیم بن ادہمؒ زیادہ تر خاموش رہا کرتے تھے اور جب گفتگو کرتے تھے تو کافی کھل کر بات کیا کرتے تھے، ایک دن میں نے ان سے کہا: بات کیجئے نا! تو انہوں نے فرمایا: گفتگو کی چار قسمیں ہوتی ہیں، ایک ایسی گفتگو جس سے تم نفع کی امید بھی رکھتے ہو اور اس کے نتیجہ سے ڈرتے بھی ہو، اس سے بچنے میں ہی سلامتی ہے اور ایک ایسی گفتگو جس سے نہ تم کسی فائدہ کی امید رکھتے ہو اور نہ ہی اس کے نتائج سے ڈرتے ہو، تو اس سے بچنے میں کم سے کم یہ فائدہ ہوتا ہے کہ تم اپنے بدن اور اپنی زبان کی ذمہ داری ہلکی کر دیتے ہو اور ایک ایسی گفتگو ہوتی ہے کہ جس سے تمہیں کسی فائدہ کی امید نہیں ہوتی، جبکہ اس کے نتائج سے تم ڈرتے ہو، تو یہ سب سے خطرناک روگ ہوتا ہے اور ایک ایسی گفتگو ہوتی ہے، کہ جس سے تمہیں بھرپور فائدہ حاصل کرنے کی امید ہوتی ہے اور اس کے نتائج بھی اچھے ہوتے ہیں، ایسی گفتگو کو عام کرنا اور سب تک پہنچانا تمہارا فرض بنتا ہے، وہ کہتے ہیں: کہ اس طرح انہوں نے تین تہائی گفتگو کو بیکار قرار دیدیا۔ (عیون الاخبار: ۲/ ۱۸۰)

---

[1] زاہد اور اکابر علماء میں ان کا شمار ہوتا ہے۔

آدمی چار طرح کے ہوتے ہیں

خلیل بن احمدؒ فرماتے ہیں: آدمی چار طرح کے ہوتے ہیں: ایک وہ آدمی جو جانتا ہے اور جانتا ہے کہ وہ جانتا ہے، لہذا اس سے مسائل دریافت کیا کرو۔

اور ایک وہ آدمی جو جانتا تو ہے، مگر اسے یہ پتہ نہیں ہوتا کہ وہ جانتا ہے، ایسا آدمی بھلکڑ ہوتا ہے، سو اسے یاد دلایا کرو۔

اور ایک آدمی جو کچھ نہیں جانتا اور اسے اچھی طرح پتہ ہوتا ہے کہ وہ نہیں جانتا، ایسا آدمی رشد وہدایت کا طلبگار ہوتا ہے، اُسے سکھایا کرو۔

اور ایک آدمی جو کچھ نہیں جانتا اور اس بات سے لاعلم ہوتا ہے کہ وہ کچھ نہیں جانتا، ایسا آدمی جاہل ہوتا ہے، اسے ٹھکرادیا کرو۔ (عیون الاخبار: ۵/ ۱۲۶)

ابن الاکرمین کو مارو

انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ایک روز جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ تشریف فرما تھے، ایک مصری انکی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یا امیر المؤمنین! میں آپکی پناہ کا طلبگار ہوں، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ہم نے تمہیں پناہ دی، بولو تمہارا کیا مسئلہ ہے؟ تو وہ کہنے لگا: میں نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے کے ساتھ گھڑ سواری کا مقابلہ کیا اور آگے نکل گیا تو انہوں نے مجھے کوڑے سے مارنا شروع کر دیا اور یہ کہتے رہے: میں ابن الاکرمین ہوں!

اور جب اس واقعہ کی اطلاع ان کے والد عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ تک پہنچی (جو اس وقت مصر کے گورنر تھے) تو انہیں یہ خدشہ ہوا کہ کہیں میں آپ کے پاس شکایت لیکر نہ پہنچ جاؤں، تو انہوں نے مجھے قید خانے میں ڈال دیا، مگر میں کسی طرح انکی قید سے چھوٹ کر آپ کے پاس چلا آیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کو خط لکھا: اگر تم تک میرا یہ خط پہنچ جائے تو اس سال تم اور تمہارا فلاں بیٹا حج ضرور کریں اور ادھر مصری سے کہا: کہ جب تک وہ لوگ یہاں نہ آجائیں، تم یہیں قیام کرو، عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ آئے اور حج ادا کیا، فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ لوگوں کے مجمع میں تشریف فرما تھے اور آپ کے

قریب ہی عمر بن العاص رضی اللہ عنہ اور ان کے صاحبزادے بھی بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ مصری ایکدم کھڑا ہو گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک دُرّہ اس کی جانب اچھال دیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اس مصری نے عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے بیٹے پر بے تحاشہ دُرّے برسانا شروع کر دیے اور ہم سب کی یہی خواہش تھی کہ وہ اسے مارے، مگر وہ مصری رکا نہیں اور اسے مارے چلا گیا، یہاں تک کہ اس کو اتنا مارا کہ ہم لوگوں کے دل میں یہ خواہش ابھری کہ اب وہ اسے اور نہ مارے، وہ مارتا جارہا تھا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے جارہے تھے، ابن الاکرمین کو مارو! یہاں تک کہ مصری خود کہنے لگا: بس کافی ہو گیا اب مجھے تسلی ہو گئی، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اب عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے سر پر بھی مارو، مگر وہ مصری کہنے لگا: یا امیر المؤمنین، جس نے مجھے مارا تھا میں نے اسے مار کر اپنا بدلہ لے لیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: قسم خدا کی، اگر تم ایسا کرتے بھی تو کوئی تمہیں نہ روکتا، جب تک کہ تم خود ہی نہ رک جاتے اور پھر فرمایا:

اے عمرو رضی اللہ عنہ! تم لوگوں نے کب سے لوگوں کو غلام بنا لیا، جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا تھا۔

(قصص العرب: ۳ ۸)

فاجر، احمق اور جھوٹے انسان سے کبھی دوستی نہ کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: فاجر وبدکار انسان کو کبھی دوست نہ بنانا کہ وہ تمہارے لیے اپنے گناہ کو بنا سنوار کر پیش کرے گا اور چاہے گا کہ تم بھی اس جیسے بن جاؤ اور اپنی بد سے بدتر حرکت کو تمہارے سامنے آراستہ کر کے پیش کرے گا، اس کا تمہارے پاس آنا اور تمہارے پاس سے جانا، تمہارے لیے رسوائی اور بدنامی کا باعث ہوگا۔

احمق انسان سے بھی کبھی دوستی نہ کرنا کہ وہ اپنے آپکو تمہارے لیے بری طرح تھکا دے گا مگر پھر بھی تمہیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے گا اور ہو سکتا ہے کہ وہ تمہارا بھلا کرنے کے چکر میں تمہیں نقصان ہی پہنچا دے، اس کی خاموشی اس کے بولنے سے، اس کی دوری اس کی قربت سے اور اس کی موت اس کی زندگی سے بہتر ہے۔

اور کبھی جھوٹے انسان کو بھی دوست نہ بنانا، کہ اس کے ساتھ زندگی گذارنا

تمہارے لیے کسی طرح بھی سود مند نہیں ہو سکتا، تمہاری باتیں دوسروں تک اور دوسروں کی باتیں تم تک منتقل کرتا ہے، یہاں تک کہ کبھی اگر وہ سچ بھی کہتا ہے تو لوگ اس کا یقین نہیں کرتے۔ (عیون الاخبار: ۷/ ۷۹)

جاحظ اور مکتب کا معلم

جاحظ کہتا ہے:

ایک روز میں ایک شہر میں داخل ہوا کہ وہاں میری ملاقات ایک خوش رُو، خوش لباس معلم سے ہو گئی، میں نے انہیں سلام کیا، تو انہوں نے بہترین طریقہ سے میرے سلام کا جواب دیا اور میرا خیر مقدم کیا، میں ان کے پاس بیٹھ گیا اور پہلے ان کے ساتھ قرآن میں مذاکرہ کیا، تو پتہ چلا کہ وہ اُس میں مہارت رکھتے ہیں، پھر ہم نے فقہ، نحو اور اشعار عرب پر گفتگو کی تو پتہ چلا کہ وہ تو ادیب کامل ہیں، میں نے دل میں کہا: میں ان کے پاس آمد و رفت جاری رکھوں گا۔

پھر ایک دن جب میں اُن سے ملنے کیلئے آیا تو دیکھا کہ مکتب بند ہے اور وہ بھی مجھے نہیں ملے، تو میں نے ان کے بارے میں معلومات کیں، پتہ چلا کہ انکے یہاں کسی کا انتقال ہو گیا ہے اور وہ اس کیلئے بہت افسردہ ہیں اور تعزیت کیلئے آنے والوں کیلئے اپنے گھر میں ہی بیٹھے ہیں۔

میں ان کے گھر گیا اور دروازہ کھٹکھٹایا تو ایک باندی باہر آئی اور پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ میں نے کہا: تمہارے آقا سے ملنا چاہتا ہوں، تو وہ اندر گئی اور پھر باہر آ کر بولی: بسم اللہ کیجئے، میں اندر چلا گیا تو دیکھا کہ وہ بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو اجر عطا فرمائیں، رسول اللہ ﷺ کی ذات میں ہم سب کیلئے اعلیٰ مثال اور بہترین نمونۂ عمل موجود ہے اور ایک نہ ایک دن تو ہر ایک کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے، للہذا صبر کرو۔

پھر میں نے ان سے کہا: کیا وفات پانے والا آپ کا بیٹا تھا؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو میں نے کہا: تو پھر آپ کے والد ہوں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو میں نے کہا: آپ کے بھائی؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو میں نے کہا: تو پھر آپکی بیوی؟ انہوں نے کہا نہیں، تو میں نے کہا: آخر کون تھا وہ؟ وہ بولے: میری محبوبہ! میں نے دل ہی دل میں

سوچا، یہ پہلی عجیب و غریب بات ہے! پھر میں نے کہا: سبحان اللہ! عورتیں تو بہت ہیں، آپ کو اور مل جائے گی تو وہ کہنے لگے: تو کیا تمہارے خیال میں، میں نے اسے دیکھا تھا؟

میں نے سوچا: یہ دوسری عجیب و غریب بات ہوئی! پھر میں نے کہا: تو آپ نے بغیر دیکھے کسی سے عشق کیسے کر لیا؟ تو انہوں نے کہا: ایک دن میں یہاں اس جگہ بیٹھا ہوا کھڑکی سے باہر دیکھ رہا تھا، کہ مجھے کمبل اوڑھے ایک آدمی نظر آیا جو کہہ رہا تھا:

اے ام عمر اللہ تمہیں جزا دے!
جہاں بھی ہو میرا دل مجھے لوٹا دے!
دو دن بعد وہی آدمی وہاں سے یہ کہتا ہوا گذرا!
ام عمر کو لیکر، نہ جانے گدھا گیا کدھر؟
نہ وہ واپس آئیں نہ ہی گدھا آیا نظر!

یوں مجھے پتہ چل گیا کہ وہ مر گئی، مجھے بہت افسوس ہوا اور میں نے مکتب بند کیا اور گھر میں بیٹھ گیا، تو میں نے کہا: اے فلاں! میں نے آپ معلموں کی نادر اور انوکھی باتوں کے بارے میں ایک کتاب لکھی تھی، مگر جب آپ سے ملا تو میں نے وہ کتاب پھاڑنے کا فیصلہ کر لیا تھا، مگر اب تو میں نے اسے برقرار رکھنے کا قطعی فیصلہ کر لیا ہے اور انشاء اللہ سب سے پہلے آپ سے ہی شروع کروں گا۔ (قصص العرب: ۴، ۴۴۱)

وہ ہم نشین جو بوجھ بن جائے

مل گیا وہ ہم نشین، جو بوجھ بن جائے!
تو ہر طرح کی مصیبت تمہارا نصیب بن جائے!
پیچھا نہ کر میرا ہر جگہ ہر سو!
جان چھوڑنے کا میری کیا کیا لے گا تو!
لے لے تو میرا سارا مال!
تیرے لیے ہے سب حلال!

نوچ لے داڑھی میری توڑ دے میری ناک!
چھین لے، جتنے بھی ہیں میرے منہ میں دانت!
شرط ہے نہ تو مجھے دیکھے نہ میں تجھ سے ملوں!
تا قیامت نہ تو مجھ سے بولے، نہ میں کچھ کہوں!

(نزہۃ المجالس ص ۲۳)

تکلیف کی شدت سے سیدھے نہیں ہو سکتے تھے

ابن اسحاقؒ سے منقول ہے کہ سعید بن جبیر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
میں نے ایک دن عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے کہا:
کیا اصحاب رسول ﷺ کی ایذا رسانی میں مشرکین اس حد تک بڑھ جاتے تھے، جہاں ان کو دین ترک کر دینے پر بھی الزام نہیں دیا جا سکتا تھا؟
تو انہوں نے فرمایا:
قسم خدا کی ہاں! ایسا ہی ہوتا تھا، وہ لوگ ان میں سے ہر ایک کو بری طرح مارتے تھے، بھوکا اور پیاسا رکھتے تھے یہاں تک کہ وہ تکلیف کی شدت کے مارے سیدھی طرح بیٹھنے سے بھی قاصر ہوتے تھے، جب تک وہ انکی فتنہ پرور خواہش پوری نہ کر دیتے اور ان کے اس قول کی کہ، لات اور عزیٰ اللہ کے سوا دو معبود ہیں، تائید نہ کر دیتے، اپنی جان بچانے کیلئے۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ: ۶۹)

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لِلَّهِ مِائَةَ رَحْمَةٍ أَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَيْنَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِّ فبها يتعاطفون وبها يتراحمون وبها تَتَعَاطِفُ الْوَحْشُ عَلَى وَلَدِهَا وَأَخَّرَ اللَّهُ تِسْعًا وَتِسْعِينَ رَحْمَةً يَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (مسلم شریف)

اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، جن میں سے صرف ایک رحمت انہوں نے انسانوں، جنات، جانوروں اور پرندوں کے درمیان اتاری ہے، جس سے وہ آپس میں محبت، شفقت اور رحم کا برتاؤ کرتے ہیں اور اسی رحمت کے ذریعہ جنگلی جانور اپنے بچوں پر شفقت کرتے ہیں اور باقی ننانوے رحمتیں انہوں نے اپنے پاس محفوظ رکھی ہیں، قیامت کے دن اپنے بندوں پر رحم کرنے کیلئے۔

(متفق علیہ)

اُس کی مثال بالکل ایسی ہے

ایک آدمی نے ایاس بن معاویہؒ سے کہا: اگر میں نے کھجور کھائی، تو کیا آپ مجھے ماریں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو وہ بولا: اگر میں نے اس کے اوپر ہانڈی بھر پانی پی لیا، تو کیا آپ مجھے ماریں گے؟ انہوں نے کہا: نہیں، تو وہ بولا کھجور کی شراب (نبیذ) ان ہی دونوں کی آمیزش سے بنتی ہے تو پھر حرام کیسے ہو سکتی ہے؟

ایاسؒ نے فرمایا: اگر میں تمہارے اوپر مٹی پھینکوں تو کیا تمہیں چوٹ لگے گی؟

اس نے کہا: نہیں،

تو انہوں نے فرمایا: اگر میں تمہارے اوپر ہانڈی بھر کر پانی انڈیل دوں تو کیا تمہارے جسم کا کوئی حصہ ٹوٹ جائے گا؟ اس نے کہا نہیں، تو انہوں نے فرمایا: اگر میں مٹی اور پانی کو ملا کر ایک اینٹ بناؤں، پھر اسے دھوپ میں سکھاؤں اور پھر اسے تمہارے سر پر دے ماروں تو کیا انجام ہو گا؟

وہ بولا: میرا سر ٹوٹ جائے گا، تو ایاسؒ نے فرمایا: اُس کی مثال اِس جیسی ہے!!

(وفیات الاعیان: ۱ ے ۲۴)

اللہ کے ذکر سے انسیت حاصل ہوتی ہے

شعیب بن حرب فرماتے ہیں:

میں مالک بن مغولؒ[1] کے پاس پہنچا تو وہ کوفہ میں موجود اپنے گھر میں بالکل تنہا بیٹھے

۱۔ مالک بن مغول بن عاصم، امام، محدث ثقہ، ابو عبد اللہ البجلی الکوفی، ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔

ہوئے تھے، میں نے ان سے کہا: کیا اس طرح اکیلے گھر میں آپ کو تنہائی اور وحشت کا احساس نہیں ہوتا؟ تو انہوں نے فرمایا: میں نہیں سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ رہتے ہوئے کسی کو وحشت یا تنہائی کا احساس بھی ہو سکتا ہے۔

شیخ ابو سلیمان الخطابیؒ[1] نے فرمایا: کتنا بلند ہے یہ مقام، کتنا اونچا ہے یہ درجہ اور کتنی عظیم ہے یہ نعمت۔

وہ شخص کبھی وحشت یا تنہائی کا شکار نہیں ہو سکتا جس کا دل اللہ کی محبت سے آباد ہو اور جو اس کے ذکر سے انسیت حاصل کرتا ہو اور جس کی تنہائیاں اس کی مناجات سے مہکتی ہوں اور جس کی یاد میں وہ دوسری ہر شے سے غافل ہو جاتا ہو، اس کیلئے تنہائی انسیت اور خلوت مسرت میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ (العزلۃ ۸۱)

خیر کی زیادتی سراسر خیر ہوتی ہے

ایاس بن معاویہؒ سے کہا گیا: آپ میں اس کے علاوہ اور کوئی عیب نہیں، کہ آپ بولتے بہت ہیں، تو انہوں نے فرمایا: کیا تم لوگ میرے منہ سے صحیح اور اچھی باتیں سنتے ہو یا بری اور غلط؟ تو کہا گیا: بالکل صحیح اور اچھی باتیں سنتے ہیں، تو انہوں نے فرمایا: تو پھر جان لو کہ خیر کی زیادتی سراسر خیر ہوتی ہے۔

(ادب الدنیا والدین ۲۶۹)

میرے بیٹے کو مت بگاڑو

اسحاق بن عبد اللہؒ اپنی دادی ام سلیمؓ سے نقل فرماتے ہیں کہ:

وہ رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئی تھیں، وہ کہتی ہیں: میرے شوہر ابو انس بن مالک جو کہ غیر حاضر تھے، میرے پاس آ کر بولے: کیا تم اپنے مذہب سے پھر گئی ہو؟ تو انہوں نے فرمایا: میں اپنے مذہب سے پھری نہیں بلکہ ایمان لے آئی ہوں۔

پھر وہ حضرت انسؓ کو سکھلاتے ہوئے بولیں:

کہو: لا إلٰه إلّا الله کہو: أشهد أن محمداً رسول الله

---

[1] امام مالک بن مغول کی بات پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا۔

انس رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا تو ان کے والد کہنے لگے : میرے بیٹے کو مت بگاڑو، انہوں نے کہا : میں اسے بگاڑ نہیں رہی، پھر جیسے ہی مالک باہر نکلا اس کی اپنے ایک دشمن سے ملاقات ہو گئی، جس نے مالک کو مار ڈالا، تو ام سلیم رضی اللہ عنہا نے فرمایا : بخدا، میں اس وقت تک دودھ نہیں چھڑاؤں گی، جب تک کہ وہ خود نہ چھوڑ دے اور اس وقت تک نکاح نہیں کروں گی، جب تک کہ انس رضی اللہ عنہ مجھ سے نہیں کہے گا۔

ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے ام سلیم رضی اللہ عنہا کو شادی کا پیغام بھیجا، جبکہ وہ اس وقت مشرک تھے تو انہوں نے انکار کر دیا۔ (سیر اعلام النبلاء : ۲/ ۳۰۵)

وہ ہمارے لیے، یہ چھوڑ گئے ہیں

اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں : جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ سے روانہ ہوئے، تو ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنی کل جمع پونجی، پانچ ہزار یا چھ ہزار بھی اپنے ساتھ لئے، تو میرے دادا ابو قحافہ جو نابینا تھے، میرے پاس آئے اور کہنے لگے : اس نے تو تمہیں اپنے آپ سے اور اپنے مال سے، دونوں سے محروم کر دیا، تو میں نے کہا : نہیں ایسا نہیں ہے، انہوں نے ہمارے لیے بہت کچھ چھوڑا ہے، یہ کہہ کر میں نے بہت سارے پتھر جمع کیے اور انہیں ایک روشن دان میں رکھ کے، اس پر ایک کپڑا ڈھک دیا، پھر ان کا ہاتھ پکڑ کر میں نے اس کپڑے پر رکھا اور بولی : وہ ہمارے لیے یہ چھوڑ کر گئے ہیں، تو انہوں نے کہا : اگر وہ تمہارے لئے یہ چھوڑ کر گئے ہیں تو پھر ٹھیک ہے۔ (سیر اعلام النبلاء : ۲/ ۲۹)

اگر وہ اس سے محبت کرے گا تو اسے عزت دے گا

ایک آدمی، حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا : میری ایک بیٹی ہے، جس کے بہت رشتے آرہے ہیں، مجھے مشورہ دیں، اس کی شادی کس سے کروں؟

تو انہوں نے فرمایا : اس کی شادی اس سے کرو، جو خدا سے ڈرتا ہو، کیونکہ اگر وہ اس سے محبت کرے گا تو اسے عزت دے گا اور اگر اس سے نفرت کرے گا یا ناپسند کرے گا تو اس پر ظلم زیادتی نہیں کرے گا۔ (عیون الاخبار : ۹/ ۱۷)

خوش حالی اور بد حالی میں رہنما

ابو نعیم نے حلیہ میں معاذ بن جبلؓ سے نقل فرمایا: کہ انہوں نے فرمایا: علم حاصل کرو، کیونکہ اسے اللہ کیلئے حاصل کرنا اس کی عظمت کا اعتراف ہے، اس کو طلب کرنا عبادت ہے، اس کا مذاکرہ کرنا تسبیح ہے، اس کی تلاش میں نکلنا جہاد ہے، کسی لاعلم کو سکھانا صدقہ ہے، اپنے گھر والوں پر اسے نچھاور کرنا، نیکی ہے کیونکہ وہ حلال اور حرام کی نشانی ہے، اہل جنت کی راہوں کا مینار ہے، تنہائی اور وحشت کے عالم میں انسیت کا احساس ہے، بے وطنی کی حالت کا ساتھی ہے، خلوت کے عالم میں بات کرنے والے جیسا ہے، خوشحالی اور بد حالی میں رہنما ہے، دشمنوں کے خلاف ہتھیار ہے، دوستوں کے درمیان زینت ہے، اللہ تعالیٰ اس کے ذریعہ قوموں کو بلندی عطا کر کے، انہیں خیر و بھلائی کی قیادت اور امامت سونپتے ہیں، تاکہ ان کے نقشِ قدم پر چلا جا سکے اور ان کے اعمال کو نمونہ بنا کر ان کی تقلید کی جا سکے اور ان کے مشوروں پر عمل کیا جا سکے، ہر خشک و تر اُن کے لیے مغفرت طلب کرتے ہیں، یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں بھی، علم وہ ہے جو خوش نصیبوں کو عطا ہوتا ہے اور بد نصیب لوگ اس سے محروم رہتے ہیں۔ (رواہ ابو نعیم فی الحلیۃ)

امام مالکؒ کا امام شافعیؒ سے سوال کرنا

امام مالکؒ نے امام شافعی کو لکھا: آپ فرض کے بارے میں کیا کہتے ہیں اور فرض کا فرض کیا ہے اور وہ کیا چیز ہے جس سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے اور وہ کون سی نماز ہے جو فرض نہیں اور وہ نماز کون سی ہے جس کو چھوڑنا فرض ہے اور وہ نماز کون سی ہے جو زمین و آسمان کے درمیان ہے؟

تو امام شافعیؒ نے جواب میں لکھا: فرض کے بارے میں قائل کا کہنا ہے کہ وہ پنج وقتہ نمازیں ہیں اور فرض کا فرض وضوء ہے اور وہ چیز جس سے فرض کی تکمیل ہوتی ہے وہ ہے نبی کریم ﷺ پر درود بھیجنا اور وہ نماز جو فرض نہیں وہ ہے بچہ کی نماز بالغ ہونے سے پہلے اور وہ نماز جس کا چھوڑنا فرض ہے وہ ہے نشہ میں مست آدمی کی نماز اور وہ نماز جو زمین اور آسمان کے درمیان ہے وہ ہے سلیمانؑ کی نماز اور وہ نماز جو زمین اور آسمان پر

ہے، وہ ہے رسول اللہ ﷺ کی نماز، معراج کی رات۔ (المختار من نوادر الاخبار: ۲۰۲)

میں ان الفاظ کو مثال بنا کر رکھوں گا

عبد الملک بن مروانؒ کے پاس عقل و ادب سے آراستہ ایک شخص آیا، تو عبد الملک بن مروان نے اس سے کہا: کچھ کہو، تو اس نے کہا: کیا بولوں، جب کہ آپ جانتے ہیں کہ بولنے والے کے منہ سے نکلا ہر لفظ اس کیلئے وبال بن جاتا ہے اگر وہ اللہ تعالیٰ کیلئے نہیں ہوتا؟

یہ سن کر عبد الملک بن مروان رو پڑے اور کہنے لگے: اللہ تعالیٰ تم پر اپنی رحمتیں نازل فرمائیں، کیا ابھی تک ایسے لوگ موجود ہیں، جو وعظ و نصیحت کرتے ہیں؟ تو وہ آدمی بولا: یا امیر المؤمنین! قیامت کے دن لوگوں کو ایسے چکر سے واسطہ پڑے گا (یعنی حالات سے) کہ جس کی کڑواہٹ کے پھندوں اور اس میں نظر آنے والی ہلاکت سے صرف وہی بچ سکے گا جس نے اپنے آپ کو ناخوش کر کے اللہ کو راضی کیا ہوگا، یہ سن کر عبد الملک پھر رونے لگے اور کہا: بخدا، میں تازندگی ان الفاظ کو اپنا نصب العین بنا کر رکھوں گا۔ (محاسبۃ النفس: ۱۲۱)

غلط فہمی کا نتیجہ

امام شافعیؒ، نہایت خوشبودار آدمی تھے، ان کا غلام ہر روز عطر کا مجموعہ لیکر آتا اور اس ستون پر لگاتا، جہاں وہ بیٹھا کرتے تھے، ان ہی کے پاس ایک صوفی منش آدمی بیٹھا کرتا تھا، جو (الشافعی البطال) کہلایا جاتا تھا اور کہتا تھا: یہ باطل ہے اور یہ باطل ہے۔

ایک دن اس نے اپنی مونچھوں پر گندگی لگائی اور امام شافعیؒ کے حلقہ میں آکر بیٹھ گیا، امام شافعیؒ کی ناک سے جو بو ٹکرائی تو انہیں بہت ناگواری کا احساس ہوا، انہوں نے سب سے کہا: اپنے اپنے چپلوں کا جائزہ لو، تو لوگوں نے کہا:

ہمیں تو کچھ بھی نظر نہیں آتا ابا عبد اللہ! تو انہوں نے کہا: ایک دوسرے کو سونگھو اور اس طرح انہیں اس آدمی کا سراغ مل گیا، انہوں نے کہا: ابا عبد اللہ یہ ہے وہ آدمی، تو امام شافعیؒ نے اس سے کہا: تم نے ایسا کیوں کیا؟

تو بولا: میں نے آپ کا غرور و تکبر دیکھا تو میں نے چاہا کہ میں اللہ تعالیٰ کے سامنے تواضع اور انکساری کا اظہار کروں۔

امام شافعیؒ نے فرمایا :

اسے عبد الواحد کے پاس لیکر چلے جاؤ (جو کہ تھانیدار تھا) اور اس سے کہو : ابو عبد اللہ نے کہلوایا ہے کہ اسے قید میں رکھو، جب تک کہ ہم فارغ نہ ہو جائیں۔

پھر جب شافعیؒ وہاں سے نکلے ، اس آدمی کو بلوایا اور اسے تیس یا چالیس دُرّے لگائے اور کہا : یہ سزا ہے ، مسجد میں گندگی کے ساتھ قدم رکھنے اور بغیر پاکی کے نماز پڑھنے کی۔ (العزلۃ : ۲۲۳)

یہ اُس دن کیلئے

کہا جاتا ہے کہ ایک اعرابی حضرت عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا :

اے عمر بھلا ہو آپکا جنت ہو آپکو عطا!
میری بیٹیوں اور ان کی ماں کو کپڑے کیجئے عطا!
اس زمانے میں ہماری حفاظت کیجئے!
قسم ہے آپ کو ہم پر عنایت کیجئے!

حضرت عمرؓ نے فرمایا : اور اگر میں نے ایسا نہیں کیا تو کیا ہو گا ؟

تو وہ اعرابی بولا : اے باحفص، میں چلا جاؤں گا۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا : اگر تم چلے گئے تو کیا ہو گا ؟

تو وہ اعرابی بولا :

قسم خدا کی آپ سے کیا جائے گا سوال!
جس دن کرے گا فیصلہ خدائے ذوالجلال!
دونوں کے درمیان کھڑے ہوں گے محترم!
ایک طرف جنت ہوگی تو دوسری طرف جہنم!

یہ سن کر حضرت عمرؓ اتنا روئے کہ آپؓ کی ریشِ مبارک تر ہو گئی اور پھر اپنے غلام سے کہا : اسے میری یہ قمیض دیدو، اُس دن کیلئے۔

اس کے اشعار کی وجہ سے نہیں، کہ قسم خدا کی میرے پاس اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہے۔ (سیرۃ عمر : ۱۶۶)

حُسنِ توجہ

ایک حکیم کے حکیمانہ اقوال میں سے ہے: جب جاہلوں کیساتھ بیٹھو تو ان کی باتیں غور اور توجہ سے سنو اور جب علماء کے ساتھ بیٹھو تو ان کی باتیں غور اور توجہ سے سنو، کہ جاہلوں کی باتیں توجہ سے سننے میں تمہارے حلم اور قوت برداشت میں اضافہ ہوگا اور علماء کی باتیں توجہ سے سنو گے تو تمہارے علم میں اضافہ ہوگا۔ (ادب الدنیاوالدین: ۲۶۷)

خاموشی جاہل کا پردہ ہوتا ہے

ابی یوسف الفقیہؒ کے بارے میں ہے کہ: ایک آدمی ان کے پاس بیٹھا تھا مگر خاموش رہتا تھا، ایک دن ابو یوسفؒ نے اس سے کہا: کیا کوئی سوال نہیں کرو گے؟ تو وہ بولا: بالکل کروں گا، روزہ دار افطار کب کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا: جب سورج غروب ہو جائے، تو وہ بولا: اور وہ آدھی رات تک بھی غروب نہ ہوا تو؟ ابو یوسفؒ کے لبوں پر بے اختیار مسکراہٹ بھر آئی اور انہوں نے جریر کے دادا (الخطفی) کے یہ اشعار پڑھے:

تعجب ہے، جاہل اپنی قیمت گنواتا ہے کیوں؟
اور علم رکھنے والا خاموش رہ جاتا ہے کیوں؟
خاموشی جہالت کا پردہ ہے لیکن!
انسان کی عقل کا تقاضہ ہے کہ وہ بات کرے!

(ادب الدنیاوالدین: ۲۶۶)

اگر اچھا کروں تو میری مدد کرنا

ابن سعدؒ نے عروہؒ کے بارے میں نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: جب ابو بکرؓ نے منصب خلافت سنبھالا تو لوگوں میں خطبہ دیا، پہلے تو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا اور اس کی تعریف بیان کی پھر فرمایا:

امابعد! اے لوگوں! مجھے تم لوگوں کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، جبکہ میں تم میں سب

سے بہتر نہیں ہوں، مگر قرآن نازل ہو چکا اور نبی کریم ﷺ نے سنتیں مقرر فرما دیں، ہم لوگ یہ جان چکے ہیں، کہ داناترین دانائی تقویٰ میں ہے اور احمقانہ ترین حماقت فجور و بدکاری میں ہے، تم میں سے میرے نزدیک قوی ترین آدمی ایک کمزور شخص ہے، جب تک کہ میں اسے اس کا حق نہ دلادوں اور میرے نزدیک کمزور ترین شخص ایک قوی آدمی ہے، جب تک کہ میں اس سے حقدار کا حق وصول نہ کرلوں، اے لوگوں! میں اتباع کرنے والا پیروکار ہوں ،بدعت ایجاد کرنے والا نہیں، اگر میں اچھا کام کروں تو تم لوگ میری مدد کرنا اور اگر میں اپنی راہ سے بھٹک جاؤں تو تم لوگ مجھے سیدھی راہ دکھا دینا، اپنی یہ بات کہہ کر، میں اپنے اور تمہارے لیے اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرتا ہوں۔ (قبسات من حیاۃ الصحابۃ : ۲۷)

خالص خوبیاں

حضرت عائشہؓ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ فرماتی تھیں :

خالص خوبیاں دس ہیں، جو آدمی میں ہوتی ہیں، مگر اس کے باپ میں نہیں ہوتیں، غلام میں ہوتی ہیں، اس کے آقا میں نہیں ہوتیں، اللہ تعالیٰ جسے چاہیں عطا کر دیں : صدقِ کلام، سچی قوت، سائل کو نوازنا، اچھے کارناموں پر انعام دینا، صلہ رحمی کرنا، امانت کی حفاظت کرنا، پڑوسی کو پناہ دینا، دوست کو پناہ دینا، مہمان کا اکرام کرنا اور ان میں سر فہرست ہے شرم وحیا۔ (المنتقی : ۶۳)

کبھی کبھی دنیا دیتی ہے دھوکہ

کسی شاعر نے کہا :

آسان ہو جاتا معاملہ گر خدا چاہے!
ہر سختی نرم پڑ جاتی ہے گر خدا چاہے!
کتنے ضرورتمندوں کو ہر دم پر پل رہتی ہے ضرورت!
اور کتنے مایوس ہوتے ہیں جن کو مل جاتی ہے بشارت!
کتنے ہی خوفزدہ بن جاتے ہیں ڈرانے والے !
غریب امیر ہو جاتے ہیں مٹھاس بن جاتی ہے کڑواہٹ!

کبھی کبھی دنیا دیتی ہے دھوکہ!
امیر غریب بن جاتا ہے اور غریب پہن لیتا ہے لبادہ امیری کا!
کتنی ہی زندگیوں کو دھند لاتے ہوئے دیکھا ہے!
اور کتنے ہی گدلے چشموں کو جھلملاتے ہوئے دیکھا ہے!

(الفرج بعد الشدۃ: ۵ ۱۲)

میری تین باتیں یاد رکھنا

روایت ہے کہ عباس بن عبد المطلبؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہؓ سے فرمایا: میرے بیٹے، میں دیکھتا ہوں کہ امیر المؤمنین تمہیں بہت قریب رکھتے ہیں، لہٰذا میری یہ تین باتیں یاد رکھنا: کبھی ان کا کوئی راز افشا نہیں کرنا، کبھی ان سے جھوٹ مت بولنا اور کبھی ان کے پاس بیٹھ کر کسی کی غیبت مت کرنا۔ (المنتقی: ۱۴۸)

آزمائشوں کے اوقات مقرر ہوا کرتے ہیں

ایک اعرابی امیر المؤمنین علیؓ کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا: میں آزمائش میں مبتلا ہوں، مجھے کچھ بتا دیجئے کہ جس سے میں نفع حاصل کر سکوں۔

تو آپؓ نے فرمایا: اے اعرابی، آزمائشوں کے اوقات مقرر ہوا کرتے ہیں اور ان کے مقاصد ہوتے ہیں، آزمائشوں کے دوران، قبل اس کے کہ اللہ تعالیٰ اسے دور فرما دیں، بندے کی جدوجہد اس میں اضافہ کا باعث ہوتی ہے، حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

إِنْ أَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كَاشِفَاتُ ضُرِّهِ أَوْ أَرَادَنِي بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكَاتُ رَحْمَتِهِ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۞

(الزمر: ۳۸)

اگر خدا مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ مجھے خدا ہی کافی ہے۔ بھروسہ کرنے والے اسی پر بھروسہ رکھتے ہیں۔

لیکن اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرو اور صبر سے کام لو اور کثرت سے استغفار کیا کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے صبر کرنے والوں سے ہر طرح کی خیر و بھلائی کا وعدہ فرمایا ہے۔اور فرمایا ہے:

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ إِنَّهُ كَانَ غَفَّارًا ۞ يُّرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا ۞ وَّيُمْدِدْكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ جَنَّاتٍ وَّيَجْعَلْ لَّكُمْ أَنْهَارًا ۞ (نوح:۱۰:۱۲)

اپنے پروردگار سے معافی مانگو کہ وہ بڑا معاف کرنے والا ہے۔وہ تم پر آسمان سے لگا تار مینھ برسائے گا۔اور مال اور بیٹوں سے تمہاری مدد فرمائے گا اور تمہیں باغ عطا کرے گا اور (ان میں) تمہارے لیئے نہریں بہادے گا

وہ آدمی وہاں سے چلا گیا، تو حضرت علیؓ نے فرمایا:

خدا کی طرف سے گر مدد نہ آئے تو!
جدوجہد کا صلہ تو مل ہی جائے گا!

(الفرج بعد الشدۃ: ۱/ ۱۷۷)

حسنِ ادب

مالک بن مغولؒ فرماتے ہیں: میں طلحہ بن مصرف کے ساتھ جارہا تھا کہ سامنے ایک تنگ گلی آگئی، میں انہیں راستہ دینے کیلئے پیچھے ہٹ گیا اور وہ آگے بڑھ گئے، پھر میری طرف دیکھتے ہوئے بولے:

اگر مجھے پتہ چل جائے کہ تم مجھ سے ایک دن یا ایک رات بھی بڑے ہو تو میں کبھی تم سے آگے نہ چلوں۔ (المنتقی: ۷۹)

ہر معاملہ سپردِ خدا ہوتا ہے

ایک شاعر نے کہا:

مخلوق کا ہر معاملہ سپردِ خدا ہوتا ہے!
مخلوق کے ہاتھ میں کچھ نہیں ہوتا ہے!

زمانے نے جب بھی ستایا ہے مجھ کو!
برا بھلا میں نے سنایا ہے وقت کو!

اذیتوں نے بڑھ بڑھ کے، فراخ گیا میرا سینہ!
جبکہ پہلے تنگیوں نے مشکل کیا تھا میرا جینا!

لوگوں سے مایوس میں بیشک ہوا!!
مگر رحمت پہ خدا کی کبھی نہ شک ہوا!

(الفرج بعد الشدۃ ۵: ۱۳)

چغل خوری سے پاک ہے

ایک آدمی نے دوسرے آدمی کے ہاتھوں اپنا ایک غلام فروخت کرتے ہوئے اس کسے کہا: یہ چغل خوری سے پاک ہے، تو اس نے اسی بات پر اسے خرید لیا۔

ایک دن وہ غلام اپنی مالکن کے پاس آیا اور بولا:

تمہارا شوہر تم سے محبت نہیں کرتا اور کسی اور کو تمہارے مقابلہ میں چن کر اس سے شادی کرنے کا ارادہ رکھتا ہے، کیا تم چاہتی ہو کہ وہ صرف تمہیں چاہے؟

تو وہ بولی: ہاں میں یہی چاہتی ہوں، تو وہ بولا: یہ استرا لے جاؤ اور اِس سے اُس کی داڑھی کے نیچے کے چند بال کاٹ کر اُسے اِس سے دھونی دو، اور پھر اس کے شوہر کے پاس آکر بولا:

تمہاری عورت بدکار ہے اور دوسرے مردوں سے اس کی دوستی ہے وہ تمہیں قتل کرنے والی ہے، کیا تم میری بات کی سچائی کا اندازہ لگانا چاہتے ہو؟ تو وہ بولا: ہاں، میں دیکھنا چاہتا ہوں، تو غلام نے اس سے کہا: تم سوتے بن جاؤ! پھر جیسے ہی اس کی بیوی اُس کی داڑھی کے بال استرے سے کاٹنے کیلئے آئی، وہ سمجھا کہ وہ اسے قتل کرنے آئی ہے تو اس نے ایک دم اُسے پکڑ کر قتل کر دیا، بعد میں اس عورت کے رشتہ داروں نے اس آدمی کو قتل کر دیا۔ (روضۃ العقلاء: ۱۷۹)

اللہ تعالیٰ کے یہاں سے مدد آئے گی

ابن شہاب الزھریؒ، نہایت سخی اور فیاض شخص تھے، جو کوئی ان کے در پر آتا، خالی ہاتھ کبھی نہ جاتا، یہاں تک کہ اگر ان کے پاس دینے کیلئے کچھ نہ بچتا تو وہ اپنے دوستوں سے اُدھار لیکر سائل کو دیتے اور ان کے دوست بھی انہیں ہنسی خوشی اُدھار دے دیتے، مگر، ان کے پاس بھی دینے کیلئے، اگر کچھ نہ بچتا تو وہ قسم کھا کر انہیں یقین دلاتے کہ ان کے پاس کچھ نہیں بچا، پھر وہ اپنے غلاموں سے ادھار مانگتے اور کہتے: اے فلاں! جیسا کہ تم جانتے ہو، مجھے ادھار کی ضرورت ہے اور میں تمہیں ایک کا دوگنا دوں گا جیسا کہ تمہارے علم میں ہے، تو وہ انہیں ادھار دیتے اور انہیں اس میں کوئی حرج محسوس نہ ہوتا اور اگر کبھی ایسا ہوتا کہ ان کے دروازے پر سائل موجود ہوتا اور ان کے پاس کہیں سے بھی کوئی انتظام نہ ہو پاتا تو وہ اس سے کہتے: اطمینان رکھو، اللہ کے یہاں سے ضرور مدد آئے گی اور پھر اللہ تعالیٰ ان کے صبر و تحمل کے بقدر ان کے لیے غیب سے انتظام فرما دیتے۔ (المنتقی: ۱۳۴)

نیکی دیکھو تو اس پر فوراً عمل کرو

ابن جریرؒ سے منقول ہے کہ:

حضرت علیؓ نے مصبِ خلافت سنبھالنے کے بعد جو پہلا خطبہ دیا تو اس میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء بیان کرنے کے بعد فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے رُشد و ہدایت کا پیکر ایک کتاب نازل فرمائی، جس میں نیکی اور بدی وضاحت سے بیان فرمادیں، تو تم لوگوں کے چاہیے کہ نیکی پر عمل کرو اور بدی سے پرہیز کرو، اللہ تعالیٰ کیلئے اس کے مقرر کردہ فرائض ادا کرو، حق تعالیٰ تمہیں جنت سے نوازیں گے، اللہ تعالیٰ نے کچھ حرمتیں مقرر فرمائی ہیں، جو ڈھکی چھپی نہیں ہیں اور ان میں مسلمان کی حرمت کو سب سے افضل قرار دیا، اور مسلمان وہ ہے، کہ جس کے ہاتھ اور زبان سے لوگ محفوظ رہیں، علاوہ حق کے معاملہ کے، کسی مسلمان کو اذیت دینا کسی طرح بھی جائز نہیں، علاوہ ان موقعوں کے جہاں پر ایسا کرنا ضروری ہو، عوام الناس سے سبقت حاصل کرنے کی کوشش کرو، کہ لوگ تمہارے سامنے ہیں اور قیامت

تمہارے تعاقب میں چلی آرہی ہے، ہلکے پھلکے رہو، جلدی پہنچ جاؤ گے، کہ لوگوں کے انتظار میں رہنے والا سب سے آخر میں رہ جاتا ہے، اللہ کی زمین اور اس کے بندوں کے معاملے میں تقویٰ اللہ اختیار کرو، تم لوگ ذمہ دار ہو، جانوروں اور پرندوں کے بھی۔

اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اس کی نافرمانی سے بچو، نیکی دیکھو تو اس پر عمل کرو اور بدی کو دیکھو تو اس سے بچو اور یاد کرو جب تم لوگ اس زمین پر کمزور سمجھے جاتے تھے۔

(قبسات من حیاۃ الصحابۃ ۳)

میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا

امیمہ بنت رقیقہؓ فرماتی ہیں:

نبی کریم ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی غرض سے آنے والی خواتین کے ساتھ میں بھی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور ہم نے کہا: یارسول اللہ ہم بیعت کرتے ہیں آپ ﷺ کے ہاتھ پر کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے، چوری نہیں کریں گے، اپنے بچوں کو قتل نہیں کریں گے اور اپنے ہاتھوں اور پیروں کے درمیان کسی جھوٹ کی تخلیق نہیں کریں گے اور کسی بھی نیک کام میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہیں کریں گے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: (جس چیز میں تم لوگ قدرت اور استطاعت رکھتی ہو) تو ہم نے کہا: اللہ اور اس کے رسول ہم پر ہم سے زیادہ مہربان ہیں، آیئے یارسول اللہ ہم آپ ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کریں، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا، بلکہ جو کچھ میں سو عورتوں سے کہتا ہوں، وہی میں ایک عورت سے کہتا ہوں''۔ (الاصابۃ: ۴ ۲۴۰)

ان دونوں نے غیبت پر افطار کیا

نبی کریم ﷺ نے سب کو ایک دن کے روزے کا حکم دیا اور فرمایا:

تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک افطار نہ کرے، جب تک کہ میں اسے حکم نہ دوں۔

سب لوگوں نے روزہ رکھ لیا، یہاں تک کہ شام ہو گئی، پھر یہ ہونے لگا کہ ہر آدمی

آتا اور کہتا:

یارسول اللہ، اگر آپ ابھی تک روزہ سے ہیں، تو پھر مجھے اجازت دیجئے تاکہ میں افطار کرلوں، آپ ﷺ ہر آدمی کو اجازت دیتے چلے گئے، یہاں تک کہ آدمی آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور بولا: یارسول اللہ آپ ﷺ کے خاندان کی دو لڑکیاں ابھی تک روزہ سے ہیں اور وہ دونوں آپ ﷺ کے پاس آتے ہوئے شرماتی ہیں، تو آپ ﷺ انہیں اجازت دید یجئے کہ وہ افطار کرلیں، آپ ﷺ نے اس سے منہ پھیر لیا اور اس کی بات کو نظر انداز کردیا، اس نے پھر وہی بات دہرائی، آپ ﷺ نے پھر اسے نظر انداز کردیا، اس نے پھر اپنی بات دہرائی، مگر آپ ﷺ نے پھر اسے نظر انداز کردیا، اس نے پھر اپنی بات دہرائی، مگر آپ ﷺ نے پھر اسے نظر انداز کردیا اور فرمایا:

ان دونوں نے روزہ نہیں رکھا اور وہ روزہ دار ہو بھی کیسے سکتا ہے، جو آج دن بھر لوگوں کا گوشت کھاتا رہا ہو، جاؤ اور انہیں حکم دو کہ اگر ان کا روزہ تھا تو قے کردیں۔

وہ آدمی اُن دونوں لڑکیوں کے پاس گیا اور انہیں یہ بات بتائی، تو ان دونوں نے قے کردی، ہر ایک کے منہ سے خون کا ایک ایک لوتھڑا نکلا، وہ آدمی نبی کریم ﷺ کی خدمت میں واپس آیا اور ساری بات بتادی، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"قسم اس کی کہ جس کے قبضے میں میری جان ہے، اگر وہ ان کے پیٹ میں رہتے تو اُن دونوں کو آگ کھالیتی"۔ (رواہ احمد ابوداود)

مگر مصیبت کے وقت آتے نہیں نظر

عثمان بن عمر الانصاریؒ کہتے ہیں:

حفاظت کرو اپنی اس طرح کہ بچ جائے تمہارا وجود!
سلامتی تمہارا مقدر ہوگی اور تعریفیں تمہارا نصیب!
لوگوں سے دوستی بس ایک حد تک ہی کرنا!
چاہے زمانہ ہو جائے تنگ، یا جفا کرے تمہارا حبیب!
تنگ ہے رزق آج تو صبر کرو کل تک!

ہو سکتا ہے دور ہو جائیں، مصیبتیں تمہاری عنقریب!
دل کا غنی ہی امیر ہے، چاہے کم ہو دولت!
امیری میں بھی ملتی ہے ذلت، ہو، جو کوئی دل کا غریب!
متلون مزاج آدمی کی دوستی نہیں اچھی....!
کیونکہ ہوا کے ساتھ ساتھ، رخ بدل لیتا ہے وہ!
گنتی میں دوست تمہارے ہونگے بے شمار!
بوقت مصیبت کسی ایک کا بھی ہوتا نہیں دیدار!

(تالی کتاب وفیات الاعیان : ۱۴)

تمہیں ایک عمدہ لڑکے کی بشارت دی جاتی ہے

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں، مہاجرین اور انصار، دونوں جمع تھے کہ حضرت ابو بکر الصدیق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

قسم ہے آپ کے ساتھ کی یا رسول اللہ کہ میں نے ہرگز کسی بُت کے آگے سجدہ نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آ گیا اور فرمایا:

آپ کہتے ہیں کہ: قسم ہے آپ کے ساتھ کی یا رسول اللہ، میں نے ہرگز کسی بت کے آگے سجدہ نہیں کیا، جبکہ زمانۂ جاہلیت میں فلاں فلاں سال تم ایسے تھے؟

تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

وہ ایسا ہوا تھا، کہ جب میں بالغ ہونے کے قریب تھا تو (ابو قحافہ) نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے صنم خانے میں لے گئے اور مجھ سے کہا یہ تمہارے عظیم الشان خدا ہیں، انہیں سجدہ کرو اور پھر وہ مجھے وہاں چھوڑ کر خود چلے گئے۔

میں ایک بت کے قریب گیا اور اس سے کہا: میں بھوکا ہوں، مجھے کھانا کھلاؤ، مگر اس نے کوئی جواب نہیں دیا، پھر میں نے کہا: میں پیاسا ہوں، مجھے پانی پلاؤ، مگر اس نے کوئی جواب نہ دیا، پھر میں نے اس سے کہا: میں بے لباس ہوں، مجھے کپڑے دو، مگر اس نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا: میں یہ پتھر تمہارے

اوپر پھینکنے جارہا ہوں، اگر تم واقعی خدا ہو تو اپنا بچاؤ کرو، مگر اس نے پھر بھی کوئی جواب نہیں دیا تو میں نے وہ پتھر اسے دے مارا اور وہ اوندھے منہ زمین پر گر گیا، اسی وقت میرے والد وہاں آگئے، انہوں نے پوچھا میرے بیٹے، یہ کیا ہو رہا ہے؟

"میں نے کہا جو آپ دیکھ رہے ہیں"۔

وہ مجھے لیکر میری ماں کے پاس آئے اور انہیں سارا واقعہ کہہ سنایا، تو انہوں نے کہا: اسے کچھ نہ کہو، یہ وہ ہے کہ جس کیلئے اللہ تعالیٰ نے مجھ سے سرگوشی کی تھی.. میں نے کہا: امی حضور! اللہ تعالیٰ نے سرگوشی میں آپ سے کیا کہا تھا؟

تو وہ بولیں: جب تمہاری ولادت کا وقت قریب آیا تو اس وقت میرے پاس کوئی نہ تھا، کہ اچانک میں نے کسی کو سرگوشی کرتے سنا، آواز آرہی تھی مگر کوئی نظر نہیں آرہا تھا، وہ آواز کہہ رہی تھی:

اے اللہ کی بندی! تمہیں ایک عمدہ لڑکے کی بشارت دی جاتی ہے، آسمان میں اس کا نام صدیق ہے۔ (قصص العرب ۱: ۳۴۷)

تین نے مجھے رُلایا اور تین نے مجھے ہنسایا

ابو الدرداءؓ نے فرمایا:

تین نے مجھے رُلایا اور تین نے مجھے ہنسایا: مجھے ہنسایا، دنیا سے امید رکھنے والے اس شخص نے کہ موت جس کی طلبگار تھی اور غافل نے کہ جس سے کوئی غافل نہیں تھا اور اس بھرپور ہنسنے اور قہقہے لگانے والے نے کہ جس کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی اور خوش ہیں یا ناراض ہیں۔

مجھے رلایا، احباب کی جدائی نے (محمد ﷺ اور ان کے ساتھیوں کی جدائی) اور جاننے والے قوی اور غالب کے ڈرنے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور اس دن پیش ہونے کے خیال نے، جس پر راز کھل جاتا ہے، اور پھر مجھے یہ پتہ نہ ہو کہ جنت ملے گی یا دوزخ۔

(عیون الاخبار ۲: ۳۵۹)

میں نے اس دن سے بھی زیادہ گرم دن کیلئے روزہ رکھا ہے

ایک سال حجاج نے فریضہ حج ادا کیا اور پانی کے ایک چشمہ کے کنارے پڑاؤ ڈال کر کھانا لانے کا حکم دیا اور اپنے دربان سے کہا: جاؤ اور دیکھ کر ایک ایسا آدمی میرے پاس لے آؤ جو میرے ساتھ کھانے میں شامل ہو اور میں اس سے کچھ پوچھوں۔

دربان نے باہر نکل کر نظر دوڑائی تو اسے ایک اعرابی نظر آیا جو دو چادریں لپیٹے سو رہا تھا، اس نے پاؤں سے اسے ٹھوکر ماری اور کہا: امیر بلاتے ہیں۔

وہ اعرابی آیا تو حجاج نے کہا: ہاتھ دھو کر میرے ساتھ کھانا کھاؤ، تو وہ بولا: مجھے اُس نے دعوت دی ہے جو تم سے کہیں بہتر ہے اور میں نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے، تو حجاج نے کہا: تمہیں کس نے دعوت دی ہے؟ وہ اعرابی بولا: اللہ تعالیٰ نے مجھے روزے کی دعوت دی اور میں نے روزہ رکھ لیا، تو حجاج بولا: ایسے شدید گرمی والے دن میں! تو وہ بولا: ہاں، میں نے اس دن سے بھی زیادہ گرم دن کیلئے روزہ رکھا ہے، تو حجاج نے کہا: افطار کر لو اور کل روزہ رکھ لینا، تو وہ اعرابی بولا: بشرطیکہ تم کل تک میرے زندہ رہنے کی ضمانت دے سکو، تو حجاج نے کہا: یہ میرے بس میں نہیں۔

تو وہ بولا: تو پھر تم مجھ سے آخرت کے بدلے دنیا کیسے طلب کر رہے ہو، جو کہ تمہارے بس میں نہیں؟ تو حجاج نے کہا: بہت مزیدار کھانا ہے، تو وہ بولا: نہ تو تم نے اسے مزیدار بنایا ہے، نہ روٹی بنانے والے نے، بلکہ اسے عافیت نے مزیدار بنایا ہے۔

(قصص العرب ۲: ۳۱۳)

آنے والے دن کی فکر مت کرو

حضرت علیؓ نے فرمایا: اے ابن آدم! آج کے دن کے مقابلے میں اس دن کی فکر مت کرو جو ابھی آیا ہی نہیں، اگر وہ تمہارے حق میں ہو گا تو تمہارا رزق لیکر آئے گا اور یہ بات اچھی طرح جان لو، کہ تم جو کچھ بھی اپنی طاقت سے زیادہ کماتے ہو، وہ صرف دوسروں کیلئے جمع کرتے ہو۔ (عیون الاخبار: ۲ /۱۷۳)

میرا رزق کہاں سے آئے گا

مکحولؒ نے فرمایا: رحم مادر میں بچہ نہ کچھ طلب کرتا ہے، نہ غمگین ہوتا ہے اور نہ فکر مند ہوتا ہے، اس وقت اللہ تعالیٰ اس کی نال کے ذریعہ اسے رزق عطا کرتے ہیں، شکم مادر میں اس کی غذا، ماں کے حیض کا خون ہوتا ہے، کہ اس کے بعد حاملہ عورت کو حیض نہیں آتا، پھر جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو جگہ کی اجنبیت کی وجہ سے چیختا چلاتا ہے، اس وقت اس کی نال کاٹ دی جاتی ہے اور اس کا رزق اس کی ماں کی چھاتی میں منتقل ہو جاتا ہے، پھر وہ رزق اُس چیز میں منتقل ہو جاتا ہے، جو اُس کیلئے بنائی جاتی ہے اور وہ اپنے ہاتھ سے اسے کھاتا ہے، یہاں تک کہ وہ جب بڑا ہو جاتا ہے تو کہتا ہے: میرا رزق کہاں سے آئے گا! تعجب ہے! تجھے تیری ماں کے پیٹ اور اس کی گود میں رزق ملتا رہا اور جب تو جوان ہو گیا، تو کہتا ہے. اب تو موت اور ہلاکت کے سوا کچھ نہ رہا، آخر میرا رزق کہاں سے آئے۔

اور پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ أُنثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْأَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ

خدا ہی جانتا ہے اس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف) ہے (الرعد: ۸)

(عیون الاخبار، ۶، ۳۶۴)

تم شرط جان چکے ہو

جب ابن المدبر کو اپنی مدح سرائی کرنے والے کسی شاعر کا شعر پسند نہ آتا تو وہ اپنے غلام سے کہتا: اسے جامع مسجد لے جاؤ اور اس وقت تک اسے نہ چھوڑنا، جب تک کہ یہ سو رکعتیں نہ پڑھ لے! پھر اسے جانے دینا۔

یہ جان لینے کے بعد، شاعر حضرات اس سے کترانے لگے، علاوہ جید شعراء کے، ایک دن (ابو عبد اللہ الحسین بن عبد السلام) المصری، اس کے پاس آئے اور شعر کہنے کی اجازت طلب کی، تو وہ بولا: تم شرط جان چکے ہو؟ تو انہوں نے کہا: جی ہاں۔

اور یہ اشعار پڑھے:

کرنے آئے ہیں اہل حسن کی مدح سرائی!
کاش کریں وہ ہماری عزت افزائی!
کہا ہم نے کہ انس و جن میں سب سے اونچی ذات!
ہتھیلیوں سے انکی نکل کر بہتے ہیں دجلہ اور فرات!
کہا گیا کہ مدح سرائی کرتے ہیں وہ قبول مگر!
نمازوں کی شکل میں شعراء کرتے ہیں سوغات وصول مگر!
میں نے کہا، میرے بچوں کو کیا دے گی میری نماز!
فائدہ جبھی ہے، جب ان کو ملے آپ کی نیاز!
صلاۃ کے زبر کو، جو کردیں گے آپ زیر!
تو صلاۃ میری بن جائے گی صلہ آپکا میرے لئے

ابن المدبر کو ہنسی آگئی اور انہیں یہ اشعار دلچسپ لگے، کہا: تم نے یہ کہاں سے سیکھا، انہوں نے کہا: ابی تمام کے اس شعر سے:

اس حمام[1] کے زبر کو گر زیر کر دیا جائے
تو یہ معصوم سا حَمام بن جائے گا حِمام[2]

یہ سن کر ابن المدبّر نے شاعر کو خوب نوازا۔

(قصص العرب: ۳ ۳۰۲)

تمہیں سردار بنانے والے نے غلطی نہیں کی

کہا جاتا ہے:
کہ ایک مرتبہ مہلب بن ابی صفرہ[3] حمدان کے ایک علاقے سے گذرے تو وہاں کے ایک نوجوان نے انہیں دیکھ کر کہا: یہ مہلب ہے؟ لوگوں نے کہا: ہاں، یہی ہے، تو اس نے کہا: قسم خدا کی پانچ سو درھم کے برابر بھی نہیں ہے یہ۔

۱۔ حَمام: عربی میں کبوتر کو کہتے ہیں!
۲۔ حِمام: عربی میں موت کو کہتے ہیں!
۳۔ ابو سعید الازدی، ایک سخت گیر گورنر تھے، بصرہ کے گورنر بنے پھر خراسان کے، ۸۳ھ میں وفات پائی۔

مہلب بن ابی صفرہ، کانے تھے، انہوں نے نوجوانوں کی یہ بات سن لی، پھر جیسے ہی رات ہوئی، انہوں نے پانچ سو درھم لیے اور اسی علاقے میں آئے اور اس نوجوان کو ڈھونڈنے لگے، جیسے ہی وہ انہیں نظر آیا، وہ اس کے پاس آئے اور بولے: اپنا دامن آگے کرو، جیسے ہی اس نوجوان نے اپنا دامن پھیلایا، انہوں نے اس میں پانچ سو درھم ڈال دیے اور کہا: اپنے چچا مہلب کی قیمت لے لو نوجوان! میرے بھتیجے! قسم خدا کی اگر تم میری قیمت پانچ ہزار دینار بھی مقرر کرتے تو میں تمہیں وہی لا کر دیتا، انکی یہ بات وہاں کے ایک بزرگ نے سن لی، تو کہنے لگے: قسم خدا کی، جس نے تمہیں سردار بنایا ہے اس نے غلطی نہیں کی۔ (محاضرۃ: ۶۹)

اللہ تعالیٰ مجھ سے ان کے بارے میں سوال کریں گے

عطاءؒ فرماتے ہیں: عمر بن عبد العزیزؒ کے وصال کے بعد میں ان کی اہلیہ فاطمہ بنت عبد الملک کے پاس گیا اور ان سے کہا: اے عبد الملک کی بیٹی، ذرا مجھے امیر المؤمنین کے بارے میں کچھ بتاؤ، تو وہ بولیں: بتاتی ہوں حالانکہ اگر وہ بقیدِ حیات ہوتے تو میں کبھی نہ بتاتی۔

حضرت عمرؒ نے، اپنا آپ اور اپنا جسم لوگوں کیلئے وقف کر دیا تھا، وہ دن بھر ان کے مسائل کے حل اور ان کے کاموں کیلئے بیٹھے رہتے، اگر اسی طرح شام ہو جاتی اور کام ابھی باقی رہتے تو وہ رات تک یہ سب نمٹاتے رہتے، یہاں تک کہ رات گئے جب وہ دن بھر کے کاموں سے فارغ ہو جاتے، تو اپنا وہ چراغ منگواتے، جو وہ خود اپنے ذاتی خرچہ پر جلایا کرتے تھے، اور پھر اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھتے، اس کے بعد اپنے دونوں ہاتھوں پر اپنا سر جھکا کر بیٹھ جاتے اور آنسو ان کے گال تر کرتے رہتے، وہ ایک ٹھنڈی آہ بھر کر سسکی لیتے، تو میں سوچتی کہ انکی جان نکل گئی یا کلیجہ پھٹ گیا ہے، ان کی رات اسی حال میں گذرتی، جب صبح نمودار ہوتی، تو وہ روزہ سے ہوتے، ایک دن میں ان کے قریب آکر کہنے لگی: یا امیر المؤمنین، گذشتہ رات جو آپ کی حالت تھی، تو کسی وجہ سے تھی؟

انہوں نے فرمایا: ہاں! مگر تم اپنے کام سے کام رکھو اور مجھے میرے حال پر چھوڑ دو، تو میں نے ان سے کہا: میں آپ سے نصیحت حاصل کرنا چاہتی ہوں، تو انہوں نے

کہا: ٹھیک ہے، اگر یہ بات ہے، تو میں تمہیں بتاتا ہوں، میں نے اپنے اوپر نظر ڈالی تو پتہ چلا کہ مجھے، اس امت کے چھوٹے بڑے، کالے، لال، ہر ایک کی ذمہ داری سونپی گئی ہے، پھر مجھے راہ سے بھٹکا ہوا مسافر یاد آیا، محتاج اور نادار فقیر یاد آیا، گمشدہ قیدی یاد آیا اور اس زمین کے چپہ چپہ میں پھیلے ہوئے ان جیسے بے تحاشہ لوگوں کا خیال آیا تو مجھے یہ بھی یاد آیا کہ ان سب کے بارے میں اللہ تعالیٰ مجھ سے ضرور سوال کریں گے اور محمد ﷺ حجت ہوں گے، بس یہ سوچ کر میں خوف سے لرز گیا اور میرے آنسو نکل آئے اور میرا دل بھی خوف سے کانپ اٹھا اور مجھے جتنا ان لوگوں کا خیال آتا میں اتنا ہی خوف سے بے حال ہو جاتا، اب میں نے تمہیں سب باتیں بتادی ہیں، یا تو نصیحت حاصل کرو یا پھر مجھے میرے حال پر چھوڑ دو۔ (محاسبۃ النفس ۱۱۲)

نفس، لذتوں کی دعوت دیتا ہے

حضرت عمرؓ نے ایک عورت کو یہ کہتے ہوئے سنا:

عمرو کے جانے کے بعد، میرے نفس نے!
دی اس طرح مجھ کو دعوتِ گناہ!
میں نے کہا ہرگز نہ کروں گی، اطاعت تیری!
چاہے جتنی بھی لمبی ہو تنہائی کی مدت میری!
اے نفس میں نے تیرا کہا مان لیا اگر!
جانتی ہوں کہ رسوائی میں بدل جائے گی عزت میری!

حضرت عمرؓ نے اس سے کہا: تمہیں ایسا کرنے سے کس چیز نے روکا؟

تو وہ بولی: شرم وحیا اور عزتِ نفس نے۔

حضرت عمرؓ نے فرمایا: کہ شرم وحیا میں بڑے رنگین تحفے پوشیدہ ہیں، جس نے شرم کی وہ چھپ گیا اور جو چھپ گیا اس نے تقویٰ اختیار کیا اور جس نے تقویٰ اختیار کیا وہ بچ گیا۔ (محاسبۃ النفس ۱۱۳)

اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا

محمد بن سیرینؒ نقل فرماتے ہیں، کہ حضرت علیؓ نے دریافت فرمایا:
قرآن کی سب سے زیادہ وسعت رکھنے والی آیت کون سی ہے؟
تو کچھ لوگوں نے یہ آیت پڑھی:

وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا۝ [النساء: ۱۱۰]

جو شخص کوئی برا کام کر بیٹھے یا اپنے حق میں ظلم کرلے پھر خدا سے بخشش مانگے تو خدا کو بخشنے والا مہربان پائے گا۔
اور کچھ نے اس سے ملتی جلتی آیتیں بتائیں، تو حضرت علیؓ نے فرمایا:
قرآن میں اس آیت سے زیادہ وسعت رکھنے والی آیت اور کوئی نہیں:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۝

[الزمر: ۵۳]

اے پیغمبر میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو، جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ خدا کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ خدا تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

(حسن الظن باللہ: ۶۵)

حسن ظن بڑا خوبصورت ہے

حسن ظن تیرے درگذر پر یا رب!
بڑا خوبصورت ہے، کہ تو میرا مالک ہے!
عزیز و رشتہ داروں سے چھپایا میں نے ہر راز!
یا رب، بس ایک تجھ سے ہی کرتا ہوں میں راز و نیاز!

بھروسہ ہے مجھے تیری پردہ پوشی پر!
خدارا مجھ کو رسوا نہ ہونے دینا تو موقع پر!
کہ جس دن ہر پردہ ہوجائیگا تار تار!
رکھنا تو لاج میری، اے میرے پروردگار!
گر میرے پاس ہو نہ کوئی بہانہ یا حجت!
بس تو ہی میرے آقا رکھنا پھر میری عزت!

(حسن الظن باللہ: ۹۹)

برے دوستوں کی خصلتیں

عبداللہ بن المعتزؒ نے فرمایا:

برے دوست، مصیبت کے وقت ساتھ چھوڑ جاتے ہیں اور خوشحالی میں آگے پیچھے پھرتے ہیں، ان کا انداز یہ ہوتا ہے کہ جب تک وہ بھروسہ حاصل نہیں کر لیتے، جھوٹی محبت اور خوشامد سے کام لیتے ہیں، اس کے بعد وہ اپنی آنکھوں کو تمہارے افعال پر اور کانوں کو تمہارے اقوال پر مامور کر دیتے ہیں، اگر وہ کچھ اچھا دیکھتے یا سنتے ہیں تو وہ اس کا ذکر تک نہیں کرتے اور وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ اس طرح وہ اپنے دوست کو دھوکہ دیتے ہیں اور جب کوئی برائی دیکھتے ہیں یا کسی برائی کا گمان بھی ہوتا ہے تو وہ اس کا چرچا کر دیتے ہیں، لہٰذا اگر تم ایسے لوگوں سے دوستی برقرار رکھو گے تو یہ تمہارے لیے مہلک بیماری سے کم نہیں ہوں گے اور اگر تم انہیں چھوڑ دو گے تو یہ اور لوگوں کو تمہارے بارے میں بتاتے ہوئے یہ کہیں گے کہ وہ اتنی طویل صحبت کی وجہ سے تمہیں اچھی طرح جان گئے ہیں، لہٰذا ان کی ہر بات کا یقین کیا جائیگا اور انکی غلط باتیں بھی سچ مانی جائیں گی۔ (العزلۃ: ۱۹۴)

تحفہ خوبصورت ہوتا ہے

تحفہ ہوتا ہے اتنا خوبصورت!
کہ جادو کی طرح دلوں کو کھینچ لیتا ہے!

بدل دیتا ہے نفرت کو محبت میں!
دوریوں کو بدل دیتا ہے قربت میں!
دشمنوں کے دل پر کرتا ہے اثر خوب!
دیرینہ دشمنوں کو بنا دیتا ہے محبوب!

(عیون الاخبار ۳: ۳۵)

میں اس سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں

حبیب بن ضبیعۃ الضبعی سے مروی ہے، کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ کے کسی صحابیؓ نے فرمایا:

"میں اس شخص سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں"

تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

"کیا تم نے اسے بتادیا ہے؟"

تو انہوں نے کہا: نہیں!

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

"اٹھو اور اسے یہ بات بتادو"

تو وہ اٹھے اور کہا: اے فلاں! میں آپ سے اللہ کیلئے محبت کرتا ہوں، تو اس شخص نے جواب دیا، جس کیلئے تم مجھ سے محبت کرتے ہو وہ تم سے محبت کرے۔

(رواہ ابوداود واحمد وابن حبان)

حضرت عمرؓ کا اپنے دوستوں کو یاد کرنا

کسی کسی رات کو ایسا ہوتا تھا کہ حضرت عمرؓ کو اپنے کسی دوست کی یاد آجاتی تو وہ فرماتے کتنی طویل رات ہے یہ!

اور پھر فرض نماز سے فارغ ہو کر اس کے پاس جاتے اور جب دونوں ملتے تو ایک دوسرے کے گلے لگ جاتے۔ (کتاب الاخوان: ۱۳۴)

رسول اللہ ﷺ کی مہربانی اپنی امت کیلئے

سفیان بن عیینہؒ فرماتے ہیں کہ میں لڑائی میں شریک ہونا چاہتا تھا، مگر ناکام ہو گیا، تو جو کچھ میرے پاس تھا میں نے خرچ کر دیا، میری اس نیکی کی اطلاع جب میرے ایک دوست کو ملی، جس سے میری کافی پرانی جان پہچان تھی تو وہ میرے پاس آیا اور کہنے لگا: جو کچھ تمہیں حاصل نہ ہو سکا افسوس مت کرو اور یہ جان لو کہ جو کچھ تمہارے مقدر میں ہو گا، وہ خود چل کر تمہارے پاس آئے گا اور پھر مجھ سے کہا: تمہارے لیے خوشخبری ہے کہ تمہارے لیے خیر ہی خیر ہے، کیا تمہیں پتہ ہے، تمہارے لیے کن لوگوں نے دعا فرمائی ہے؟ میں نے کہا: کن لوگوں نے دعا فرمائی ہے؟

اس نے کہا: تمہارے لیے عرش اٹھانے والے فرشتوں نے دعا کی ہے میں نے کہا: عرش اٹھانے والے فرشتوں نے میرے لیے دعا کی ہے؟

اس نے کہا: ہاں، اور نبی اللہ نوح علیہ السلام نے بھی تمہارے لیے دعا فرمائی ہے!؟

میں نے کہا: عرش اٹھانے والوں اور نوح علیہ السلام نے میرے لئے دعا فرمائی ہے

اس نے کہا: ہاں، بلکہ خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے بھی تمہارے لیے دعا فرمائی ہے، میں نے کہا: ان سب لوگوں نے میرے لیے دعا فرمائی ہے؟

میں نے کہا: عرش اٹھانے والوں نے، اور نوح علیہ السلام نے میرے لئے دعا فرمائی ہے؟

اس نے کہا: ہاں اور محمد ﷺ نے بھی تمہارے لیے دعا فرمائی ہے!

میں نے کہا: ان سب نے میرے لیے کہاں دعا فرمائی ہے؟ اس نے کہا: کتاب اللہ (قرآن) میں کیا تم نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

الَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [مؤمن:۷]

اور جنہوں نے عرش کو اٹھایا ہوا ہے اور جو اس کے ارد گرد اپنے رب کی تسبیح بیان کرتے ہیں اور اس پر ایمان لاتے ہیں اور مومنوں کیلئے مغفرت کی دعا کرتے ہیں۔

تو میں نے کہا: اور نوح علیہ السلام نے میرے لیے کہاں دعا فرمائی؟ تو اس نے جواب دیا:

• کیا تم نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِيَ مُؤْمِنًا وَّلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ [نوح: ۲۸]

اے میرے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور جو ایمان لا کر میرے گھر میں آئے اس کو اور تمام ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو معاف فرما۔

تو میں نے کہا: اور خلیل اللہ ابراہیم علیہ السلام نے میرے لیے کہاں دعا فرمائی؟

تو اس نے کہا: کیا تو نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

[ابراھیم: ۴۱]

اے پروردگار حساب (کتاب) کے دن مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنوں کو مغفرت کیجیو۔

تو میں نے کہا: اور محمد ﷺ نے میرے لیے کہاں دعا فرمائی ہے؟

تو وہ اپنا سر ہلاتے ہوئے بولا: کیا تم نے حق تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا:

فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَآ إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ

[محمد: ۱۹]

اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور مومن مردوں اور مومن عورتوں کیلئے بھی۔

نبی کریم ﷺ اللہ تعالیٰ کیلئے سب سے زیادہ اطاعت گذار تھے اور اپنی امت پر سب سے زیادہ مہربان تھے اور اس سے کہیں زیادہ مشفق اور مہربان تھے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ایسا کوئی حکم دیں اور آپ ﷺ اس پر عمل نہ کریں۔ (حسن الظن باللہ: ۷۲)

مصافحہ کرنے سے گناہ مٹ جاتے ہیں

البراءؓ سے مروی ہے، کہتے ہیں: کہ آپ ﷺ سے میری ملاقات ہوئی تو آپ ﷺ نے مجھ سے مصافحہ فرمایا تو میں نے کہا: یارسول اللہ ﷺ، میرا خیال تھا کہ یہ عجمیوں کی رسم ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ہم ان سے زیادہ مصافحہ کرنے کے حقدار ہیں، جو بھی دو مسلمان ایک دوسرے

سے ملیں اور مصافحہ کریں، ان دونوں کے درمیان انکے گناہ مٹ جاتے ہیں)۔

(رواہ ابو داؤد والترمذی)

پکارتا ہوں تجھے قریب سے

کسی شاعر نے کہا:

قسم اس کی جو چاہتا، تو پیدا نہ کرتا یہ دوری!
نگاہوں سے اوجھل ہو کر بھی تو میرے دل کے قریب رہتا ہے!
میرے دوست خدا تیری حفاظت فرمائے!
مشرق سے مغرب تک تو جہاں بھی جائے
شوقِ ملاقات کی شدت سے یہ گمان گذرتا ہے!
کہ پکارتا ہوں تجھے قریب سے، جبکہ تو مجھ سے دور ہوتا ہے!
ڈرتا ہوں کہیں آ نہ پڑے تجھ پہ کوئی مصیبت!
ایسا خیال بھی آجائے تو مکدر ہو جاتی ہے طبیعت!
دعا ہے میری، خدا کرے تجھ پہ، اپنا لطف وکرم!
زمانہ کی تنگیوں سے بچا رہے تو، میرے دوست میرے ہمدم!

(کتاب الاخوان: ۱۴۰)

بشرطیکہ تم رہے باقی

سلیمان بن عبد الملکؒ نے اپنی ولایت کے زمانے میں، جمعہ کے دن وہ لباس زیب تن کیا، جس کیلئے وہ مشہور تھے، پھر عطر لگایا اور اپنا جامہ دان منگوایا، جس میں بے شمار عمامے رکھے ہوئے تھے اور ہاتھ میں ایک آئینہ تھا، وہ مختلف عمامے پہن پہن کر دیکھتے رہے یہاں تک کہ ایک عمامہ انہیں پسند آ گیا، انہوں نے اس کے سرے لٹکائے اور ہاتھ میں ایک چھڑی لی اور منبر پر چڑھ کر اپنے دائیں بائیں نظر ڈالی اور پھر حسبِ منشأ خطبہ دینا شروع کیا وہ اپنے آپ سے بہت متاثر ہوئے اور عجب کا شکار ہو کر بولے:

"میں نوجوان بادشاہ ہوں، رعب ودبدبہ والا سردار ہوں، عطا کرنے والا سخی

ہوں، اسی وقت ان کی باندیوں میں سے ایک باندی انہیں نظر آئی"۔
تو اس سے کہا: امیر المؤمنین کیسے لگ رہے ہیں؟ تو وہ بولی:
دل کی تمنا اور آنکھوں کی ٹھنڈک، بشرطیکہ شاعر یہ نہ کہتا؟ انہوں نے کہا: کیا کہا ہے شاعر نے؟ تو وہ بولی:

بہترین تر ہو تم بشرطیکہ رہے باقی!
کیونکہ انسان کو بالآخر فنا ہونا ہے!
ہمیں تم سے کوئی شکایت نہیں ہے!
(خدا جانتا ہے) مگر تمہارے وجود کو بقا بھی نہیں ہے!

یہ سن کر انکی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور وہ روتے ہوئے لوگوں کے پاس آئے پھر جب وہ خطبہ اور نماز سے فارغ ہو گئے تو اسی باندی کو بلایا اور اس سے کہا: تم نے امیر المؤمنین سے جو کچھ کہا، کیوں کہا؟ تو وہ بولی: قسم خدا کی آج تو میں نے امیر المؤمنین کو دیکھا تک نہیں! اور نہ ہی انکے پاس گئی! انہیں بڑا تعجب ہوا، انہوں نے اپنی باندیوں کی منتظم کو بلا کر پوچھا تو اس نے بھی اس باندی کی بات کی تصدیق کی، تو سلیمانؒ خوفزدہ ہو گئے اور اس واقعہ کے تھوڑے عرصے بعد ہی ان کا انتقال ہو گیا۔ (قصص العرب ۲: ۳۹۹)

علم اور مال

حلیہ میں ابو نعیمؒ نے کمیل بن زیاد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: حضرت علیؓ نے میرا ہاتھ تھاما اور مجھے صحراء کی طرف لے چلے، تھوڑی دیر چلنے کے بعد آپؓ بیٹھ گئے اور سانس لینے کے بعد فرمایا:

اے کمیل! دل برتنوں کی طرح ہوتے ہیں، ان میں سب سے بہتر وہی ہے جو سب سے زیادہ جمع کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو، جو میں تم سے کہہ رہا ہوں اسے ذہن نشین کر لو! لوگ تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک تو عالم ربانی ہوتا ہے، دوسرا صرف نجات پانے کیلئے علم حاصل کرنے والا ہوتا ہے اور تیسری قسم فسادی لوگوں کی ہوتی ہے، جو ہر کائیں کائیں کرنے والے کے پیروکار بن جاتے ہیں، ہوا کیساتھ ساتھ اپنا رخ بدل لیتے ہیں، جنہوں نے علم کے نور سے روشنی نہیں حاصل کی، نہ ہی کوئی مضبوط کونہ،

اپنایا، علم مال سے بہتر ہے، علم تمہاری حفاظت کرتا ہے اور تم مال کی چوکیداری کرتے ہو، علم عمل میں برکت اور اضافہ کا باعث بنتا ہے، جبکہ مال خرچ کرنے سے کم ہو جاتا ہے، علم کی محبت ایک مذہب ہے جسے اپنایا جائے، علم عالم کو اس کی زندگی میں اطاعت گذاری عطا کرتا ہے اور اس کی وفات کے بعد اسے اچھے الفاظ میں یاد کیا جاتا ہے۔ مالی احسان، مال کے زوال کیساتھ ساتھ زائل ہو جاتا ہے، مال جمع کرنے والے اپنی زندگیوں میں ہی مردہ ہو گئے (یعنی بے نام ونشان) ہو گئے، جبکہ علماء رہتے زمانہ تک باقی رہتے ہیں، انکی آنکھیں گم ہو جاتی ہیں، جبکہ ان کی مثالیں دلوں میں زندہ رہتی ہیں۔

(قبسات من حیاة الصحابة ۳۹)

مشورہ کے نتائج

ایک آدمی نے احمد بن الیمانؒ سے مشورہ طلب کیا، تو انہوں نے اسے کوئی مشورہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا: میرا اس معاملہ سے کوئی تعلق نہیں، تو وہ آدمی بولا: آپ ایسا کیسے کہہ سکتے ہیں جبکہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ (آل عمران: ۱۵۹)

اور اپنے کاموں میں ان سے مشورت لیا کرو۔

تو انہوں نے فرمایا: مشورہ کے کچھ نقصانات ہوتے ہیں، جن سے میں ڈرتا ہوں، کیونکہ اگر میں کسی کو مشورہ دیتا ہوں تو وہ یا تو اس کو قبول کرلے گا، یا ٹھکرا دے گا اور اگر وہ میرا مشورہ قبول کرلیتا ہے تو وہ دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ صحیح ثابت ہو اور وہ اس سے نفع حاصل کرلے، یا پھر غلط ثابت ہو اور وہ اس پر عمل کر کے نقصان اٹھائے، تو اگر وہ صحیح ثابت ہوا اور اسے اس سے نفع حاصل ہوا تو کوئی بعید نہیں، کہ میرے دل میں اس بات پر غرور پیدا ہو جائے اور مجھے یہ وہم ہو جائے کہ میری ذات سے اسے فائدہ پہنچا ہے اور اگر میرا مشورہ غلط ثابت ہوا اور اسے نقصان پہنچا تو وہ مجھے لعنت ملامت کرے گا۔

اور اگر اس نے میرا مشورہ قبول نہیں کیا تو بھی دو حال سے خالی نہیں، یا تو وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جائے یا ناکام۔ اور اگر وہ کامیاب ہو گیا تو وہ مجھے اور میری رائے کو

حقیر جانے گا، یا پھر میرے مشورے کو مورد الزام ٹھہرائے گا اور اگر وہ اپنے مقصد میں ناکام ہو گیا، یا اسے کوئی نقصان پہنچا تو، میں خود کو مجرم اور گناہ گار تصور کروں گا اور میرا ضمیر مجھے ملامت کرے گا، کہ میری وجہ سے اسے نقصان اٹھانا پڑا، لہٰذا اسے ترک کرنا ہی افضل ہے۔ (اغرایہ ۱۳۱)

آدمی جو اپنی صورت پر نازاں ہے

کہا جاتا ہے کہ مطرف بن عبد اللہ بن الشخیر کی نظر، مہلب بن ابی صفرۃ پر پڑی تو وہ ایسا لباس زیب تن کیئے ہوئے تھا جس کا سرا زمین پر گھسٹ رہا تھا اور وہ بہت اکڑ کر چل رہا تھا، تو انہوں نے اس سے کہا: اے ابا عبد اللہ! یہ کیسی چال ہے کہ جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ ناپسند فرماتے ہیں؟

تو مہلب نے کہا: کیا تم مجھے جانتے نہیں؟ تو انہوں نے کہا: بہت اچھی طرح جانتا ہوں، تمہاری ابتدا ہے، ایک گندا نطفہ اور انتہا ہے، ایک گندگی اور بدبودار نعش اور ان دونوں کے بیچ تمہارا وجود ایک مصیبت اور بوجھ ہے۔

ابن عوف نے اس بات سے متاثر ہو کر یہ اشعار کہے:

تعجب ہے، جو کرتے ہیں ناز اپنی صورت پر!
بھول جاتے ہیں کہ گندے نطفے کو سوا کچھ بھی نہیں تھے وہ!
کل اس حسنِ صورت کا انجام کیا ہوگا!
گندی بدبودار نعش، قبر جس کا مقام ہوگا!
وہ اپنی گمراہی اور نخوت پر ہے نازاں!
جبکہ گندگی کے سوا، اس کے لباس کے پیچھے کچھ بھی نہیں!

مہلب اس سے کہیں افضل تھے کہ ان کا نفس اس جواب سے دھوکہ کھا جاتا، لیکن وہ گفتگو کی لغزشوں میں سے ایک لغزش تھی اور اعتماد کے دھوکہ میں سے ایک دھوکہ تھا۔

(ادب الدنیا والدین: ۲۳۱)

موت کی وادی

کہا جاتا ہے کہ جس وقت جعفر بن ابی طالبؓ شہید ہوئے، لوگوں نے پکارا: اے عبد اللہ بن رواحہ! اے عبد اللہ بن رواحہ، جبکہ وہ لشکر کے ایک جانب چند پسلیاں اور اونٹ کا گوشت لیے بیٹھے تھے اور اس سے پہلے انہیں کھانا کھائے ہوئے تین دن ہو چکے تھے، جیسے ہی یہ پکار سنی، کھانا چھوڑ کر اٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے آپ سے کہا: اور تم دنیا کے ساتھ لگے ہوئے ہو، پھر وہ آگے بڑھے اور لڑائی میں شریک ہو گئے، لڑتے لڑتے ان کی ایک انگلی بری طرح زخمی ہو گئی تو کہنے لگے:

تو ایک انگلی کے سوا کچھ نہیں جو لہولہان ہو گئی!
خدا کی راہ میں تجھے جو بھی ملے وہ کم ہے!
اے نفس شہادت نہیں تو پھر موت تیرا مقدر ہے!
کہ موت کی وادی میں داخل ہو چکا ہے تو!
تمنا تھی تیری جو، وہ ملنے والا ہے تجھ کو آج!
ہمت گر تو کرے تو ہدایت مل جائے گی تجھ کو آج!
پیچھے جو رہ گیا تُو آج، تو الزام تجھ پہ آئیگا!

پھر کہنے لگے: اے میرے نفس، کس کا آرزو مند ہے تو، فلاں عورت کا، تو پھر میں نے اسے تین طلاقیں دیں! یا پھر فلاں، فلاں کا آرزو مند ہے تو (اور یہ کہہ کر اپنے غلاموں کا ذکر کیا) یا پھر بارش سے محروم ایک باغ کا آرزو مند ہے تو، جو اللہ اور اس کے رسول کیلئے ہے۔

اے نفس تو جنت سے بیزار کیوں ہے!
قسم ہے تجھ کو، تجھے اس میں جانا ہی پڑے گا!
فرمانبرداری سے، یا پھر زبردستی کروں میں!
بہت عرصہ تو نے، ایسے ہی ہے گذارا!

(محاسبۃ النفس: ٦١)

مجھے مشورہ ضرور دو

نوح بن مریم[۱] نے اپنی بیٹی کی شادی کرنے کا ارادہ کیا تو اپنے ایک مجوسی پڑوسی سے انہوں نے مشورہ طلب کیا، وہ مجوسی کہنے لگا: سبحان اللہ! لوگ آپ سے فتوے طلب کرتے ہیں اور آپ مجھ سے مشورہ طلب کر رہے ہیں، تو انہوں نے فرمایا:
تمہیں مجھے مشورہ دینا پڑے گا، تو اس نے کہا: فارس کا بادشاہ کسریٰ دولت دیکھتا تھا اور روم کا بادشاہ قیصر خوبصورتی اور حسن و جمال کو فوقیت دیتا تھا، عرب کا بادشاہ حسب نسب اور اعلیٰ خاندان دیکھتا تھا، جبکہ آپ کے سردار محمد ﷺ، دین کو فوقیت دیتے تھے، اب یہ فیصلہ آپ خود کر لیں کہ آپ ان میں سے کس کی اقتدا کرنا پسند کریں گے۔

(المستطرف ۱ / ۱۰۲)

اپنے دوست سے کیسا تعلق ہے تمہارا

ایک اعرابی سے پوچھا گیا: اپنے دوست سے کیسا تعلق ہے تمہارا؟ تو وہ بولا: دوست ہے کہاں؟ بلکہ دوست جیسا بھی کہاں ہے؟ بلکہ دوست جیسے کا جیسا بھی کہاں ہے؟ قسم خدا کی نفرتوں کی آگ وہی دہکاتے ہیں، جو دوستی کے دعوے کرتے ہیں اور نصیحت کا اظہار کرتے ہیں، جبکہ در حقیقت وہ دوستوں کی کھال میں دشمن ہوتے ہیں۔

(الشہاب الثاقب ۳۱)

موافقت کرنے والا دوست

الاحنفؒ نے اپنے ایک دوست کو لکھا: امابعد! اگر تمہارے پاس، موافقت کرنے والا کوئی دوست آجائے تو اسے اپنی سماعت و بصارت کا درجہ دینا، کہ موافقت کرنے والا دوست مخالفت کرنے والے بیٹے سے کہیں افضل اور بہتر ہے، کیا تم نے نہیں سنا، حق تعالیٰ نے نوحؑ سے ان کے بیٹے کیلئے کیا فرمایا تھا:

۱۔ نوح بن یزید، بہت سارے علوم حاصل کرنے کی وجہ سے ان کا لقب الجامع پڑ گیا تھا۔ ۱۷۳ھ میں وفات پائی!!

إِنَّهُ لَيْسَ مِنْ أَهْلِكَ إِنَّهُ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ [ھود:۴۶]

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے، وہ تو ناشائستہ افعال ہے

(آداب العشرۃ ۔ ۳)

دوستی وہی جو مصیبت کے وقت کام آئے

محمد بن خلف الیتمیؒ فرماتے ہیں:

دوست وہ نہیں کہ شہد ٹپکائے جس کی زباں!
دوست وہی ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے!
جب ضرورت پڑے تو اس کی دولت ہو میری!
اور میری دولت ہو اس کی جو اس کے کام آئے!
خوشحالی کی دوستی پر نہ کرنا اعتبار!
کہ دوست وہی ہے جو مصیبت کے وقت کام آئے!

(العزلۃ: ۱۷۹)

بکواس سے بچو

ابو عثمان الجاحظ کہتے ہیں: ہر گفتگو کا کوئی نہ کوئی مقصد ہوتا ہے اور سننے والوں کی دلچسپی کی بھی کوئی حد ہوتی ہے، لہذا جو گفتگو برداشت سے باہر ہو جائے اور سننے والوں کو بیزاری اور اکتاہٹ کا شکار کر دے، وہ فاضل گفتگو سراسر بکواس ہے۔

(ادب الدنیا والدین: ۲۶۹)

میرا گناہ بہت بڑا ہے

سعید بن ثعلبہ الوراقؒ ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں: سراف شہر کے ساحل کے کنارے، ہم نے ایک عابد کے ساتھ رات گذاری، تو دیکھا کہ وہ زارو قطار رو رہے ہیں، ان کی گریہ وزاری طلوع فجر تک جاری رہی اور ان کے منہ سے ایک بھی لفظ نہ نکلا،

بعد میں وہ کہنے لگے: میرا گناہ بہت بڑا ہے اور تیرا عفوو درگذر بہت عظیم ہے، تو میرے پروردگار میرے گناہ اور اپنے عفوودرگذر کو ملادے!! کہتے ہیں: کہ ہر طرف سے لوگ ظاہر ہونے لگے۔ (حسن الظن باللہ: ۵۴)

اے اباالحارث تم نے سچ کہا

ایک آدمی نے، والیٔ مصر کے پاس جاکر، لیث بن سعد[۱]- کی چغل خوری کی، تو والی مصر نے انہیں بلا بھیجا، جب وہ ان کے پاس داخل ہوئے تو ان سے کہا: اے ابا الحارث! اس نے تمہارے بارے میں ہمیں فلاں فلاں بات بتائی ہے، تو لیثؒ نے کہا: اس سے پوچھیں، اس نے آپ تک کیا پہنچایا: کیا ہم نے اس کے پاس کوئی امانت رکھوائی تھی اور اس نے ہمارے ساتھ خیانت کی، تو کسی خیانت کرنے والے کی بات نہیں ماننی چاہئیے، یا پھر اس نے کسی معاملے میں ہم پر جھوٹا الزام لگایا ہے، تو ایک جھوٹے کی بات پر آپکو یقین نہیں کرنا چاہیے، تو والیِ مصر نے کہا: اے ابا الحارث! تم نے سچ کہا۔ (روضۃ العقلاء: ۱۷۸)

تفکرات ہمیشہ نہیں رہتے

اے غم کے مارے، تیرا غم دور ہوجائے گا!
اطمینان رکھ، کہ تیرے لیے کافی ہے اللہ!
مانا کہ مایوسی، بہت پریشان کن ہوتی ہے!
مایوس نہ ہو، کہ تیرا مشکل کشا ہے بس اللہ!
کافی ہے تجھ کو، اللہ سے پناہ جو تونے مانگی!
اس سے زیادہ محفوظ ہوگا کون جس کا محافظ ہے اللہ!
مانا آزمائش سخت ہے، مگر اللہ کافی ہے!
تیرا بھی، اور میرا بھی، ہم سب کا ہے بس اللہ!
فکر مت کر، کہ تدبیر اس کے ہاتھ ہے!
بہتری اسی میں ہوتی ہے، جو کچھ کرتا ہے اللہ!

۱۔ مصر کے عالم اور فقیہ تھے، کریم اور [illegible]

اے نفس، کر صبر، قضاء وقدر پر!
سر تسلیم خم کر، کہ حاکم ہے بس اللہ!
ناممکن کو ممکن، مشکل کو آساں کرتا ہے وہ!
کتنی ہی آفتوں سے بچاتا ہے بس اللہ!
اشک جو تیرے ہے، تو رکھ یقین اللہ پر!
کہ زحمتوں کو رحمتوں میں بدلتا ہے بس اللہ!

(الفرج بعد الشدۃ: د ۲۰)

جوان پر خاموشی زیادہ سجتی ہے

خاموش رہنا جوان کا، ہے لاکھ درجہ بہتر!
اس بات سے جو، بے موقع، و بے محل ہو!
بولنے میں زیادہ، بھلائی نہیں کوئی!
بولو فقط اتنا ہی، جتنے کہ تم اہل ہو!

(بہجۃ المجالس: ۱ ۶۱)

اپنا گھر روک کے رکھو

محمد بن الجہمؒ نے اپنا گھر بیچنے کا ارادہ کیا اور اس کی قیمت پچاس ہزار درہم مقرر کی، جب لوگ ان کا گھر خریدنے کیلئے آئے تو محمد بن الجہمؒ نے کہا: تم لوگ مجھ سے (سعید بن العاصؓ) سے میرا پڑوس، کتنے میں خریدو گے؟ تو لوگوں نے کہا: کیا کہیں پڑوس بھی بکتا ہے؟ تو انہوں نے کہا: ایسا پڑوس کیوں نہ بکے، کہ جس سے جب تم سوال کرو، وہ تمہیں دے اور اگر تم اس سے بول چال بند کردو تو وہ بولنے میں پہل کرے، اور اگر تم اس کیساتھ برا سلوک کرو تو وہ بدلے میں تمہارے ساتھ نیک سلوک کرے۔

یہ بات جب "سعید بن العاصؓ" کے کانوں تک پہنچی تو انہوں نے انہیں ایک لاکھ درہم بھجوائے اور کہا: اپنا گھر روک کے رکھو۔ (ثمرات الاوراق: ۳۱۶)

سلیمان الفارسیؓ کی نصیحت

سلمان الفارسیؓ نے ابو ہریرہؓ کو لکھا: تم اس وقت تک عالم نہیں بن سکتے، جب تک کہ علم سیکھنے والے نہ بنو اور تم علم کے عالم اس وقت تک نہیں بن سکتے، جب تک کہ اس پر عمل نہ کرو۔ (التذکرۃ الحمدونیۃ ۱: ۱۴۳)

دنیا کو پیچھے چھوڑ دیا اور آخرت کا سامنا کیا

اپنے بیٹے کیلئے لقمانؑ کی نصیحتوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ:
میرے بیٹے، جب تم اپنی ماں کے پیٹ سے باہر آئے تھے، تو سمجھو کہ تم نے اسی وقت دنیا کو پس پشت ڈال دیا تھا اور آخرت سے تمہارا سامنا تھا، تو جو چیز تمہارے بالمقابل اور سامنے تھی وہ تمہارے لیے اس چیز سے زیادہ قریب تھی، جو تم نے پیٹھ پیچھے چھوڑ دی تھی۔ (التذکرۃ الحمدونیۃ ۱: ۱۴۰)

آپ نے تین غلطیاں کیں

ایک اندھیری رات میں، حضرت عمرؓ بنفس نفیس گشت پر نکلے تو ایک گھر میں انہیں چراغ کی روشنی دکھائی دی اور کچھ لوگوں کے باتیں کرنے کی آوازیں بھی سنائی دیں، آپؓ نے تجسس کے ہاتھوں مجبور ہو کر، دروازہ کی جھری میں سے جھانکا تو کیا دیکھتے ہیں، کہ ایک سیاہ فام غلام اپنے سامنے شراب کا برتن رکھے، شراب پی رہا ہے اور اس کیساتھ کچھ اور لوگ بھی ہیں، تو آپؓ نے دروازہ سے داخل ہونا چاہا، مگر دروازہ بند تھا، تو آپؓ چھت پر چڑھے اور ہاتھ میں دُرّہ لیے ان لوگوں کے سر پر پہنچ گئے، جیسے ہی ان لوگوں کی نظر آپؓ پر پڑی انہوں نے دروازہ کھولا اور بھاگ کھڑے ہوئے، مگر وہ سیاہ فام غلام حضرت عمرؓ کی گرفت میں آ گیا اور کہنے لگا: یا امیر المؤمنین! میں نے غلطی کی ہے، مگر میں اس سے توبہ کرتا ہوں، میری توبہ قبول کر لیجئے، تو آپؓ نے فرمایا:
میں تمہاری غلطی پر تمہیں سزا کے طور پر مارنا چاہتا ہوں، تو وہ سیاہ فام غلام بولا: یا امیر المؤمنین، اگر میں نے ایک غلطی کی ہے تو آپ نے تو تین غلطیاں کی ہیں، کیونکہ

حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَلَا تَجَسَّسُوْا [حجرات:۱۲]

اور ایک دوسرے کے حال کا تجسّس نہ کیا کرو

جبکہ آپ نے تجسّس کیا اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَأْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ أَبْوَابِهَا [البقرة:۱۸۹]

اور گھروں میں ان کے دروازوں سے آیا کرو

جبکہ آپ چھت کے ذریعہ اندر آئے ہیں،

اور حق تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَا تَدْخُلُوْا بُيُوْتًا غَيْرَ بُيُوْتِكُمْ حَتّٰى تَسْتَأْنِسُوْا وَتُسَلِّمُوْا عَلٰى أَهْلِهَا [النور:۲۷]

اپنے گھروں کے سوا دوسرے (لوگوں کے) گھروں میں گھر والوں سے اجازت لئے اور انکو سلام کیے بغیر داخل نہ ہوا کرو۔

جبکہ آپ داخل ہوئے اور سلام بھی نہیں کیا، تو ان چیزوں کو اس کے ساتھ برابر کر دیں اور میں اللہ سے سچی توبہ کرتا ہوں کہ دوبارہ یہ حرکت کبھی نہیں کروں گا۔

حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور اس کی بات کو پسند فرمایا۔ (قصص العرب: ۳/ ۱۸)

اپنے بیٹے کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وصیت

ابن ابی الدنیا اور ابن عساکرؒ سے منقول ہے کہ: حضرت عمرؓ نے اپنے بیٹے عبد اللہؓ کو لکھا: امابعد!

میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ تقویٰ اللہ اختیار کرو، کہ جس کے دل میں خدا کا ڈر ہوتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی حفاظت فرماتے ہیں اور جو اس پر توکّل کرتا ہے، وہ اس کی کفایت فرماتے ہیں اور جو انہیں قرض دیتا ہے (یعنی اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے) وہ اسے اجر عطا کرتے ہیں اور جو اس کا شکر ادا کرتا ہے، وہ اس کی نعمتوں میں اضافہ فرما دیتے ہیں، تقویٰ تمہارا مطمع نظر، تمہارے عمل کی بنیاد اور تمہارے قلب کی روشنی ہو، کہ جس کی نیت نہیں

اسکا کوئی عمل نہیں اور جس کو کوئی امید نہ ہو اس کیلئے کوئی اجر نہیں، جس کے دل میں نرمی نہیں اس کیلئے کوئی مال و دولت نہیں اور جس کے پاس پرانا کچھ نہیں اس کیلئے نیا کچھ نہیں۔ (قیمت من حیاۃ الصحابہ ۴۴)

کتاب بطورِ اُدھار

کسی شاعر نے کہا:

اے مجھ سے، کتاب ادھار مانگنے والے!
تم جو اپنے لیے پسند کرو وہی میرے لیے بھی کرنا!
میری کتاب کی واپسی کو سمجھنا نہ تم نفل!
بلکہ اس کو واپس فرض سمجھ کر کرنا!

(ادب [illegible])

کیا ہم نے تمہیں ضائع کیا

کوفہ میں امام ابو حنیفہؒ کا ایک پڑوسی تھا، جو اپنے کمرے میں گنگناتا رہتا تھا اور ابو حنیفہؒ کو اس کی گنگناہٹ اچھی لگتی تھی وہ اکثر یہ شعر گنگناتا رہتا:

مجھے ضائع کر کے، کیسے جو ان کو ضائع کیا!
گھوڑوں اور شہہ سواروں سے بھرے ایک ناگوار دن کیلئے!

رات میں گشت کرنے والے سپاہیوں نے ایک رات اسے پکڑ کر قید کر لیا، اس رات امام ابو حنیفہؒ کو اسکی آوز نہیں سنائی دی تو اگلے دن انہوں نے اس کے بارے میں معلومات کیں تو انہیں سارا واقعہ پتہ چل گیا، انہوں نے اپنا لباس زیب تن کیا، ٹوپی پہنی اور امیر موسیٰ بن عیسیٰ کی طرف روانہ ہو گئے اور جا کر ان سے کہا:

میرا ایک پڑوسی تھا، جسے کل رات آپ کے سپاہیوں نے پکڑ کر قید کر لیا ہے اور میں اس کے بارے میں یہی جانتا ہوں کہ وہ ایک اچھا آدمی ہے، تو عیسیٰ نے کہا: کل رات سپاہیوں نے جتنے لوگوں کو قید کیا ہے، سب کے سب امام ابو حنیفہؒ کے حوالے کر دیے جائیں، سب لوگ آزلو کر دیے گئے، جب وہ

نوجوان باہر آیا تو امام ابو حنیفہؒ نے اسے بلا کر راز داری سے کہا : اے نوجوان
! کیا تم ہر رات یہی گنگنایا کرتے تھے نا :

مجھے ضائع کر کے کیسے جوان کو ضائع کیا!

تو کیا ہم نے تمہیں ضائع کیا؟ تو وہ بولا : قسم خدا کی نہیں، آپ نے تو میرے ساتھ نہایت کرم و احسان کا معاملہ کیا ہے اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اجر عطا فرمائیں۔

تو امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا : تم جو کچھ گنگنایا کرتے تھے، دوبارہ گنگنایا کرو، مجھے بہت اچھا لگتا تھا اور اس میں مجھے کوئی برائی نظر نہیں آتی، تو وہ بولا : میں ایسا ہی کروں گا۔

(قصص: عرب ۱ ۲۵۹)

پاکیزہ، متقی، بندہ

سعد بن ابی وقاصؓ، اونٹوں اور بکریوں کے مالک تھے، ایک دن اُن کے بیٹے عمر بن سعدؓ انکے پاس آئے تو سعدؓ کہنے لگے : اس سوار کے شر سے میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں، جب وہ ان کے قریب پہنچ گئے، تو بولے : ابا جان! آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کے درمیان ایک اعرابی کی زندگی گذارتے ہوئے راضی اور خوش ہیں، جبکہ لوگ اقتدار کیلئے آپس میں جھگڑ رہے ہیں؟ تو حضرت سعدؓ نے اپنے بیٹے عمر کے سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا :

چپ ہو جا بیٹے! کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے :
کہ اللہ عزوجل، متقی، غنّی النفس اور اخفاء حال کیساتھ عبادت کیلئے اپنے آپ کو فارغ رکھنے والے بندے کو پسند فرماتے ہیں۔

(العزلۃ : ص ۱۷)

لوگ بگڑ گئے ہیں

ابو الحسن محمد بن العباس النحویؒ کہتے ہیں : ابن لعمہ نے مجھے لکھا کہ وہ مجھ سے ملنے آنا چاہتا ہے، تو میں نے اسے جواب میں لکھا :

میں خود اپنے آپ سے مانوس ہو چکا ہوں!
کہ میرا وجود ہی میری تنہائی کا ساتھی ہے!
دوسروں سے دل لگانے سے بہتر ہے!
کہ میں خود کو بہلاؤں تو بہتر ہے!
کیونکہ لوگوں میں ہو گیا ہے بگاڑ پیدا!
برائی کا ہر کوئی ہو گیا ہے شیدا
لہٰذا اب میں گھر پر ہی رہتا ہوں!
صرف پنج وقتہ نمازوں کیلئے نکلتا ہوں!

(المحزنیہ ۱۵)

کیا تم سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے؟

ایک روز، محمد بن کعب القرظیؒ کی والدہ نے اپنے بیٹے محمدؒ سے کہا:
میرے بیٹے، اگر میں تجھے بچپن سے لیکر بڑے ہونے تک نیکی کے راستے پر چلتے نہ دیکھ رہی ہوتی، تو مجھے یہ گمان ہوتا کہ تجھ سے کوئی بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، جو تو اس طرح دن رات اپنا حال کرتا ہے۔
تو انہوں نے فرمایا:
میری پیاری امی جان! مگر مجھے کیا پتہ، کہ اللہ تعالیٰ نے میرے کسی گناہ کے دوران ناراضگی کا اظہار کرتے ہوئے یہ کہہ دیا ہو کہ:
"جا، میں تجھے معاف نہیں کروں گا"۔
جبکہ عجائب قرآن پر جب میں غور کرتا ہوں تو میرے سامنے ایسے ایسے امور درپیش ہوتے ہیں کہ پوری رات بیت جاتی ہے مگر میرا مقصد پورا نہیں ہو پاتا۔

(محاسبہ نفس ۱۲۶)

وہ بندے، کہ جن پر انبیاء علیہم السلام رشک کرتے ہیں

ابی مالک الاشعریؓ سے راویت ہے، کہ رسول اللہ ﷺ لوگوں میں تشریف لائے

اور فرمایا:

اے لوگو! سنو، سمجھو اور جان لو کہ اللہ عزوجل کے کچھ بندے ایسے ہیں، جو نہ تو نبی ہیں، نہ شہید... انبیاء کرام علیہم السلام اور شہداء، اللہ تعالیٰ کے نزدیک ان کے مقام اور اللہ تعالیٰ سے ان کے قرب پر رشک کرتے ہیں۔

تو ایک اعرابی بولا: یارسول اللہ ﷺ، ذرا ان کی صفات اور حلیہ تو ہمیں بتایئے؟

آپ ﷺ نے اعرابی کی بات پر تبسم فرمایا اور کہا:

"وہ لوگ غیر معروف النسب لوگ ہیں، جو مختلف اور اجنبی قبائل سے تعلق رکھتے ہیں، ان کے درمیان آپس میں کوئی رشتہ ناطہ انہیں نہیں جوڑتا، وہ صرف اللہ کیلئے ایک دوسرے سے خالص محبت کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کو بٹھانے کیلئے نور کے منبر رکھیں گے، پھر ان کے چہروں کو نور بنا دیں گے اور ان کے کپڑوں کو نور بنا دیں گے، قیامت کے دن سب لوگ خوفزدہ اور گھبرائے ہوئے ہوں گے، مگر یہ لوگ نہ خوفزدہ ہوں گے نہ گھبرائیں گے، وہ اللہ کے ولی ہوں گے جن کو نہ کوئی خوف ہو گا اور نہ وہ غمزدہ ہوں گے"۔

(رواہ احمد)

ذلت اور انکساری چھوڑ دو

سفیان ثوریؒ کہا کرتے تھے:

دوستی کرو جو کسی سے، تو لو اس کا امتحان!
چھان بین کر لو، اس سے پہلے کہ بڑھاؤ جان پہچان!
متقی اور نیک ثابت ہوا جو وہ.....!
تو بنا لو اس کو دوست، جو ہو عزیز از جان!
نہ دکھانا انکساری اس شخص کے سامنے!
دھتکار دے جو تم کو اور توڑ دے تمہارا مان!

(کتاب الاخوان: ۱۲)

برے دوستوں سے بچ کر رہنا

الخطاب بن المعلی المخزومیؒ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا:

برے دوستوں سے بچ کر رہنا، کہ وہ لوگ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خیانت کرتے ہیں اور اپنے دوستوں کو بگاڑ دیتے ہیں، ان کی قربت خارش جیسے مرض سے زیادہ لگنے والی اور نقصان دہ ہوتی ہے، ایسے لوگوں سے دور رہنا کمالِ ادب ہے، کیونکہ آدمی اپنے دوست سے پہچانا جاتا ہے اور کہا: دوست دو طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ جو مصیبت کے وقت تمہاری حفاظت کرے اور دوسرا وہ جو صرف تمہاری خوشحالی میں تمہارا دوست ہو، تمہیں چاہیے کہ برے وقت کے ساتھی کو ہمیشہ اپنے ساتھ رکھو اور صرف اچھے وقت کے دوستوں سے بچو کہ وہ سب سے بڑے دشمن ہوتے ہیں۔ اور اسی میں شاعر کہتا ہے:

خوشحالی میں تو ہر کوئی دیتا ہے ساتھ!
اصل دوست، مصیبت میں بڑھاتا ہے ہاتھ!

(الجزایۃ: ص ۱۴)

مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے عذاب نہیں دیں گے

داؤد بن ابی ہند کہتے ہیں:

کہ وفات کے وقت حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے:

یہ وہ موت ہے کہ جس سے نہیں کوئی راہِ نجات!
ڈر ہے کہ اس کے بعد تو اور برے ہوں گے حالات!

اور پھر کہا:

اے اللہ! لغزش کو در گذر کرنے والے، غلطی کو معاف کرنے والے، ایک جاہل اور نادان پر اپنے عفو و درگذر کا کرم فرما، کہ جس کو تیرے سوا کسی سے کوئی امید نہیں اور تیری ذات کے علاوہ اور کسی پر بھروسہ نہیں، کہ تیری مغفرت بہت وسیع ہے، گناہگار کیلئے تیرے سوا کوئی راہِ فرار نہیں۔

کہتے ہیں مجھے پتہ چلا کہ حضرت معاویہ کا یہ قول جب سعید بن المسیبؒ تک پہنچا تو انہوں نے فرمایا:

"انہوں نے ایک ایسی ذات سے امید باندھی ہے کہ جس سے بہتر کوئی ہو ہی نہیں سکتا اور مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عذاب نہیں دیں گے"۔

(حسن الظن بہ ٰ ۱۹)

یہ مسلمانوں کی شان ہے

جب کچھ مسلمان خلفاء کا انتقال ہو گیا، تو روم میں اختلاف پھیل گیا اور روم کے سارے بادشاہ یکجا ہوئے اور کہنے لگے:

اب مسلمانوں میں آپس میں اختلافات اور جھگڑے شروع ہو جائیں گے اور ہم اس فتنہ کا فائدہ اٹھا کر ان پر حملہ کر دیں گے۔ اسی بات پر ان میں آپس میں مشورے اور بحث مباحثے ہونے لگے، پھر سب نے اس بات پر اتفاق کیا کہ یہ سنہری موقع ہے، اسے ضائع نہیں کرنا چاہیے، ان کا ایک دانا اور زیرک شخص ان میں اس وقت موجود نہیں تھا، سب نے کہا، کچھ کرنے سے پہلے ان سے مشورہ کر لینا ضروری ہے، پھر ان سب نے اس شخص کے سامنے اپنا فیصلہ رکھ دیا کہ ہم لوگ اس نتیجے پر پہنچے ہیں، تو اس نے کہا:

"میں اسے مناسب نہیں سمجھتا، تو ان لوگوں نے وجہ جاننا چاہی، تو اس نے کہا: میں کل بتاؤں گا"۔

اگلے دن سب لوگ اس کے پاس آئے اور کہا: آپ نے آج اپنی رائے دینے کا وعدہ کیا تھا تو اس نے کہا:

"سر آنکھوں پر! اور یہ کہہ کر دو ضخیم کتے منگوائے جو اس نے پہلے سے تیار کر رکھے تھے اور انہیں آپس میں لڑائی کیلئے اکسایا، دونوں کتے آپس میں گتھم گتھا ہو گئے، یہاں تک کہ دونوں لہولہان ہو گئے، جب دونوں کی حالت نازک ہو گئی تو اس نے ایک دروازہ کھولا اور وہاں سے ایک بھیڑیے کو نکال لایا اور ان کتوں پر چھوڑ دیا، جیسے ہی کتوں نے بھیڑیے کو دیکھا آپس کی لڑائی بھول کر

دونوں نے مل کر اس پر حملہ کر دیا اور اسے مار ڈالا''۔

وہ آدمی ان لوگوں کے پاس آیا اور کہا:

مسلمانوں کیساتھ تمہاری مثال ایسی ہے جیسی اس بھیڑیے کی ان کتوں کیساتھ، مسلمان آپس میں اس وقت تک ہی دست و گریبان رہتے ہیں، جب تک کہ کوئی باہر سے دشمن ان کے سامنے نہیں آتا، جیسے ہی کوئی اور دشمن آتا ہے وہ آپس کی دشمنی بھلا کر دشمن پر ٹوٹ پڑتے ہیں، لوگوں کو اس کی یہ بات پسند آئی اور انہوں نے اس کے مشورے پر عمل کیا۔ (قصص عرب ۲ ۳۶۱)

پہلے بڑے کو موقع دو

عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں عراق سے کچھ لوگ آئے، تو انہوں نے دیکھا کہ ان میں سے ایک نوجوان، گفتگو شروع کرنے کیلئے پر تول رہا ہے انہوں نے فرمایا: پہلے بڑے کو موقع دو! تو وہ نوجوان بولا:

یا امیر المؤمنین، اس کا عمر سے کوئی تعلق نہیں، کیونکہ اگر بات عمر کی ہوتی، تو مسلمانوں میں آپ سے زیادہ بڑی عمر کے لوگ بھی موجود ہیں، تو حضرت عمرؒ نے فرمایا: تم نے سچ کہا اللہ تم پر رحم کرے، بولو، کہو جو کہنا ہے۔

تو وہ نوجوان بولا: یا امیر المؤمنین، ہم آپ کے پاس، کسی لالچ، یا ڈر کی وجہ سے نہیں آئے، کیونکہ ہمارے گھر اور ہمارا ملک ساری خیرات و برکات سے بھرپور ہیں اور جہاں تک ڈر کی بات ہے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں آپ کے عدل و انصاف کی بدولت آپ کے ظلم سے محفوظ رکھا ہے، تو حضرت عمرؒ نے فرمایا:

تو پھر کون ہو تم لوگ؟ اس نے کہا: ہم شکر گذاری کا وفد ہیں۔

محمد بن کعب القرظیؒ نے دیکھا کہ یہ سن کر حضرت عمرؒ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا، تو انہوں نے فرمایا:

''یا امیر المؤمنین! لوگوں کی آپ سے ناآشنائی، آپ کی خود آشنائی کو مغلوب نہ کر دے! کیونکہ بہت سارے لوگ تعریفوں اور لوگوں کی شکر گذاری کے دھوکے میں آ کر ہلاک و برباد ہو گئے اور میں آپ کو ایسا ہونے

سے، اللہ کی پناہ میں دیتا ہوں، یہ سن کر حضرت عمرؓ نے اپنا سر اپنے سینے پر جھکالیا"۔ (قصص العرب ۲: ۲۰۸)

تمہیں غم نہ کرنا چاہیے

روایت ہے کہ ابا یوسفؒ، حصول علم کی غرض سے امام ابو حنیفہؒ کی صحبت میں وقت گذار رہے تھے، جبکہ ان کی مالی حالت نہایت تنگ اور خستہ تھی، ان کی والدہ نہ جانے کیا کیا جتن کر کے ان کے روزمرہ کے کھانے اور خوراک کا انتظام کیا کرتی تھیں، ایک دن انہوں نے اپنی ماں سے، کھانے کیلئے کچھ مانگا تو وہ انکے لیے مٹی کا ایک برتن لیکر آئیں، جو ڈھکا ہوا تھا، انہوں نے جیسے ہی اسے کھولا تو اس میں ان کی کاپیاں رکھی ہوئی تھیں، انہوں نے کہا: ماں! یہ کیا ہے؟ تو وہ بولیں: یہی ہے، جس میں تم دن رات مصروف رہتے ہو، اب اسی سے اپنا پیٹ بھی بھر لو! وہ ایک دم رو پڑے اور وہ رات انہوں نے بھوکے پیٹ گذاری، نتیجہ یہ نکلا کہ اگلے دن انہیں مجلس پہنچنے میں دیر ہو گئی، پھر نہ جانے کہاں سے انہوں نے کھانے کا بندوبست کیا، پھر امام ابو حنیفہؒ کی خدمت میں حاضری کیلئے روانہ ہو گئے، انہوں نے انکے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی تو انہوں نے انہیں سب کچھ سچ سچ بتادیا، تو امام اعظمؒ نے فرمایا:

تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ میں تمہاری مدد ہی کر دیتا؟ مگر تمہیں غم نہ کرنا چاہیے۔ اگر اللہ نے تمہیں عمر دی تو تم پستہ بھر الوزینہ (ایک قسم کا حلوا) کھاؤ گے۔

ابا یوسفؒ کہتے ہیں: کہ بعد ازاں، جب میں خلیفہ ہارون الرشیدؒ کی خدمت سے وابستہ ہوا اور ان کے مقربین میں شامل ہوا تو ایک دن ان کی خدمت میں پستہ بھر الوزینہ پیش کیا گیا، انہوں نے مجھے اس میں سے کھانے کی دعوت دی، جب میں نے وہ حلوہ کھایا تو مجھے بے اختیار امام ابو حنیفہؒ کی کہی ہوئی بات یاد آگئی اور مجھے رونا آ گیا، تو خلیفہ الرشیدؒ نے مجھ سے اصل بات دریافت کی، میں نے انہیں سارا واقعہ سنادیا۔ (الفرج بعد الشدۃ ۲: ۳۱۶)

سچ کہا، اے ابا الحسن

ابن عساکر نے ابن عباسؓ کے حوالے سے نقل کیا کہ انہوں نے فرمایا:

حضرت عمر بن الخطابؓ نے علی بن ابی طالبؓ سے کہا: اے ابا الحسن، مجھے نصیحت فرمایئے، تو انہوں نے فرمایا:

اپنے یقین کو شک نہ بننے دینا اور اپنے علم کو جہالت نہ بننے دینا، اور اپنے گمان کو حقیقت نہ بننے دینا اور یہ جان لو کہ دنیا میں تمہارا بس اتنا ہی حصہ ہے، جتنا کہ تمہیں دیا گیا اور اس کو تم نے انجام تک پہنچا دیا اور پورا کیا اور تقسیم کیا تو برابر تقسیم کیا اور پہنا تو پرانا اور بوسیدہ کیا:

تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: آپ نے سچ کہا۔ اے ابا الحسن۔

(قبسات من حیاۃ الصحابۃ)

محبت کرو بغیر افراط کے

حسن بصریؒ نے فرمایا: اپنے دوستوں اور اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں کا بہت سوچ سمجھ کر اور دیکھ بھال کر انتخاب کرو اور محبت کرو تو بغیر افراط کے اور نفرت کرو تو بغیر افراط کے، کیونکہ بہت سے لوگوں نے کچھ لوگوں کی محبت میں افراط کیا تو وہ ہلاک ہو گئے اور کچھ لوگوں نے کچھ لوگوں کی نفرت میں افراط سے کام لیا اور وہ بھی ہلاک ہو گئے اور اپنے بھائی یا دوست کا کوئی عیب دیکھو تو اسے ظاہر مت کرو۔ (المنتقی: ۱۵۹)

تمہاری مساجد میں لہو و لعب بڑھتے دیکھا

جب عروہؒ نے [۱] عقیق [۲] میں اپنا محل تعمیر کیا تو وہ اسی کے ہو کر رہ گئے، یعنی کہ باہر آنا جانا بند کر دیا، تو ان سے کہا گیا: آپ کو کیا ہوا جو مسجد رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ دیا اور اس محل میں پابند ہو کر رہ گئے؟

تو انہوں نے فرمایا:

۱۔ وہ عروہ بن الزبیر بن العوام الاسدی القریشی ہیں، کنیت ابو عبد اللہ المدنی ہے، علماء تابعین اور مدینہ کے سات مشہور فقہاء میں انکا شمار ہوتا ہے، عالم ثقہ ہیں، بیشمار حدیثیں روایت کیں اور اپنے آپکو فتنوں سے دور ہی رکھا۔ ۹۳ھ میں وفات پائی۔

۲۔ العقیق: مدینہ منورہ کے مضافات میں [illegible] اور چشموں سے مالامال ایک وادی ہے۔

میں نے دیکھا کہ تمہاری مساجد میں لہو ولعب بڑھ گیا ہے اور تمہارے بازاروں میں لغویات کا اضافہ ہو گیا ہے اور تمہارے راستوں میں فحش اور منکرات بڑھ گئے ہیں، جبکہ میں یہاں ان سب چیزوں سے جن میں تم لوگ مبتلا ہو، عافیت میں ہوں۔

(الزہد: ۹۰)

اس نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا ہے

حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بارے میں روایت ہے: کہ اپنے مرض کے دوران انہوں نے اپنی زبان کو پکڑا اور اسے اپنے منہ میں ادھر سے ادھر گھماتے ہوئے فرمایا:

"اس نے مجھے ہلاکتوں میں ڈالا ہے"۔ (الزہد: ۹۲)

متقی کیسے بنو؟

میمون بن مہرانؒ نے فرمایا: کوئی بھی آدمی اس وقت تک متقی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ اپنا اتنا سخت اور شدید محاسبہ نہ کرلے، جتنا کہ ایک حصہ دار اپنے حصہ دار سے بھی نہ کرتا ہو۔ (محاسبۃ النفس: ۲۵)

برائی کو نیکی سے ڈھانپ کر تو نے کیا احسان

ایک شاعر نے کہا:

میں تو ڈوبا ہی رہا، ہر دم گناہوں میں!
رکھا تو نے پھر بھی مجھ کو، مغفرت کی پناہوں میں!
گناہوں کے باوجود بھی، اتنا کیا مجھ کو عطا!
جیسے نیکی بن گئی ہو، میری ہر اک خطا!
زندگی میں تھے میری بس جھوٹ اور بہتان!
برائی کو نیکی سے ڈھانپ کر، تو نے کیا احسان!
گنہ گار ہوتے ہوئے بھی تو نے رکھا میرا مان!

کہ میرے گناہ اور معصیت بھی نہ کر سکے میرا نقصان!

(۵۵)

گوشہ نشینی کے فائدے

لوگوں سے دور رہنے اور گوشہ نشینی اختیار کرنے کے فوائد میں سے ہے، دنیاوی زیب وزینت پر نظر رکھنے کی آفتوں سے بچنا اور اس کی اس مذموم آرائش وزیبائش کو سراہنے سے بچنا، جو حق تعالیٰ نے قابل مذمت قرار دی ہے، اور اس کے پرفریب زرو جواہر سے دھوکہ کھانے سے بچنا، جن کو اللہ تعالیٰ نے معیوب قرار دیا ہے اور اپنے آپ کو دنیا کی طرف لپکنے سے روکنا اور اس کی دوڑ میں لوگوں کیساتھ مقابلہ بازی کرنے سے بچنا، جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِۦٓ أَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيهِ (طہ ۱۳۱)

اور کئی طرح کے لوگوں کو جو ہم نے دنیا کی زندگی میں آرائش کی چیزوں سے بہرہ مند کیا ہے تاکہ انکی آزمائش کریں۔ ان پر نگاہ نہ کرنا۔

اور جیسا کہ فرمایا: نبی کریم ﷺ نے:

اُنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ دُوْنَكُمْ وَلَا تَنْظُرُوْا إِلٰى مَنْ هُوَ فَوْقَكُمْ، فَإِنَّهُ اَجْدَرُ اَلَّا تَزْدَرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ۔

اپنے سے نیچے والے کی طرف دیکھو اور اپنے سے اوپر والے کی طرف نظر مت کرو، تاکہ تم، حق تعالیٰ کی طرف سے بخشی گئی نعمتوں کی ناقدری نہ کرو۔

(۱۰۴)

یہ محبوب کی اپنے محبوب کیلئے تڑپ اور آرزو ہے

جب زید بن حارثہ ؓ کی وفات کی خبر آئی، تو رسول اللہ ﷺ زید ؓ کے گھر پر تشریف لائے، زید ؓ کی بیٹی باہر آئیں اور نبی کریم ﷺ کو دیکھ کر پھوٹ پھوٹ کر

رونے لگیں، آپ ﷺ بھی رونے لگے، یہاں تک کہ آپ ﷺ پر شدید گریہ کی حالت طاری ہوگئی، تو کہا گیا: یا رسول اللہ ﷺ یہ کیا ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا:
"یہ محبوب کی اپنے محبوب کیلئے تڑپ اور آرزو ہے"۔ (کتاب الاخوان: ۱۳۹)

کیا آپ کا خیال ہے کہ اللہ آپ کو عطا کرے گا اور مجھے بھول جائے گا

خلیفہ ہارون الرشیدؒ حج کی غرض سے نکلے، تو جیسے ہی کوفہ پہنچے، انہوں نے ایک بانس پر "مجنون بہلولؒ" کو دیکھا، وہ بھاگ رہے تھے اور ان کے پیچھے بچے لگے ہوئے تھے، انہوں نے پوچھا: یہ کون ہے؟ تو کہا گیا:
بہلول مجنون! تو وہ کہنے لگے: ان سے ملنے کی تو بڑی آرزو تھی مجھے، ان کو خوفزدہ کیے بغیر میرے پاس لیکر آؤ! لوگ انکے پاس گئے اور کہا: امیر المؤمنین کے یہاں حاضری دو! مگر انہوں نے سنی ان سنی کر دی، تو خلیفہ ہارون الرشیدؒ خود چل کر ان کے پاس گئے اور فرمایا: السلام علیک یا بہلول! تو انہوں نے فرمایا: وعلیک السلام یا امیر المؤمنین!
خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے کہا: بہلول، مجھے نصیحت کیجئے تو انہوں نے کہا: کیا نصیحت کروں؟ یہ ان کے محلات ہیں اور یہ ان کی قبریں ہیں۔
خلیفہ ہارون الرشیدؒ نے کہا: کیا خوب کہا، اور کچھ فرمائیے! تو انہوں نے کہا:
یا امیر المؤمنین! جس کو اللہ تعالیٰ نے مال اور جمال دونوں عطا کیے ہوں اور اس نے اپنے جمال میں عفت اختیار کی اور اپنے مال سے دوسروں کی مدد کی تو اس کا نام نیک لوگوں کے دیوان میں درج کیا جائے گا۔
یہ سن کر خلیفہ ہارون الرشیدؒ کو یہ گمان گذرا کہ وہ ان سے مدد چاہتے ہیں تو فرمایا:
ہم نے حکم دیا ہے کہ آپ کا سارا قرضہ ادا کر دیا جائے، تو انہوں نے فرمایا:
نہیں امیر المؤمنین، قرض سے قرض کبھی ادا نہیں ہوتا، پہلے حقداروں کو ان کا حق واپس کیجئے اور اپنے آپ سے اپنا قرض وصول کیجئے، تو خلیفہ نے کہا:
ہم نے تمہارے لیے وظیفہ جاری کرنے کا حکم دیدیا ہے، تو انہوں نے فرمایا: یا امیر المؤمنین، کیا آپ کے خیال میں اللہ تعالیٰ آپ کو عطا کریں گے اور مجھے بھول

جائیں گے، یہ کہہ کر وہ وہاں سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ (قصص عرب: ۲۲۰)

آپ روزے رکھنے والے، راتوں کو قیام کرنے والے تھے

حجاج نے عبد اللہ بن الزبیرؓ کو قتل کر کے مدینہ کے راستے پر مصلوب کر دیا، وہاں کے قریشی لوگوں کو چڑانے کیلئے، ایک دن عبد اللہ بن عمروؓ انکے پاس سے گذرے تو فرمایا:

السلام علیکم یا ابا حبیب (تین مرتبہ کہا) قسم خدا کی میں آپ کو اس سے روکتا تھا (تین مرتبہ کہا) قسم خدا کی آپ روزے رکھنے والے کثرت سے راتوں کو قیام کرنے والے اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والے تھے اور قسم خدا کی، جس امت کے بدترین لوگ آپ جیسے ہوں تو اس امت سے بہتر کوئی امت نہیں پھر وہ آگے بڑھ گئے۔ ([illegible])

تمہیں اللہ کے حوالے کرتا ہوں

موسیٰ بن وردانؒ فرماتے ہیں: میں نے سفر پر جانے کا ارادہ کیا تو، ابو ہریرہؓ کو الوداع کہنے کے لیے آیا، تو ابو ہریرہؓ نے فرمایا:

میرے بھائی، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں جو مجھے نبی کریم ﷺ نے بتائی تھی۔ الوداعی ملاقات کیلئے؟ تو میں نے کہا: بالکل بتایئے!

تو انہوں نے فرمایا: کہو، میں تمہیں اس اللہ کے حوالے کرتا ہوں کہ جس کے حوالے کی ہوئی چیزیں کبھی ضائع نہیں ہوتیں۔ (المنتقی: ۱۸۰)

دو قیمتی چیزیں

یونس بن عبیدؒ نے فرمایا:

دو چیزیں ہیں کہ روئے زمین پر جن سے زیادہ قیمتی کچھ نہیں ہے، مگر جو نایاب ہوتی جارہی ہیں، ایک تو بے غرض دوست جس سے سکون حاصل ہو اور دوسرے حلال درہم جو صحیح جگہ استعمال ہوئے۔ (المعرفۃ: ۱۷۰)

اللہ کا خوف رکھنے والوں سے مشورہ کرو

حضرت عمرؓ نے فرمایا: لوگوں سے دوستی کرو تو ان کا تقویٰ دیکھ کر اور اپنی باتوں کو ہر کس وناکس کے سامنے ضائع مت کرو، بلکہ اسے سناؤ جو ان میں دلچسپی رکھتا ہو اور اپنی حاجت اسی کے سامنے بیان کرو جو اسے پوری کرنا پسند کرے اور زندہ لوگوں کی انہی چیزوں پر رشک کرو کہ جن چیزوں پر مُردوں پر رشک کیا جاتا ہے اور اپنے معاملے میں ان سے مشورہ کرو، جو خدا کا خوف رکھتے ہوں۔ (کتاب الاخوان ۵۸)

یہ تم میں سے نہیں ہے

الاحنف بن قیسؒ نے اپنے ایک دوست کو لکھا:

امابعد! اگر تمہارے پاس کوئی ایسا دوست آئے جو تمہارا ہم خیال اور موافق ہو تو اسے اپنا کان اور آنکھ بناؤ اور انہی کی طرح اسے عزیز رکھو، کہ ہم خیال دوست، مخالف بیٹے سے افضل اور بہتر ہے، کیا تم نے حق تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا، جو انہوں نے نوح علیہ السلام کو مخاطب کرتے ہوئے ان کے بیٹے کے بارے میں کہا تھا:

اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ (هود ۴۶)

وہ تیرے گھر والوں میں نہیں ہے

اسی طرح ہم خیال اور موافق دوستوں کو اپنا ذخیرہ بناؤ اور اپنے سفر اور قیام میں انہیں اپنا ساتھی بناؤ، کہ یہ وہ لوگ ہیں، کہ اگر تم ان کو قریب رکھو گے تو وہ تمہارے قریب رہیں گے اور اگر تم انہیں اپنے آپ سے دور کر دو گے تو وہ اللہ تعالیٰ کیلئے اپنے آپکو بے نیاز کر دیں گے۔ والسلام! (کتاب الاخوان ۹۳)

موت کی یاد نے مجھے نیند سے کیا بیزار

موت کی یاد نے مجھے نیند سے کیا بیزار!
آنکھیں میری ہر دم رہنے لگی ہیں اشکبار

رو رہا ہوں اپنے لیئے، موت کا ہے ڈر!
میرے سوا اور کون کریگا میری فکر
پیوند لگا رہے ہیں کپڑوں میں میرے ہاتھ!
بوسیدہ ہو چلے ہیں جو زمانے کے ساتھ ساتھ
مال و دولت میری، ہے جمع کس کیلئے!
آتا جاتا ہوں میں، کرتا ہوں محنت کس کیلئے!
چلے جائیں گے سب، تنہا قبر میں چھوڑ کر!
ڈال کر مٹی، پلٹ جائیں گے سب رُخ موڑ کر!

(محاسبۃ النفس : ۱۲۸)

کون سے دوست بہتر ہیں؟

کہا گیا : یارسول اللہ ﷺ، کون سے دوست بہتر ہیں؟
آپ ﷺ نے فرمایا :
وہ دوست، کہ اگر تم اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو اور اسے یاد کرو تو وہ تمہاری اس میں مدد کرے، اور اگر تم اللہ تعالیٰ کو بھول جاؤ تو وہ تمہیں یاد دلا دے۔
لوگوں نے کہا : یارسول اللہ، ہمیں ان لوگوں کے بارے میں بتایئے جو ہم میں سب سے بہتر ہیں، تاکہ ہم انہیں اپنے دوست بنا سکیں۔
تو آپ ﷺ نے فرمایا :
"ہاں، وہ لوگ کہ جن کو دیکھ کر اللہ یاد آجائے"

(کتاب الاخوان : ۵۴)

شک اور بدگمانی

المتنبی کہتے ہیں :
برائیاں کرتا ہے جو، وہ بدگمان بن جاتا ہے!
شک اور بدگمانی کا عادی انسان بن جاتا ہے!

دوستوں کو اپنے سمجھتا ہے دشمن!
شک کے اندھیروں میں بھٹکتا ہے رات دن!

(محرم: ۱۱۳)

مومن اسیر ہوتا ہے

حسن بصریؒ نے فرمایا: مؤمن، دنیا میں اسیر کی طرح ہوتا ہے جو اپنی گردن آزاد کرانے کیلئے جدوجہد کرتا رہتا ہے اور جب تک اللہ تعالیٰ سے جا کر نہ مل جائے، اسے کسی چیز کی طرف سے اطمینان نہیں ہوتا۔ (محاسبۃ النفس: ۱۲۲)

علم تین چیزوں سے ہوتا ہے

ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:
علم تین چیزوں میں ہوتا ہے بولتی ہوئی کتاب، جاری رہنے والی سنت اور مجھے نہیں معلوم۔ (عیون الاخبار ۲: ۱۳۰)

تم نے نیکی لکھنے والے فرشتوں کو تھکا دیا

ایک آدمی نے فریضہ حج کی ادائیگی کے بعد، جب اپنے وطن واپسی کا ارادہ کیا تو خانہ کعبہ کے دروازے (ملتزم) پر کھڑے ہو کر بولا:

"اللہ کا شکر اور تعریف ہے ان تمام قابل تعریف کاموں کیلئے جو ہمارے علم میں ہیں اور جن سے ہم انجان ہیں اور ان تمام نعمتوں کیلئے، جو ہمارے علم میں ہیں اور جن سے ہم انجان ہیں، پھر وہ اپنے وطن واپس روانہ ہو گیا"۔

اگلے سال وہ پھر حج کرنے کی غرض سے مکہ آیا، پھر وطن واپسی کا ارادہ کیا، تو پھر ملتزم پر کھڑے ہو کر وہی الفاظ دہرائے جو گذشتہ دفعہ کہے تھے، تو اس سے کہا گیا، یا اسے کسی نے پکارا:

"تم نے نیکی لکھنے والے فرشتوں کو تھکا دیا ہے، وہ ابھی تک تمہارے پچھلی دفعہ کہے گئے الفاظ کا ثواب بھی نہیں لکھ پائے"۔ (فضائل الشکر: ۳۰۲)

مصادر و مراجع

نمبر	کتاب	مصنف
۱	آداب الصحبة	السلیمی نیشاپوری
۲	آداب العشرة وذكر الاخوة والصحبة	ابو البرکات الغزی
۳	الاخوان	ابن ابی الدنیا
٤	ادب الاملاء والاستملاء	السمعانی
۵	ادب الدنيا والدين	الماوردی
٦	ادب المعدمين فی كتب الاقدمين	سالم الدباغ
۷	الاصابه في تميز الصحابة	ابن حجر عسقلانی
۸	اكرام الضيف	الحربی
۹	انيس الجليس	محمود سلیمان العابدی
۱۰	البخلاء	الخطیب البغدادی
۱۱	بستان العارفين	شرف الدین النووی
۱۲	بهجة المجالس	ابن عبد البر القرطبی
۱۳	تاريخ بغداد	الخطیب البغدادی
۱٤	تالی كتاب وفيات الاعيان	فضل اللہ الصقاعی
۱۵	التذكرة الحمدونية	ابن حمدون
۱٦	ثمرات الاوراق	ابن حجۃ الحموی
۱۷	حدائق الازاهر	ابن عاصم القیسی
۱۸	حسن الظن بالله	ابن ابی الدنیا
۱۹	حلية الاولياء	ابو نعیم الاصبہانی
۲۰	حياة الحيوان الكبرى	الدمیری

٢١	ربيع الابرار ونصوص الاخبار	زاراللہ الزمخشری
٢٢	روضةالعقلاء	ابن حبان البستی
٢٣	الزهد	امام احمد بن حنبلؒ
٢٤	سير اعلام النبلاء	شمس الدین الذہبی
٢٥	سيرة عمر بن الخطابؓ	ابو الفرج ابن جوزی
٢٦	شرح نهج البلاغة	ابن ابی الحدید
٢٧	الشهاب الثاقب في ذم الخليل والصاحب	جلال الدین السیوطی
٢٨	كتب الصحاح والسنن	امام بخاری، مسلم، ابن حبان، ابن خزیمہ، ابوداؤد، نسائی، ترمذی وابن ماجہ
٢٩	صفة الصفوة	ابو الفرج ابن جوزی
٣٠	الطبقات الكبرى	ابن سعد
٣١	طبقات الشافعية الكبرى	السبکی
٣٢	العزلة	الخطابی
٣٣	عيون الاخبار	ابن قتیبہ
٣٤	الفرج بعد الشدة	قاضی التنوخی
٣٥	فضيلة الشكر	خرائطی
٣٦	قبسات من حياة الرسول ﷺ	احمد محمد عساف
٣٧	قبسات من حياة الصحابة رضی اللہ عنہم	علی الشربجی
٣٨	قصص العرب	محمد احمد جاد المولی ورفاقہ
٣٩	قضاء الحوائج	ابن ابی الدنیا
٤٠	كتاب الورع	امام احمد بن حنبلؒ
٤١	مجمع الامثال	المیدانی
٤٢	مجمع الزوائد ومنبع الفوائد	نور الدین الہیثمی
٤٣	محاسبة النفس	ابن ابی الدنیا
٤٤	المحاسن المساوئ	البیہقی

کتاب	مصنف
٤٥ المختار من نوادر الاخبار	شمس الدین المقری
٤٦ مختصر التوابين	ابن قدامہ المقدسی
٤٧ مختصر منهاج القاصدين	ابن قدامہ المقدسی
٤٨ المخلاة	العاملی
٤٩ مرآة الجنان	الیافعی
٥٠ المستجاد من فعلات الجواد	قاضی التنوخی
٥١ المستدرك	حاکم نیشاپوری
٥٢ المستطرف من كل فن مستظرف	الابشیہی
٥٣ مسند الامام احمد بن حنبلؒ	امام احمد بن حنبلؒ
٥٤ المنتظم في تاريخ الملوك والامم	ابن جوزیؒ
٥٥ المنتقى من مكارم الاخلاق	الخرائطی
٥٦ نشوار المحاضرة	قاضی التنوخی
٥٧ نهاية الارب	النویری
٥٨ وفيات الاعيان	ابن خلکان